القصص الحق

تفسیر سورۂ یوسف

المسمّٰی بہ

الجمال والکمال

از

قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری

مصنف

[illegible] الصلوٰۃ والسلام، برہان و استقامت، و معرفت [illegible]

مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہوری گیٹ میں باہتمام منشی محمد لئیق خان پرنٹر کے چھپی

قیمت دو روپیہ علاوہ محصول

فہرست مضامین کتاب الجمال والکمال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب المشاہیر

تنہا اپنی ذاتی فہم وقیاس پر نہ اعتماد کرنا چاہیئے۔ اور نہ دھوکا کھانا چاہیئے۔

(۲) مجھے سورہ یوسفؑ کی تفسیر قلم بند کرنے کا مدت سے شوق تھا۔ مکہ معظمہ میں پہنچنے کے بعد یہ شوق زیادہ بڑھ گیا۔ کہ اسی بلد الامین میں کچھ لکھ لیا جائے۔ جہاں اس سورۂ مبارکہ کا نزول ہوا تھا۔

اتفاق حسنہ سے مجھے یہاں چند ایسے کریم النفس احباب مل گئے۔ جنہوں نے اپنی کتابیں مجھے مہیا کردیں۔

اب ناظرین کی خدمت میں ادب سے وہ چند اوراق پیش کئے جاتے ہیں۔ جو مکہ معظمہ میں لکھے گئے تھے۔ اور جن پر واپسی کے بعد ہندوستان میں نظر ثانی کرلی گئی ہے۔

مجھے صدق دل سے اعتراف ہے۔ کہ تفسیر لکھنا میری حیثیت سے بہت بالاتر ہے۔ لیکن صرف خدمت قرآن حکیم کا شوق ہے۔ کہ اس وادی میں قدم رکھا۔ جو اہل ہوا وہوس کے لئے پُرخار ہے۔ اور متبعین کے لئے خلد بہار۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس ناچیز خدمت کو قبول فرمائے۔ اور اس کا ثواب میرے والدین اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمَا وَارْحَمْھُمَا کے نامۂ اعمال میں ثبت فرمائے۔ اور میری زلات کو اپنی مغفرت ورحمت سے عفو فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بَارِکْ وَسَلَّمْ

ارجی شفاعت وغفران

محمد سلیمان سلمان

۱۹ محرم الحرام ۱۳۴۱ھ ہجری القدسیہ

قصیدہ

در نعتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

در دلم جوشد ثنائے رحمۃ للعالمین ~ آفتابِ عالمِ جان و ضیائے چشمِ دین

او ست صدق و صدق آورد و کلامش نیز صدق ~ دینِ او حق ست او حق ست حق جز حق مبین

او دلیلِ صد ہزاراں واصلانِ قربِ رب ~ او کلیدِ صد علومِ اوّلین و آخرین

مسند آرائے نبوّت بود او در قدس گاہ ~ منجدل چوں بود آدم درمیان ماء و طین

در کلامِ او حیاتِ تازہ دل مردگاں ~ پنجہ اش در دستِ دار و چشمہ ماء معین

اسوہ اش ہدیِ مبین ست و کلام اللہ علم ~ قلب این علم و عمل را یافت شیر و انگبین

از دلِ او ہر چہ خیزد قدسیاں را رہ نما ~ از لبِ او ہر چہ ریزد صادقیں را دلنشین

احتشامِ او ہویدا از کلامِ ذو الجلال ~ نورِ او پیدا و ہم پنہاں بآیاتِ مبین

اسمِ او مہرِ سلیماں را دہد شانِ جلیل ~ نامِ او روشن بفرماید سیہ بختِ نگین

درس گاہِ قدس اورا ابجدِ دیگر بود ~ حرفِ آغازش بود ایمان و انجامش یقین

منکرِ او دور ماند از رحمتِ پروردگار ~ رحمۃ للعالمینش خواند ربّ العالمین

جرعہ جامِ ولائے او بخشد زندگی ~ رفت بے بہرہ ازین سکندرِ ظلمت نشین

اتباعش کرد لازم بر ہمہ آمرزگار ~ این رساند انسی و جاں را بفردوسِ برین

خائب و خاسر نماند مذنبِ خائف دگر ~ خیرِ معطین ست خالقِ او شفیعِ المذنبین

حق تعالیٰ را بود در حشر مردم حکمتے ~ تا نماید جاہِ او بر آخرین و اوّلین

نعت او تصدیق فرمایندۂ پیشینیاں — خلق او را ترجمانی کرد قرآنِ مبین
ایں تمام نعمت و ہم ایں کمالِ معرفت — نوعِ انساں یافت از وے خلعتِ رضوان و دین
ختم شد بر او نبوّت یافت دین از وے کمال — نشست اندر خانقاہ سدرہ اش روح الامین
مدح او چوں آب بر فوّارہ ریزد بر زباں — نام او چوں مہر مہ را نور بخش ذاکرین
در ہوائے شہرِ او چوں ذرّہ پرّد پیکرم — در خیالِ مسجدِ او سجدہ رقصد در جبین
حبِّ او از ہر چہ باشد برتر و خوشتر بود — غائتِ ایماں ہمیں است و ہمیں ست ہمین
در غمِ دوری او چشم سرشکے چند ریخت — گفت رضواں زینتِ حور است ایں دُرِّ ثمین
اے امامِ مرسلاں اے حاملِ اُمّ الکتب — بخش و بخشائش بود مہر ترا بر اہلِ کین
بر مقامِ برترِ محمود پا نہ۔ تا کنند — انبیا زیرِ لوائے الحمد جائے خود گزین
خواہ از داور کہ در راہت شوم صحرا نورد — اے غبارِ آستانت سرمۂ چشمانِ عین

آں سلیمانم کہ خاکِ آستانِ پاک تو
کرد مستغنی مرا از حبِّ دیہیم و نگین

احقر
سلمان منصور پوری

سورۂ یوسف مکیہ۔ رکوع ۱۲۔ آیات ۱۱۱*

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حروف مقطعات بامعنی ہیں۔

الر۔ اس سورۃ کا آغاز الف۔ لام۔ را سے ہوا ہے۔ اس لئے حروف مقطعات قرآنی کی بحث شروع ہو جاتی ہے۔ علماء اسلام کا اتفاق ہے۔ کہ یہ حروف مہمل نہیں۔ اس لئے ان کی معانی پر تکلم کیا گیا۔ اور بہت سے اسرار غامضہ بیان کرکے دل وگوشِ حق نیوش کی مہمانی کی گئی ہے۔ تاہم یہ اعتراف کیا گیا ہے۔ کہ ہنوز معانی کا حصر نہیں ہوا۔

یہ مختصر تفسیر اس دقیق بحث کے لئے موزون نہیں۔ لہٰذا یہاں صرف چند معمولی معلومات کا اندراج کیا جاتا ہے۔

"یہ وہ سورتیں جن کا آغاز مقطعات سے ہوتا ہے"۔

قرآن مجید میں ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ ان میں سے ۲۹ کا آغاز حروف مقطعات سے ہوتا ہے۔

* لغت میں سورت کے معنی عظمت۔ عزت۔ منزلت۔ افزونی حصہ ہیں۔ اور قرآن مجید کی ہر ایک سورۃ کو انہی معانی پر نظر کرتے ہوئے سورۃ کہا گیا ہے۔

یک حرفی	۳	ص - ق - ن -
دو حرفی	۹	حم ۶ - طس النمل - طٰہٰ - یٰس -
سہ حرفی	۱۳	الم ۶ بقرہ - آل عمران - عنکبوت - روم - لقمان - سجدہ - الر یونس - ھود
		یوسف - ابراھیم - الحجر - طسم ۲ شعراء - القصص -
چار حرفی	۲	المص اعراف - المر رعد -
پنج حرفی	۲	کھیعص مریم - حمعسق شوریٰ -

حروف جن کا مقطعات میں استعمال ہوا۔

عربی کے حروف تہجی ۲۸ ہیں۔ مقطعات میں صرف ۱۴ حروف کا استعمال ہوا ہے۔ مستعمل شدہ حروف کا شمار استعمال ذیل کے نقشہ سے واضح ہوگا۔

الف	۱۳	ح	۸	ر	۲	س	۴
ص	۳	ط	۴	ع	۲	ق	۲
ک	۱	ل	۱۳	م	۱۸	ن	۱
ھ	۲	ی	۲				

اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ جن حرف کا استعمال زیادہ ہوا۔ ان کو دیگر حروف پر شرف ہے۔ یہ شرف بلحاظ علم اللسان بھی ہے اور باعتبار علم النفس بھی۔ اس کی بحث انشاء اللہ کسی دوسرے رسالہ میں کی جائیگی۔

اس جگہ اتنا لکھ دینا کافی ہے۔ کہ جن ۵ سورتوں کا آغاز الر سے ہے۔

ان سب میں احوال انبیاء کا بیان ہے۔

تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

آیات - آیت کی جمع ہے۔ قرآن حکیم میں لفظ آیت کا استعمال متعدد معانی میں ہوا ہے۔	لفظ آیت کے معانی متعددہ

الف قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا (آل عمران رکوع ۱) یہاں آیت بمعنی عبرت واستدلال ہے[1]۔

ب فِيْهِ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (آل عمران ۱۰۶)۔ کعبہ حسی شے ہے۔ جسے عظمت تاریخی اور حرمتِ ربانی حاصل ہے اور امن بسیط غیر مادی شے ہے۔ ان کو آیات فرمایا[2]۔

ج وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُ الرَّحْمٰنِ (مریم ۴۶) یہاں آیات بمعنی کلام اللہ ہے[3]

د وَقَالُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَاتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (عنکبوت) یہاں آیت بمعنی معجزۂ مادیہ ہے[4]

ھ وَفِي الْاَرْضِ اٰيَاتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ (والذاریات ۶۱) یہاں آیات بمعنی دلائل حقہ ہیں[5]۔

آیت زیر تفسیر میں لفظ آیات بمعنی جزو کلام الٰہی ہے۔ اور قرآن مجید کے ہر ایک فقرہ کو آیت ہی کہا جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ مذکورہ بالا معانی میں سے خواہ کسی معنی کا بھی اعتبار کیا جائے۔ قرآن مجید کا ہر ایک فقرہ بالضرور آیت ہے۔ وہ معجزہ بھی ہے۔ اور نشانِ قدرت بھی۔ وہ نصیحت بھی ہے۔ اور عبرت بھی۔ اور اُس کا ہر ایک حرف کلام اللہ بھی۔ وہ بہترین برہان ہے۔ اور برزین صداقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں آیت بمعنی پیغام بھی ہے ؎

الا ابلغا ھذا المعرض اٰیۃً ایقظان قال القول اذ قال ام حلم

---

[1] وہ دو گروہ (مسلمان و قریش جو بدر میں) لڑے تھے ان کی حال میں تمہارے لئے عبرت ہے۔ ۱۲ [2] کعبہ میں روشن نشانیاں ہیں۔ مقام ابراہیم ہے۔ اور جو اس میں آجاتا ہے۔ وہ امن میں آجاتا ہے۔ ۱۲ [3] جب اُن پر رحمٰن کی آیات پڑھی جاتی ہیں۔ ۱۲ [4] کہتے ہیں۔ کہ اس کی رب کی طرف سے معجزے کیوں نہیں اُترتے ۱۲ [5] زمین میں اور تمہاری نفوس میں ایقان والوں کے لئے آیات ہیں۔ ۱۲

قرآن مجید کی ہر ایک آیت منجانب اللہ ایک پیغام ہے۔ اس لئے بھی اس اسم سے موسوم ہے۔

کِتٰب - قرآن مجید کو کتاب فرمایا۔

قرآن مجید کے متعلق اللہ تعالیٰ کے چار وعدے

(۱) کیونکہ جونہی کوئی آیت نازل ہوتی تھی۔ فوراً ہی لکھی جاتی تھی۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو متعدد آیات میں یہ ارشاد فرمادیا تھا۔

الف۔ کہ حضور قرآن مجید کو کبھی نہ بھولیں گے۔ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى [۱]

ب۔ بتلا دیا تھا۔ کہ اس کلام پاک کی جمع و ترتیب کا ذمہ دار بھی خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ [۲]

ج۔ فرمادیا تھا۔ کہ زمانِ مستقبل میں بھی حفاظت رب العالمین ہی فرمائیگا وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [۳]

د۔ فرمادیا تھا۔ کہ ایک ایسی جماعت ہمیشہ موجود رکھی جائیگی۔ جن کے سینوں میں قرآن پاک محفوظ رکھا جائیگا۔ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِىْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ [۴] (عنکبوت ع ۵)

تاہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتابت قرآن حمید کا اتنا شغف تھا۔ کہ کسی آیت کا نزول خواہ رات دن کے کسی ہی وقت میں ہوتا۔ حضور فوراً ہی کاتب کو طلب فرماتے۔ آیت منزلہ تحریر کرا دیتے۔

اس آیت کی ترتیب دیگر آیات کے ساتھ کہ اسے کہاں لکھا جائے۔ کس آیت سے پہلے۔ کس آیت کے بعد اُسی وقت عمل میں لاتے تھے۔ اور پھر

---

[۱] ہم تجھی پڑھائیں گے اور پھر تو نہ بھولیگا۔ ۱۲ [۲] ہم پر اُس کا جمع کرنا۔ اور پڑھ دینا۔ ۱۲ [۳] ہم اُس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ۱۲ [۴] قرآن تو وہ روشن آیات ہے جو علم والوں کے سینہ میں ہے۔ ۱۲

نمازیں اُسی ترتیب کے مطابق سب کو پڑھ کر بھی سُنا دیتے تھے۔

کتاب کہنے کی وجہ اول — پس وہ کلام جس کے نزول کے ساتھ ساتھ کتابت کا اس قدر اہتمام کیا گیا ہو۔ اُسے کتاب کے نام سے موسوم کیا جانا بالکل صحیح ہے

وجہ دوم — دوسری وجہ - یہ ہے کہ قرآن مجید - قبل از نزول بھی لوح محفوظ میں تحریر شدہ ہے۔

وجہ سوم — تیسری وجہ - یہ ہے - کہ کتب کے معنے اصل لغت میں جمع کرنا ہے۔ کتب الکتاب اسی لئے کہا جاتا ہے۔ کہ حروف کو حروف کے ساتھ سطح کاغذ پر جمع کیا جاتا ہے۔ محاوراۃ عرب پر غور کرو۔ کَتَبَ الکَتَائب فوجی دستے جمع کئے کَتَبَ السِقَاء چرمی حوض لگایا۔ کتب الناقہ۔ ناقہ کے تھن میں دودھ جمع کیا۔ پس اصل لغت کے لحاظ سے قرآن مجید کو کتاب کہنا درست ہوا۔ اور اندریں حالت اس کا ترجمہ الجامع ہوا - یعنی وہ کلام جو مواعظ و امثال انذار و تبشیر احکام و حِکَم شریعت و حکمت کا جامع ہے۔

مبین لازم و متعدی — **مُبِین** - بَانَ الشیٔ - یا اَبَانَ الشیٔ سے ہے۔ یعنی لازم و متعدی ہر دو معانی کے لئے۔ کتاب حمید بذاتِ خود بھی روشن ہے۔ کیونکہ اپنے موضوع کو نہایت واضح طریق سے بیان کرتی ہے۔

نیز واضح کرنے والی بھی ہے۔ کیونکہ واقعات و احکام۔ اور اخبار ماضی مستقبل کو بھی وضوح میں لاتی ہے۔ اُس نے رُشد - و غیّ - اور حق و باطل پر سچی روشنی ڈال دی ہے۔

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝

ہم نے اُسے اُتارا ہے - وہ پڑھے جانے والی کتاب اور عربی ہے - تاکہ تم اِسے خوب سمجھ سکو۔

اَنْزَلْنٰہُ - کی ضمیر کتاب کی طرف ہے۔ اور قرآناً بطور بدل واقع ہے۔
قُرْاٰنًا - قرآن قرءٌ سے مصدر ہے۔ اور مصدر کو مبالغہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ کتاب حمید کو قرآن بتلانے میں ایک پیشگوئی بھی مضمر ہے۔
"یعنی یہ کتاب بکثرت پڑھے جانیوالی ہے"۔ ساڑھے تیرہ سو سال کا زمانہ دراز شاہد عدل ہے۔ کہ یہ پیشگوئی کیونکر تسلسل و تواتر کے ساتھ پوری ہو رہی ہے۔ یہی وہ کتاب ہے۔ جو از اوّل تا آخر محراب مسجد میں پڑھی اور سُنائی جاتی ہے۔
یہی وہ کتاب ہے۔ جسے ایک دن میں پانچ وقت کروڑوں اشخاص پڑھ لیتے ہیں۔ دوسری وجہ تسمیہ اسم قرآن کی یہ ہے۔ کہ یہ قرأت الماء فی الحوض کے محاورہ سے بنایا گیا ہے۔ اس کے معنی ہیں حوض میں پانی جمع کر دیا گیا" چونکہ کتب اولین کے جملہ علوم اس کتاب میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اس لئے اس کا نام قرآن ہوا۔ (کتاب الفوائد لابن قیمؒ)۔

ایک ہی آیت میں کتاب و قرآن کے الفاظ کو لا کر دیکھو خاص خوبی۔ خصوصیت قرآن۔ پیشگوئی۔

اس ایک ہی آیت میں اس کلام پاک کے دو وصفی نام جمع کر دیئے گئے ہیں (۱) کتاب (۲) قرآن - اگر کوئی شخص دنیا بھر کے تمام مذاہب کی کتب کی تاریخ پر نظر ڈال سکتا ہے۔ تو وہ دیکھے۔ کہ دنیا کی کسی کتاب پر کتاب اور قرآن کے دونوں اوصاف ہر وقت اور ہر زمانہ میں پورے ہوتے ہوئے نظر نہ آئیں گے۔
کوئی کتاب لکھی گئی تو پڑھی نہ گئی۔ کوئی کتاب پڑھی گئی تو لکھی نہیں گئی۔ لیکن ابتدائے نزول اور بدء شیوع سے یہ دونوں صفات جس کلام پاک میں صادق آتے ہیں۔ وہ یہی کلام حمید ہے۔ اور یہ بھی قرآن پاک کی وہ اعلیٰ خصوصیات ہے۔ جو اسی اپنے اوصافِ عالیہ کے لحاظ سے فرقان ٹھہراتی ہے۔
عَرَبِیًّا - یعنی قرآن کو عربی زبان میں اُتارا۔

قرآن کا عربی ہونا احسان بر عرب ہے

الف ۔ یہ احسان اہل عرب پر بھی ہے ۔ کہ قرآن کو عربی میں اُتارا ۔ کیونکہ وہ بعثت مصطفوی سے پیشتر تعلیمات اور فیوض نبوت سے بالکل محروم تھے ۔ عرب میں ہزارہا سال سے کوئی نبی نہ ہُوا تھا ۔ اور اہل عرب تمام دنیا سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے کسی دوسری زبان سے آشنا نہ تھے ۔

قرآن کا عربی ہونا احسان بر عالم ہے

(ب) یہ احسان جملہ اہل عالم پر بھی ہے ۔ کہ قرآن کو عربی میں اُتارا گیا ۔ یہ امر تو ہر شخص تسلیم کریگا ۔ کہ کتاب کے لئے کوئی نہ کوئی زبان ہونی چاہئے

آخری کتاب کی زبان

لیکن فیصلہ طلب سوال یہ تھا ۔ کہ آخری کتاب کے لئے کس زبان کو حق ترجیح حاصل ہے ؟

کیا اُس کے لئے کوئی ایسی زبان اختیار کی جاتی جس کا پہلے سے دنیا میں کوئی وجود نہ تھا ۔ اگر اسی کو پسند کیا جاتا ۔ تو پھر اس سوال کا تعلق اُس زبان سے ہو جاتا ۔ جسے اس انوکھی زبان کی اولین ترجمان بننے کا شرف دیا جاتا ۔

زبان جدید

کیا کوئی ایسی زبان اختیار کی جاتی ۔ جو عہد قدیم میں مروّج نہ تھی ۔ نہیں ۔ کیونکہ مندرجہ بالا صورت میں بھی ایسی مشکلات موجود ہیں ۔ جن کا حل دشوار ہے ۔

کوئی یوروپین زبان

کیا کوئی یوروپین زبان پسند کی جاسکتی تھی ؟ نہیں ۔ کیونکہ یوروپ روحانیات میں ہمیشہ ایشیا کا شاگرد رہا ہے ۔[1]

---

[1] اخبار الاندلس کا مصنف ایس ۔ پی سکاٹ تسلیم کرتا ہے ۔ کہ انگریزی زبان کے سب سے زیادہ روزمرہ کی اصطلاحات بغیر تبدیلی کے عربی زبان سے لئے ہوئے اب تک ہماری زبان میں موجود ہیں ۔ فرنچ زبان کے اکثر الفاظ ومحاورات عربی زبان سے ماخوذ ہیں ۔ سپینی زبان کو تو بگڑی ہوئی عربی کہا جاتا ہے ۔ زبان اطالیہ پر جو اثر صقلیہ کے مسلمانوں نے ڈالا ۔ وہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے ۔ ان فقرات سے معلوم ہوگیا ۔ کہ یوروپ کی زبانوں نے خود عربی سے اپنی روزمرہ کی ضروریات کو مانگ تانگ کر پورا کیا ہے ۔ لہذا اُن میں حق ترجیحی کی خصوصیات کب مل سکتی ہیں ۔ کتاب ام الالسنہ میں ۲۳ ۷ تہم ۔ ایسے الفاظ کی فہرست دی گئی ہے ۔ جو انگریزی زبان سے لئے گئے ہیں ۔ یہ مصنف کی ابتدائی کوشش ہے ۔ اگر سب مسلمان اس موضوع کی تکمیل پر متفق ہو جائیں تو اس کا شمار ہزاروں تک پہنچ سکتا ہے اور بداہتہً آشکار کیا جاسکتا ہے کہ ام القریٰ کی ....

[illegible]

ابراہیم علیہ السلام کی رائے کا تقدم

یہودیوں ۔ عیسائیوں ۔ صائبیوں اور مسلمانوں کی تعداد کا مجموعہ دنیا کی باقی دیگر اقوام سے بہت زیادہ ہے ۔ اس لئے ان سب کے پدر بزرگوار ابراہیم خلیل الرحمٰن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے کو اس بارہ میں تقدم ملنا چاہیئے ۔

"مکہ عالمگیر اصلاح کا مرکز واحد بنایا گیا"

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جملہ عالم کی اصلاح کے لئے مکہ بطور مرکز واحد قائم فرمایا تھا ۔ اور انہوں نے اس اصلاح کُل کے کام کی بنیاد و ترقی کی ذمہ داری اپنے پہلوٹے فرزند سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام پر ڈال دی تھی بوجہ اس اعلیٰ قابلیت کے جو ان کی ذات مستجمع الصفات میں مرکوز و موجود تھی ۔

اسماعیل علیہ السلام کی پدری زبان بابلی تھی ۔ مادری زبان قبطی تھی ۔ ان کی علمی زبان عبرانی تھی ۔ فلسطین میں رہ کر انہوں نے وہاں کی زبان پر عبور حاصل کر لیا تھا ۔ وہ یمن ۔ حضرموت ۔ نجد و بطحاء کے لئے مبعوث تھے جہاں کی زبان عربی تھی ۔

"اسماعیل علیہ السلام مختلف السنہ کے عالم اور عربی میں مبلغ تھے"

وہ حجاز کے حکمران خاندان کے داماد تھے ۔ ان کی دوسری بیوی مصر سے لائی گئی تھی ۔ چونکہ عربی ہی ایسی زبان تھی ۔ جس میں اسمٰعیل علیہ السلام کو تبلیغ کرنی پڑتی تھی ۔ اس لئے عربی ہی ایسی زبان بن گئی تھی ۔ جس میں مندرجہ بالا ممالک کے علوم کی جامعیت پیدا ہو گئی تھی ۔ اور انوار نبوت اور علوم سماویہ کے اجتماع نے اسے جامع تر ۔ اور مکمل تر بنا دیا تھا

عربی زبان کے حق ترجیحی کی تائید میں یہ ایک وجہ منجملہ دیگر وجوہ ہے ۔

زندہ رہنے والی زبان

اس کے بعد اس نکتہ پر بھی غور کرو ۔ کہ قدرت الٰہیہ نے اسی زبان کو آخری کتاب کے لئے پسند فرمایا ۔ جو زندہ رہنے والی زبان تھی ۔

اس فقرہ کا مطلب سمجھنے کے لئے آپ اُن زبانوں کی تاریخ گزشتہ۔ اور حیثیت موجودہ پر غور فرمائیں۔ جن میں کسی الہامی کتاب کا ہونا آج تک بیان کیا گیا ہے۔

سابقہ الہامی کتابوں کی اصلی زبانوں کا حشر

وید کی زبان۔ ژند واستا کی زبان۔ توراۃ کی زبان۔ انجیل کی زبان۔ کیا آج دنیا میں کسی جگہ بولی جاتی ہے۔ یا کوئی شہر کوئی قریہ۔ کوئی کوچہ بھی ایسا ہے۔ جہاں اِن السنہ میں سے کسی لسان کا استعمال بطور زبان ہوتا ہے ؟؟؟

عربی میں حیات و نمو کی طاقت

جواب میں ہر ایک راست گو کو قطعاً خاموش ہونا پڑیگا۔ نتیجہ صاف ہے کہ علم الٰہی نے جو ماضی و حال و استقبال پر حاوی ہے۔ اپنی آخری کتاب کے لئے کسی ایسی زبان کو اختیار نہ فرمایا۔ جو پردہ عالم سے جلد تر مردہ و ناپید ہونے والی تھی۔ یا مردہ و ناپید بن چکی تھی۔ بلکہ ایسی زبان کو حق ترجیحی عطا فرمایا جس میں حیات اور نمو۔ اور قیام کی صفات اور استعداد اور طاقت موجود تھی۔

عربی کے زیر نگین ملک

عربی زبان کو دیکھو۔ وہ آج اپنے مہدِ تربیت کے علاوہ مصر و شام۔ اور مراکو و سوڈان۔ الجزائر ٹونس کی بھی زبان ہے۔ وہ نہ صرف مسلمانوں کی زبان ہے۔ بلکہ لاکھوں یہودی۔ کروڑوں عیسائی۔ اور ہزار در ہزار قبطی و حبشی کی بھی وہی پیاری زبان ہے۔

اُس میں آج لیڈن سے لیکر برازیل تک اخبار اور رسالے شائع ہوتے ہیں۔ حالانکہ اِن ممالک میں نہ عربی اقوام کی حکومت ہے۔ نہ عربی اقوام کی سکونت ہے۔ اور نہ اسلامی مذہب کا تسلط ہے۔

انسانی طاقت سے مافوق حالات

یہ ایسی وجوہات ہیں۔ جن پر ایک فلسفی دماغ کو

کامل غور کرنا لازم ہے۔ کیونکہ کسی زبان کا پردۂ عالم سے ناپید ہو جانا یقیناً انسانی فعل سے برتر ہے۔ اور کسی ایک زبان کے استحکام و بقا کا اتنا وسیع و محکم انتظام کرنا بھی کسی خاص قوم کی تدبیر سے بالکل ارفع و اعلیٰ ہے۔

اولڈ انگلش کا اب حال

آج اولڈ انگلش موجودہ انگریز کے لئے ایک نئی زبان کے برابر ہے یہ تفاوت صرف تین صدی کے اندر اندر کا ہے۔

قرآن مجید اور ۱۳ صدیاں

مگر قرآن مجید کی عظیم زبان اب تک حجازی۔ تہامی۔ یمنی۔ حضری نجدی۔ بطحائی کے لئے ویسی ہی صاف اور واضح ہے۔ جیسا کہ وہ چودہ صدی پیشتر تھی۔

جس زبان میں اس قدر قوت حیات موجود ہے۔ اس کا انتخاب میں آجانا بالکل ایک فطری امر تھا۔

عربی زبان کی تعریف یورومین مورخ سے

ایس۔ پی سکاٹ جس نے بیس سال سے زیادہ عرصہ عربوں کی عادات و خصائل پر غور کرنے میں صرف کیا ہے۔ اپنی کتاب اخبار الاندلس میں کہتا ہے[1]۔

عربی زبان کی شیرینی۔ اس کی حیات بخش قوۃ۔ اس کا رسیلا پن۔ اس کے استعارات کی کثرت بوقلمونی نے اسے شاعری کے لئے اتنا موزون بنا دیا ہے۔ کہ یہ درجہ دنیا کی کسی اور زبان کو بہت کم حاصل ہے۔ کوئی لفظ۔ کوئی محاورہ ایسا نہیں جو خوبصورتی اور لطافت کے ساتھ نظم میں موزوں نہ ہو جائے۔

نثر و نظم و موسیقی کا معیار اور عربی۔

اس کی نثر میں نظم کا مزہ آتا ہے۔ اور اس کی نظم جیسا کہ اوزان عروض پر پوری اترتی ہے۔ ویسے ہی قواعد موسیقی کے پورا

---

[1] منشی محمد خلیل الرحمن صاحب سپرنٹنڈنٹ دفتر ایجنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور نے اس کتاب کا مکمل اردو ترجمہ چھاپ دیا ہے۔ ۱۲

کرنے میں بھی کامل ہے۔

صرف ونحو کی تکمیل

میں کہتا ہوں کہ علم الالسنہ کے عالمانِ زمانۂ حال پر یہ بات روشن ہو چکی ہے کہ عربی زبان کی صرف ونحو وسیع ومکمل ہے۔ اس کے لغات کثیر التعداد اور کثیر المعانی ہیں۔ اظہار جذبات کی اُس میں بہت بڑی وسعت ہے۔

عربی مصادر تین حروف سے

عربی دان جانتا ہے۔ کہ تمام عربی مصادر کا مادہ سہ حرفی لفظ ہوتا ہے۔ اب یہ بھی جان لینا چاہئے۔ کہ اس سہ حرفی لفظ کی ترتیب ایسے طریق پر رکھی گئی ہے۔ کہ جب اُنہی حروف میں تقدیم وتاخیر وتقلیب کردی جائی تو اُس سے دوسرے تیسرے۔ چوتھے۔ پانچویں۔ چھٹے درجہ تک مختلف معانی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

۱۔ مثلاً س۔ ل۔ ب تین حروف ہیں۔ اس سے سلب اور سبل لبس اور لسب بلس اور بسل چھ الفاظ بن گئے ہیں اور سب بامعنی ہیں۔

ایک مصدر کے حروف سے ۶ مصادر۔

۲۔ مثلاً ع۔ ر۔ ب تین حروف ہیں۔ اس سے عرب عبر۔ رعب۔ ربع۔ بعر۔ برع۔ چھ الفاظ بامعنی مروّج ہیں۔

۳۔ مثلاً ق۔ م۔ ر تین حروف ہیں۔ اس سے قمر۔ قرم۔ مقر۔ مرق رمق۔ رقم۔ الفاظ بامعنی موجود ہیں۔

۴۔ ر۔ ط۔ ب۔ ۳ حروف ہیں۔ اس سے رطب۔ ربط۔ طرب۔ اور طبر۔ اور برط و بطر سب بامعنی الفاظ ہیں۔ اور زبان پر جاری ہیں۔

۵۔ ح۔ م۔ ل۔ ۳ حروف ہیں۔ اس سے حمل۔ حلم۔ ملح۔ محل۔ لمح۔ لحم بامعنی الفاظ جاری ہیں۔

۶۔ مثلاً س۔ ل۔ م ۳ حروف ہیں۔ اس سے سلم۔ سمل۔ لسم۔ لمس۔

ستمل۔ ملتس۔ بامعنی الفاظ لغات میں موجود ہیں۔

ایسی مثالیں سینکڑوں کی تعداد میں تلاش سے مل سکتی ہیں۔

اس سے بڑھ کر یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ عربی زبان میں خاص خاص معانی کے لئے۔

خاص معنی کے لئے خاص حرف کی خصوصیت

حروف کی خاص خاص خصوصیات ہیں۔ اور اُن حروف کو اُنہی خصوصیات کی وجہ سے اصل مادّہ میں شامل کیا گیا ہے۔

حرف م کی خصوصیت

مثلاً حرف م میں معنی جمعیت کی خصوصیّت ودیعت کی گئی ہے اور وہ بھی اس لئے کہ خود حرف مذکور کا تلفظ اس معنی کا خواستگار تھا۔ دیکھو اس کے ادا کرنے میں ہونٹ مل جاتے ہیں۔ اب اُن الفاظ پر غور کرو۔ جن میں حرف م آتا ہے۔

مثلاً اُمّ ماں یا درخت کے تنہ کو کہتے ہیں۔ بچّے اپنی ماں سے۔ اور شاخیں اپنے تنہ سے جمعیّت پاتی ہیں۔

مثلاً توام۔ وہ دو بچے۔ جو ایک پیٹ میں ایک وقت رہے ہوں۔

ہَمّ ... وہ فکر جو انسان کے دل میں جم جائے۔

ضمّ ... ایک شے کا دوسرے کے ساتھ مل جانا۔

امام ... وہ شخص جس پر جماعت کا اجتماع ہو جائے۔

تمام ... وہ حالت جو جملہ اجزاء کی جامع ہو۔

حرف الف کی خصوصیت

اسی طرح حرف الف پر خیال کرو۔ اس کے ادا کرتے ہوئے آواز میں مَدّ پیدا ہوتی ہے۔ اس کی یہ خصوصیت معانئ الفاظ میں بھی جلوہ گر رہتی ہے۔

طویل کے معنی ہیں لمبا۔ لیکن طوال کے معنی ہیں بہت لمبا۔ یہ ترقّی

صرف الف کی وجہ سے ہوئی۔ کبیر کے معنی ہیں بڑا۔ لیکن کبار کے معنے بہت بڑا۔ یہ حرف الف ہی کی فیض بخشی ہے۔

اعراب کا اثر معانی پر | آپ اس سے بھی آگے بڑھیں۔ کہ عربی زبان میں حرکات (ضمہ۔ کسرہ۔ فتحہ) سے بھی الفاظ کا کام لیا گیا ہے۔ دیکھو۔ فعلت ایک لفظ ہے فتحہ تا سے مخاطب مذکر۔ کسرہ تاء سے مخاطب مؤنث۔ ضمہ تا سے واحد متکلم۔ اور جزم تا سے غائب مؤنث کے معنی دیتا ہے۔

اعراب کی طاقتیں | اس کے بعد یہ بھی یاد رکھیئے۔ کہ حرکات میں ضعف وقوت کی تقسیم ہے۔ ضمہ قوی تر ہے۔ پھر کسرہ۔ پھر فتحہ۔

یہ تقسیم خیالی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔ کیونکہ حرکات کی اس ضعف وقوۃ کا اثر الفاظ کے معانی پر بھی ہوتا ہے۔

غور کرو۔

حَمل۔ بالفتح۔ ایسا بوجھ۔ جس کا اُٹھانا ناگوار نہ ہو۔ ماوہ کے پیٹ کا بچّہ۔ یا درخت کا پھل۔

حِمل۔ بکسر۔ ایسا بوجھ۔ جس کا اُٹھانا دشوار ہو۔ (فَلَہٗ حِمْلُ بَعِیْرٍ)[۱]

چونکہ کسرہ بہ نسبت فتحہ قوی ہے۔ اس لئے کسرہ نے معنی میں اتنی قوت پیدا کر دی۔

سَبْق۔ بفتح اوّل وجزم ثانی۔ دوڑ۔ سَبَق بفتحتین۔ وہ روپیہ جو دوڑ کی شرط پر لگایا جاتا ہے۔

دوڑنا آسان ہے۔ مگر دوڑ کی شرط کا روپیہ ادا کرنا دشوار ہوتا ہے۔

پہلے لغت میں جزم ہے۔ دوسرے میں فتحہ۔ اس لئے ہر دو معنی میں تفاوت

---

[۱] اتنا غلہ دیا جاویگا۔ کہ ایک مضبوط اونٹ بمشکل اُٹھا سکے۔ آیت سورہ یوسف میں ہے۔ ۱۲

ہو گیا۔

حب۔ بالضم محبّت۔ اور بہ کسر محبوب کو کہتے ہیں۔ محبّت کی برداشت دشوار ہے۔ مگر خود محبوب کبھی بارِ خاطر نہیں ہوتا۔

معنی میں یہ لطافت ضمہ اور کسرہ کے تفاوتِ قوۃ نے پیدا کر دی ہے۔

الغرض۔ عربی زبان کے ایسے ایسے اسرار ہیں۔ جن سے دنیا بھر کی تمام السنہ کے خزانے خالی ہیں۔ بلکہ ان امور سے ماہرینِ السنۂ دیگر کے کان بھی ناآشنا ہیں۔

حروف و حرکات کا معانی سے اور معانی کا حروف و حرکات سے تعلق۔

اگر کوئی شخص عربی تہجّی کے ہر ایک جُداگانہ حرف کے خواص سے واقف ہو جائے۔ اور اُس مناسبت کا علم بھی اُسے ہو جائے۔ جو حرکات کو الفاظ و معانی کے ساتھ ہے۔ تو اُسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ کسی معنی کے لئے کسی لفظ کا اختراع اور اُس لفظ کے انہی حروف کا اختصاص بالکل دلائل پر مبنی ہے۔ اور یہ ایسے دلائل ہیں۔ جو باور کرا دیتے ہیں کہ ٹھیک ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔

اس معنی کے لئے یہی لفظ اور اس لفظ کے لئے یہی حروف۔ اور ان حروف کے لئے انہی حرکات کا ہونا ضروری۔ و ناگزیر تھا۔

ابن جنّی کا قول

علامہ ابو الفتح عثمان بن جنّی (ولادت ۳۳۰ھ۔ وفات ۲۸ صفر ۳۹۲ھ) کا قول ہے۔ کہ بارہا ایسا ہُوا ہے۔ کہ میں نے کوئی ایسا لفظ سُنا جس کے معنی معلوم نہ تھے۔ تب میں اُس لفظ کی حروف پہ اور حروف کی طاقت پر اور اُس مناسبت پر جو حروف کو معانی سے ہے۔ غور کرتا۔ اور پھر اپنی ہی فہم سے اُس لفظ کے ایک معنی قائم کر لیتا تھا۔ من بعد تحقیق اُس کے وہی معنی ثابت ہُوا کرتے تھے۔

علامہ ابن تیمیہ

علامہ ابن تیمیہ رحمہ کی بابت ایسا ہی بیان کیا گیا ہے۔

ان نظائر سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ عربی زبان کے ایک ایک لفظ کی بناوٹ میں کس قدر۔ خوض۔ اور غور۔ اور تعمق سے کام لیا گیا۔ اور مناسبات وضروریات کا کتنا اندازہ لگایا گیا ہے۔ تب کوئی (سہ حرفی) لفظ بطور مادہ کے قائم کیا گیا ہے۔

صرف کبیر آپ اس سے بھی آگے قدم رکھیں۔ اور اُس ایک لفظ کی صرف کبیر پر غور کریں۔ تب معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہ ایک لفظ کیا ہے۔ یہ تو ۹۶ الفاظ کا مورث اعلیٰ ہے۔

اشتقاق صغیر اب آپ صرف کبیر ہی کو دیکھ کر تھم نہ جائیں۔ اور تھک نہ جائیں کیونکہ علماء لغت کے نزدیک تو اس صرف کبیر کا نام بھی اشتقاق صغیر ہے اس کے بعد اشتقاق اوسط اور پھر اشتقاق اکبر کا درجہ آتا ہے۔ اور اس طرح عربی الفاظ کے خاندان کا وسیع تعلق دیگر الفاظ کے ساتھ وسعت پذیر ہوتا جاتا ہے

اشتقاق صغیر کی تعریف تو صرف کبیر کے لفظ سے سمجھ میں آگئی ہوگی۔ بہتر ہے۔ کہ اشتقاق اوسط و اکبر کی مختصر تعریف لکھ دی جائے۔

اشتقاق اوسط اشتقاق اوسط یہ ہے۔ کہ ایسے دو لفظ پائے جائیں جن کے حروف تو وہی ہوں۔ مگر ترتیب وہ نہ ہو۔ مثلاً قصد۔ اور صدق)۔ با ایں ہمہ دونوں کے معانی میں ایک وجہ اشتراک موجود ہو۔

اشتقاق اکبر اشتقاق اکبر یہ ہے۔ کہ الفاظ میں بعض حروف کے اعتبار سے اتفاق لفظی۔ اور بعض دیگر کے لحاظ سے اتفاق فی الجنس پایا جاتا ہو۔ مثلاً حزر عزر۔ ازر پر غور کرو۔ ہر سہ لغات میں حروف حلقی کی شمولیت پائی جاتی ہے اور اسی لئے ہر ایک کے معنی میں شدت وقوت کا مفہوم موجود ہے۔

جامعیت ابواب لفظ واحد کی بحث کی طرف پھر غور فرمائیے۔ جب آپ اُن

خواص کو معلوم کریں گے۔ جو ہر ایک مزید فیہ باب میں منتقل ہو جانے سے اُس لفظ کے اندر پیدا ہو گئے ہیں۔ تب آپ کو پتہ چل جائیگا۔ کہ یہ ایک لفظ کیا ہے۔ یہ تو ایسا خزانہ ہے۔ جس میں جذبات و کیفیات و تاثیراتِ انفسی و آفاقی کو جمع کر دیا گیا ہے۔

ایک لفظ کے معانی کثیرہ اور وجہ اشتراک

زبان عربی کے حالات کی تفتیش میں آپ کو یہ بھی معلوم ہو گا۔ کہ اس میں ایسے الفاظ بھی موجود ہیں۔ کہ ایک ایک لفظ معانی کثیرہ پر حاوی ہے۔ مثلاً عین۔ جس کے معنی آفتاب۔ چشمہ۔ زر مسکوک۔ آنکھ وغیرہ (۵۱) ہیں۔ اور باوجود اس کثرت معانی کی بھی ان سب میں ایک ایسی وحدت بھی موجود ہے۔ جو جملہ معانی کے لئے بطور وجہ مشترک ہے۔

الفاظ کثیرہ کا مدلول واحد اور عدم اشتراک

اس زبان میں ایسے الفاظ بھی موجود ہیں۔ جو آت و اُلوف کی تعداد میں ہیں۔ اور معنی واحد۔ یا شے واحد پر دلالت کرتے ہیں۔ اور باوجود ایک وجہ مشترک پائے جانے کے ہر ایک لفظ میں ایک ایسا مابہ الامتیاز موجود ہے۔ جو اُسے ایک مستقل لفظ بنائی ہوئی ہے۔ مثلاً مثلاً عربی زبان میں شہد کے لئے (۸۰) سانپ کے لئے دو سو۔ شیر کے لئے (۵۰۰) تلوار کے لئے ہزار نام موجود ہیں۔ تاہم ہر ایک نام اپنے اندر ایک جُداگانہ صفت رکھتا ہو گا۔

کثرت و قلت لغات حسب ضرورت تمدن

جب آپ تمدن کے اصول سے اس کثرت و قلت لغات پر نظر ڈالیں گے۔ تو منکشف ہو گا۔ کہ اس کا مدار بھی ضروریات انسانی اور خصوصیات قومی پر ہے۔ وہ اشیا جس کی کاروبار زندگی میں زیادہ ضرورت ہے۔ اُس کے لئے لغات بھی وافر ہیں۔ اور جس کی احتیاج محدود ہے۔ اس کے لئے الفاظ بھی کمتر ہیں۔

حروف تہجی۔ مخارج وصوت و بیان میں ہمہ گیری۔

ان محاسن پر یہ بھی مزید ہے۔ کہ عربی تہجی کے الفاظ دنیا کی سب مشہور ترین السنہ کی تہجی سے کم ہیں۔ اور باوجود کمی۔ جس قدر حروف موجود ہیں۔ وہ نقل صوت اور سہولت بیان اور اصول مخارج کے لحاظ سے سب زبانوں سے زیادہ ہمہ گیر ہیں۔

عربی زبان خالص ہے توحید خالص کے لئے یہی موزون

ان جملہ اوصاف عالیہ کے بعد یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ عربی زبان خود مستقل زبان ہے۔ وہ نہ کسی دوسری زبان سے مستخرج ہے۔ اور نہ ہی کسی دوسری زبان سے مرکب ہے۔ فی الحقیقت توحید خالص کے بیان کے لئے ایسی ہی خالص زبان کا ہونا بھی لابدی تھا۔

یہ ہیں :۔ مختصراً وہ خصوصیات و محاسن جو عربی زبان کو دنیا کی سب زبانوں سے ممتاز و برتر ٹھراتی ہیں" اور ان جملہ امور پر عبور کرنے سے بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جملہ اہل عالم پر یہ بھی احسان عظیم ہے۔ کہ اس نے اپنے آخری پیغام اور کلام کے واسطے عربی زبان کو انتخاب فرمایا۔

تَعْقِلُوْنَ ... عقل سے ہے۔ عقل کے معنی فہم و ادراک و تدبر ہیں۔ قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے کے لئے فہم و ادراک و تدبر ہی کی ازبس ضرورت

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝

اے پیغمبر۔ ہم وحی قرآنی میں تم سے ان واقعات کا بیان اچھی طرح کرتے ہیں۔ اگرچہ تو اس سے پیشتر ان سے لاپرواہ تھا۔

نَقُصُّ .... رقص اثرہٗ قصًا و قصصًا) کسی شے کی دریافت کے لئے پیچھے پیچھے چلنا۔ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا

وہ دونوں اپنے نشان قدم پر واپس ہوئے۔

احسن القصص

اَحْسَنَ الْقَصَصِ۔ بیان کا بہترین طریق۔ عام لوگ قَصَص بفتح کو قِصَص بکسرِ ق سمجھ لیتے ہیں۔ اور مطلب یہ سمجھتے ہیں۔ کہ خوبصورت قصہ بیان کیا جائیگا۔ مگر سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ لفظ اَحْسَن کا تعلق تو بیان سے ہے۔ نہ کہ کسی داستان سے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرغوب مضامین

لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ۔ غَفَلَ عَنْہُ اُس کام کو چھوڑ دیا۔ غافل لا پرواہ۔ آیت بالا سے ثابت ہوا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا میلانِ طبع لوگوں کو دلچسپ قصے سُنانا اور سُننے والوں کے دلوں کو یوں لبھانا ہرگز نہ تھا۔ حضور کی تمام تر توجہ تو مسائل توحید۔ وحشر و نشر۔ بیان اعمال صالحہ۔ تزکیہ قلب و تہذیب اخلاق عالم پر مبذول تھی۔

واقعات بشری سے استدلال

قرآن مجید میں بھی جن واقعات بشری کا بیان ہوا ہے وہ بطور قصہ یا تاریخ نہیں۔ بلکہ استدلال و استناد کے طریق پر اُن کا مذکور ہوا ہے

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ۔

جب یوسفؑ نے اپنے باپ سے کہا۔ پیارے باپ میں نے ۱۱ تارے اور چاند اور سورج کو خواب میں دیکھا۔ کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں+

اسم یوسف کا عربی ترجمہ

یوسف عبری زبان کا نام ہے۔ عربی میں اس کا ترجمہ "مزید" ہے ان کی پیدائش کے وقت ماں نے کہا تھا۔ کہ اللہ مجھے اور بھی بیٹا دے گا۔

یوسف علیہ السلام کی مختصر سوانح

یوسف علیہ السلام ۱۷ سال کے تھے۔ جب چاہ میں گرائے گئے تین شب چاہ میں رہے۔ چھ سال عزیز مصر کے گھر۔ سات

سال زندان میں۔ ۳۰ سال کی عمر تھی۔ جب مصر کے حاکم مطلق بنے۔ ۴۰ سال کی عمر تھی۔ جب باپ سے مصر میں ملاقات ہوئی۔ ہشتاد سال فرمان روائی کی۔ ۱۱۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ پوتے اور پڑپوتے دیکھے۔ مصر میں مدفون ہوئے موسٰی علیہ السلام نے خروج از مصر کے وقت ان کے تابوت کو اپنے ساتھ لیا۔ یوشع بن نون علیہ السلام نے اُس تابوت کو اُن کے جدی گورستان میں دفن کیا۔

صحیح بخاری کی روایت عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں ہے۔ کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلکریم بن الکریم بن الکریم بن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراھیم علیھم وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام۔

لِاَبِیْہِ ۔ ۔ اپنے باپ (یعقوب علیہ السلام) سے

اَبَتِ ۔ ۔ اصل میں "ابی" ہے۔ ی کو ت سے بدل دیا ہے۔

اَحَدَ عَشَرَ ۔ گیارہ۔ ابن جریر نے بروایت عبدالرحمٰن بن سابط بیان کیا ہے۔ کہ بُستانہ یہودی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم سے ان گیارہ ستاروں کے نام پوچھے تھے۔ اور حضورؐ نے اُسے وہ نام بتلا دئے تھے۔ جو روایت مذکورہ میں درج ہیں۔ بیہقی نے دلائل میں حافظ ابو یعلی نے اور ابوبکر بزار نے اپنی اپنی مسند میں۔ ابن ابی حاتم نے تفسیر میں اس روایت کو درج کیا ہے۔ ان جملہ روایات میں حکم بن ظہیر راوی آتا ہے۔ ائمہ حدیث نے اُسے ترک کر دیا ہے۔ جرجانی نے اُسے ساقط الاعتبار بتایا ہے۔ یہی حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے۔ مگر اُس روایت میں بھی یہی حکم بن ظہیر شامل ہے۔

کَوْکَبًا ۔ کوکب۔ بجلی۔ بجلی کی چمک۔ غُلَامٌ کَوکَبٌ۔ روشن چہرہ نوجوان کَوْکَبٌ روشن ستارہ۔ یہی مراد ہے۔

شَمْس ۔ سورج۔ یہ اسم شماس سے بنایا گیا ہے۔ شماس کے معنی

امتناع ہیں۔ شماس الدابہ۔ گھوڑے کا سوار کو چڑھنے نہ دینا۔ چونکہ آفتاب کی روشنی آنکھ کو اُس کی طرف دیکھنے سے روکتی ہے۔ اس لئے اِس کا نام شمس رکھا گیا۔ یہ شمس عربی زبان میں مؤنث سماعی ہے۔ اس میں بھی یہ لطافت ہے۔ کہ عورتوں کے حُسن پر نگاہ کرنے سے بھی ہم کو اُن کا احترام روکتا ہے۔

قمر۔ چاند۔ قمرہ سے یہ اسم بنایا ہے۔ قمرہ کے معنی شدت البیاض ہیں۔ سخت سفید کو اسی لئے اقمر کہتے ہیں۔

شمس و قمر کے لغوی معانی پر غور کرو۔ آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ ہر ایک چیز کا نام بھی اُس چیز کی فطری خصوصیات پر تجویز کیا گیا ہے۔ بے وجہ گھڑنت نہیں۔ لغت عرب میں پہلی۔ دوسری۔ تیسری رات کے چاند کا نام ہلال ہے باقی سب تاریخوں پر قمر کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ بدر اُس کی حالت تامہ کا علیحدہ نام بھی ہے۔

سَاجِدِین۔ اصل لغت میں سجدہ کے معنی سر جھکانا ہے۔ اور اظہار خضوع۔ اصطلاحِ شریعت محمدیہ میں پیشانی اور ناک کو زمین پر لگانا۔ اس طرح سے کہ دونوں ہاتھ۔ دونوں گھٹنے۔ اور دونوں پاؤں کی انگلیاں بھی زمین سے لگی ہوئی ہوں۔ رانیں پیٹ سے الگ ہوں۔ اور بازو پہلوؤں سے الگ اس اصطلاح کو اب حقیقت شرعیہ کہا جاتا ہے۔

خوابِ یوسف کیوں قابلِ تعبیر تھا

یوسف علیہ السلام کے خواب کے دو نظارے تھے (۱) اا تاروں اور سورج چاند کو دیکھنا۔ یہ نظارہ اس لئے عجیب تھا۔ کہ سورج کی موجودگی میں تو کوئی تارہ نظر نہیں آیا کرتا۔ اس لئے بھی عجیب تھا۔ کہ آسمان کے لاکھوں تاروں میں سے صرف گیارہ ہی نظر آتے تھے۔ (۲) اس لئے بھی عجیب تھا۔ کہ وہ سب کے سب یوسف علیہ السلام کو

سجدہ بھی کرتے تھے۔ سجدہ کے معنی خواہ لغوی مراد ہیں یا شرعی۔ بہرحال نجوم سماوی کا ایک بشر کے سامنے اس طرح پر جُھک جانا جس سے وہ بشر بھی سمجھ لے۔ کہ اُن کا جُھکنا اسی شخص کی تعظیم کے لئے ہے بالضرور عجیب تھا۔

ان دو نظاروں کی وجہ سے ہی "رَاَیْتُ" اوّل کے بعد استیناناً بار ثانی رَاَیْتُھُمْ" لایا گیا ہے۔ اور چونکہ سجدہ کرنا ذوی العقول کا فعل ہے۔ اسلئے ساجدین کے لفظ سے بیان کیا گیا۔

یہی دونوں امر تھے۔ کہ یوسف علیہ السلام نے خواب کو اس قابل سمجھا کہ نبی اللہ یعقوب علیہ السلام کے سامنے بیان کریں۔

احادیث میں خواب کے متعلق چند آداب۔

احادیث پاک میں خواب کے متعلق چند آداب بتلائے گئے ہیں۔

(۱) اگر کوئی شخص بُرا خواب دیکھے۔ تو اُسی وقت تھوک دے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ الخ پڑھے۔ اور کروٹ بدل لے۔ اُس کا ذکر بھی کسی سے نہ کرے۔ اللہ تعالےٰ اُسے بُرے خواب کی تاثیر سے محفوظ رکھیگا۔

(۲) اگر اچھا خواب دیکھے۔ تو کسی عاقل۔ عالم۔ خیرخواہ سے بیان کرے۔

(۳) تعبیر بتانے والے کو لازم ہے۔ کہ تعبیر سوچ سمجھ کر بیان کرے۔ اور بُری تاویل زبان پر لانے سے احتراز کرے۔

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ وَكَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَیُعَلِّمُكَ

یعقوبؑ نے کہا۔ بیٹا۔ اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا۔ پھر تو وہ تیرے لئے بد اندیشی کریں گے شیطان تو انسان کا ضرور کُھلا دشمن ہے۔ تیرا خدا تجھے اسی طرح (جیسا کہ یہ

مِنْ تَأْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

اعلیٰ خواب دکھلایا ہے) برگزیدہ بنائیگا اور علم تعبیر خواب سکھلائیگا۔ اور اپنی نعمت کو تجھ پر اور آل یعقوب پر پورا کریگا۔ جیسا کہ اُس نے قبل ازیں تیرے بابا اسحٰق و ابراہیم پر نعمت کا اتمام کیا تھا۔ تیرا رب تو جاننے والا حکمت والا ہے

بُنَیَّ ۔ تصغیر ہے۔ پیار اور شفقت کا اس سے اظہار ہوتا ہے۔

رُؤیا۔ مصدر ہے۔ جیسے بُشریٰ و سُقیا۔ اب مصدر بمعنی اسم مستعمل ہے۔ اور ہر ایک شے۔ جو انسان خواب میں دیکھتا ہے۔ اُس پر اِس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ خواب۔ سپنا۔ رؤیا کی چند اقسام ہیں۔

خواب کی قسم اول

الف:۔ وہ خواب جو ہضم کی خرابی اور فساد معدہ سے نظر آتے ہیں۔ ایسے خوابوں میں عموماً اُس خلط کا غلبہ شامل ہوتا ہے۔ جو خواب دیکھنے والے کے مزاج میں غالب ہوتی ہے۔ صفراوی مزاج والا تلوار۔ نیزہ۔ آگ پیاس سخت دھوپ۔ وغیرہ دیکھتا ہے۔ سوداوی مزاج سانپ تاریکی شب۔ ظلمات۔ عفونت۔ وغیرہ دیکھتا ہے۔ بلغمی مزاج پانی۔ بارش۔ سردی۔ وغیرہ دیکھتا ہے۔

خواب کی قسم دوم

ب:۔ وہ خواب جو قوت متخیلہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ دیکھی ہوئی۔ یا پڑھی ہوئی یا سُنی ہوئی چیزوں کے متعلق جو تخیلات حس مشترکہ میں رہ جاتے ہیں۔ اُن پر حس مشترکہ اپنا تصرف کرتی۔ اور مختلف اجزاء سے واحد شے بنا لیتی ہے۔ مثلاً ہاتھی کا قصہ پڑھا تھا۔ خواب میں ایسا شیر دیکھے جس پر ہاتھی کی طرح سواری کی گئی ہو۔ یا انسان دیکھے جس کا سر ہاتھی جیسا

ہو۔ یا ہاتھی دیکھے۔ جو انسان کی طرح دو پاؤں پر چلتا ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

ایسے خوابات میں واقعات کا کوئی تسلسل نہیں ہوتا۔ سب باتیں بے جوڑ بے ربط ہوتی ہیں۔ لیکن اُس کا ہر ایک جزو ایسا ہوتا ہے۔ جو پہلے سے متخیلہ میں موجود ہو۔ مثلاً انسان کے جسم پر ہاتھی کا سر۔ چونکہ حس مشترک میں انسان اور ہاتھی دونوں کی صورت موجود تھی۔ اس لئے اُس نے اپنا تصرّف اتنا کر دیا۔ کہ ایک کا دھڑ دوسرے کے سر سے ملا دیا۔ ایسے خواب ہی "خواب پریشان" یا "اضغاثِ احلام" کہلاتے ہیں۔

[illegible]

(ج) تیسری قسم وہ ہے۔ جس میں معانی مُجرّدہ کو صُوَرِ متشابہ میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ روح انسانی جو غیر مادی نورانی ہے۔ اُس کا تعلق عالم روحانیات سے قائم رہتا ہے۔ اور چونکہ روح خود اس عالم سے ہے۔ اس لئے ان علوم روحانی کا تمثل صور ہیکلی ہی میں متمثل ہونے کے بعد روح پر آشکار ہُوا کرتا ہے۔

پس سچا خواب وہ ہے۔ جو روح پر عالم روحانی سے القا ہُوا ہو۔ ایسے خواب مختصر۔ مسلسل موزون ہوتے ہیں۔ اور بیداری کے بعد بھی اُن کی ایک خاص کیفیّت قلب پر رہتی ہے۔

ایک ماہر علم تعبیر خواب کو سُنتے ہی معلوم کر سکتا ہے۔ کہ یہ خواب پریشان ہے۔ یا رؤیائے صادق ہے۔

مبشراۃ

یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ رویائے صادقہ ہی کو حدیث نبوی میں مُبَشّراۃ بتلایا ہے۔ اور رویائے صادقہ ہی کو نبوۃ کا چھیالیسواں حصّہ فرمایا گیا ہے۔

رویائے صادقہ اور نبوت کا ۱/۴۶ حصّہ

چھیالیسویں حصّہ کے یہ معنی نہیں۔ کہ جسے سچّے خواب آتے ہیں وہ نبوّت کے ۱/۴۶ حصہ کا مالک ہوتا ہے۔ بلکہ رویائے صادقہ

کے مقابلہ میں صداقت نبوت کی برتری کا بیان ہے۔ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا آغاز بھی رویائے صادقہ ہی سے ہوا تھا۔ اور ۶ ماہ کا زمانہ ایسا ہی تھا۔ کہ رات کو آنحضور صلعم جو خواب دیکھ لیتے۔ وہی دن میں علانیہ ظہور میں آجاتا۔

انبیاء کے خواب یکی از اقسام وحی ہیں۔

اب یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی کی ایک قسم ہیں۔ اور اس لئے یہ ممکن نہیں۔ کہ اُس کی تعبیر غلط ہو سکے۔ اللہ تعالٰے نے قرآن مجید میں سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابوں کا ذکر فرمایا ہے۔ سیدنا ابراہیم کا خواب ہے۔

یَا بُنَیَّ اِنِّیۡ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی

"اے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا۔ گویا میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ تم اس خواب پر غور کرو"

خواب ابراہیم علیہ السلام

سیدنا ابراہیم صلعم نے فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی کہہ کر بیٹے کو وسعت تعبیر اور آزادی رائے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ بیٹا سمجھتا ہے۔ کہ باپ نبی اللہ ہے۔ اور نبی کا خواب قسمے از وحی ہوتا ہے۔ وہ سمجھ جاتا ہے کہ چونکہ فعل ذبح خود اس کی ذات پر واقع ہوتا ہے۔ اس لئے باپ کا مقصود فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی سے فرزند کی رضا بہ تعمیل خدا معلوم کر لینا ہے۔ بیٹا اصل فطرت میں نبی ہے۔ نبی زادہ ہے۔ فطرت طاہرہ کا مالک ہے۔ اس لئے جھٹ کہہ دیتا ہے۔ یَاۤ اَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ[ل] قابل غور یہ ہے۔ کہ جس شے کو اسمعیل علیہ السلام نے مَا تُؤۡمَرُ سے تعبیر کیا۔ یہ وہی ہے۔

ل اے پیارے باپ آپ وہی کریں۔ جو حکم آپ کو ملا ہے ۱۲۔

جیسے خلیل الرحمٰن نے آرٰی فِی الْمَنَام فرمایا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے مدینہ میں خواب دیکھا تھا۔ کہ مسلمان احرام باندھے ہوئے بیت اللہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کہ کسی مسلم کا مکہ میں داخل ہونا بالکل بند تھا۔ لیکن یہ خواب پورا ہُوا۔ اور اللہ تعالےٰ نے بھی لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّؤْیَا بِالْحَقِّ [۱] فرما کر اس خواب کے پورا ہونے کی خبر دی۔

خواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ایک نکتہ فہم کے لئے قابل غور یہ ہے۔ کہ ہر دو خواب ٹھیک اُسی مرئی صورت میں پورے ہوئے۔ ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے نہ تو بیٹے کی تعبیر کسی جانور سے کی۔ اور نہ ذبح کی تعبیر کسی اخلاقی ایثار سے فرمائی۔ بلکہ ذبح کو ذبح ہی قرار دیا۔ اور بیٹے سے بیٹا ہی سمجھا۔ اور اس لئے فرزند کو زمین پر گرا کر چھری اُس کی گردن پر رکھ دی۔ دوسرے خواب میں مسجد الحرام سے مسجد الحرام ہی سمجھی گئی۔ تحلیق اور تقصیر (سر منڈانے یا بال کٹانے) سے مراد تحلیق و تقصیر ہی سمجھی گئی۔ پس انبیاء علیہم السلام کے خواب میں صالحین اُمت کے خوابات سے یہ برتری ہوتی ہے۔ کہ ان میں تاویل کی گنجائش کم ہوتی ہے۔ اور وہ اکثر اپنی مرئی صورت ہی پر ظہور پذیر ہُوا کرتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے جس وقت یہ خواب دیکھا تھا۔ اُس وقت وہ نبوت پر مبعوث نہ ہوئے تھے۔ مگر فطرت کی طہارت۔ اور بالقُوٰی استعداد نبوت میں وہ اپنے دادا سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام ہی کے مماثل تھے۔

خواب یوسف صدیق میں تھوڑی سی تعبیر ہوئی۔

ان کے خواب میں ذرا سی تعبیر ہوئی ہے۔ کیونکہ خواب کی صورت مرئیہ ہی تعبیر کی خواہاں تھی۔ وجہ یہ ہے کہ سجدہ کرنا

[۱] اللہ نے اپنے رسول کا خواب ٹھیک پورا کر دیا۔ ۱۲

ذوی العقول کا کام ہے۔ اور جب کوئی ایسا کام جو ذوی العقول سے خاص ہو۔ خواب میں کسی غیر ذوی العقول کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔ تب ضرورۃً وہ صورتِ خواب تعبیر طلب ہو جاتی ہے۔

اِن ضروری مباحث کے بعد تفسیر کی جانب آیئے۔

اِخْوَتِکَ ۔ اِخوۃ۔ اَخ کی جمع ہے۔ اِخوان بھی اَخ کی جمع ہے۔ فرق یہ ہے۔ کہ اِخوۃ نسب کے بھائیوں کے لئے۔ اور اِخوان برادرانِ محبت کے لئے مستعمل ہے۔ مثل ہے اخوان الوداد خیرٌ مِن اِخوۃِ الولادِ

یَکِیْدُوْا ۔ کید سے ہے۔ کید کے معنی فریب ہیں۔ اور جب ل کے صلہ کے ساتھ آتا ہے۔ تو حیلہ کرنا۔ جنگ کرنا۔ ارادہ بد کرنا مراد ہوتا ہے۔ یَکِیدُوا لَکَ کے یہی معنی ہیں۔ کہ تیرے بھائی تیرے بداندیش بن جائینگے۔

الشَّیْطَانَ ۔ شطن سے بنا ہے۔ شیطان کے لغوی معنی سانپ۔ اور سرکش و نافرمان ہیں۔ الشیطان ابلیس لعین کا عَلَم ہے۔

یَجْتَبِیْکَ ۔ اجتباء سے ہے۔ اس کا مادہ جَبیٌ ہے جس کے معنی جمع کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ یُجْبیٰ اِلَیْہِ ثمرات کل شیٔ (قصص) اجتباء کے معنی پسند کرنا۔ برگزیدہ کرنا ہے۔

تَاْوِیْل ۔ آل اَوْلاً سے ہے۔ اَوْل کے معنی رجوع کرنا ہے۔ اور تاویل کے معنی مُحتملاتِ کلام میں سے احتمالِ قوی کا بیان کر دینا ہے۔

اَلْاَحَادِیْث ۔ اُحدوثۃ کی جمع ہے۔ جس کی معنی واقعاتِ جدیدہ ہیں۔ تاویل الاحادیث سے مُراد علم الرؤیاء۔ اور فراست صادقہ ہے۔ جس کے ذریعہ سے انسان ہر معاملہ کی کُنہ تک پہنچ جائے۔

آل ۔ وہ متعلقین جو کسی بڑی شخص سے نسبت رکھتے ہوں۔ یہ لفظ کسی

قرآن مجید میں لفظ آل کا استعمال

کم حیثیت شخص کی طرف مضاف نہیں ہوتا۔

آل ابراہیم   سورہ نساء و عمران میں

آل داؤد   سورہ سباء میں

آل لوط   سورہ حجر و نمل و قمر میں۔

آل موسیٰ۔ و آل ہارون۔   سورہ بقر میں۔

آل یعقوب   سورہ یوسف و مریم میں۔

آل فرعون۔ سورہ قصص۔ قمر۔ بقرہ۔ عمران۔ اعراف۔ ابراہیم۔ و مومن میں وارد ہے۔

آل کے لئے قرابت نسب ضروری نہیں

آل میں داخل ہونے کے لئے قرابت نسب ضروری نہیں۔ دیکھو سورہ بقرہ میں ہے۔ وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ[1] اور سورہ ذاریات میں ہے۔ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُ فِی الْیَمِّ[2] پہلی آیت میں آل فرعون اُنہی کو کہا گیا۔ جسے دوسری آیت میں جنود فرعون بتایا گیا ہے۔

قرابتی ضرور آل میں شامل ہیں

لیکن قرابت داران نسب لغت اور عرف میں آل کے اندر ضرور شامل ہوتے ہیں۔ اصطلاح شرعیہ میں آل میں ہونے کے لئے ایمان و عمل صالح کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے نوح علیہ السلام کو اُن کے فرزند کی بابت فرمایا تھا۔ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ[3]۔

عمل بد آل سے خارج کر دیتا ہے

یعقوب علیہ السلام نے خواب سُن کر سمجھ لیا۔ کہ یوسفؑ کی شان کیسی بلند ہونے والی ہے۔ سمجھ لیا۔ کہ اس کا اثر برادرانِ یوسفؑ پر کیا ہوگا۔ یہ سمجھنے کے بعد اُنہوں نے اصل سوال کا جواب دینے سے پیشتر

---

[1] ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا۔ ۱۲ [2] ہم نے فرعون کو اور اُس کے لشکروں کو پکڑا اور اُن کو سمندر میں ڈال دیا۔ ۱۲ [3] یہ تم تیری اہل ہی نہیں۔ کیونکہ اُس کے عمل صالح نہیں سورہ ہود ۱۲

اوّل دفع ضرر کی تدبیر کو مقدم خیال فرمایا۔ اور یہ ارشاد کیا کہ "یہ خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا۔ مبادا کہ وہ بد اندیش بن جائیں"۔

کیونکہ یہ خواب بتلاتا ہے۔ کہ خواہ کوئی شخص آسمان عزّت کا کوکب رخشاں بھی بن جائے۔ تب بھی اُسے یوسف علیہ السلام کے سامنے عاجز و ذلیل ہی ہونا پڑیگا۔ یہ تصور کہ فلاں شخص کے سامنے عاجز و ذلیل ہونا پڑیگا۔ موجب حسد ہے۔ اور حَسَدْ ہی وہ کمینہ صفت ہے جس کا اوّل اوّل ظہور ابلیس سے ہوا۔ وہ آدم علیہ السلام کی عزّت و شرف کو نہ دیکھ سکا۔ اور حسد میں ایسا جل بھُن گیا۔ کہ امرِ الٰہی کی بھی وقعت نہ کی۔

حاسد کو حسد کا موقعہ نہ دو

اس تدبیر سے یعقوب علیہ السلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ جہانتک ممکن ہو۔ حاسد کو حَسَدْ کا موقع نہیں دینا چاہیئے۔ کیونکہ حسد کی مضرات کا اثر بسا اوقات محسود ہی کی ذات پر ہُوا کرتا ہے۔

اس تمہیدی جواب کے بعد یعقوب علیہ السلام نے تین (۳) مترتب ہونے والے نتائج کا بیان بطور تاویل خواب فرمایا۔

الف:۔ خدا تجھے مجتبیٰ بنائے گا۔

اجتباءٔ

لفظ اجتباء کا اطلاق انبیاء علیہم السلام کے حق میں بھی ہُوا ہے۔ اور اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی آیاتِ ذیل پر غور کرو:۔

(۱) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۔ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا (مریم) [ل]

[ل] یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے نعمت فرمائی۔ انبیاء میں سے جو آدم کی ذریت ہیں یا نوح کے ساتھ سوار ہوئے۔ یا جو ابراہیم و اسرائیل کی ذریت ہیں اور جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی اور برگزیدہ کیا۔ ۱۲

(۲) وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ (ج ع ۱۰) ۵ا

آیت زیر تفسیر میں یہی معنی ہیں۔ کہ اللہ تجھے برگزیدہ بنائے گا۔

ب۔ اللہ تجھے اپنی نعمت کامل عطا فرمائیگا۔ جیساکہ اُس نے اسحٰق وابراہیم علیہما السلام پر اتمام نعمت کیا تھا۔

نعمت۔ بلحاظ وضع لغوی نعمت اُس حالت کو کہتے ہیں۔ جس میں انسان لذت گیر ہوتا ہے۔

اتمام نعمت اب ہرایک اُس شے پر اس لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ جو لذّت مسرت کا سبب ہو۔

قرآن مجید میں لفظ نعمت کا استعمال مادی وروحانی۔ اور دنیوی و دینی (ہردو) حالتوں پر کیا گیا ہے فرمایا۔

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً۔ (س لقمان ع۳) خدا نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمیں بھرپور عطا کیں۔

وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ (س مزمل) مجھے اور اُن نعمت والوں کو جو جھٹلانے والے ہیں۔ سمجھ لینے دے۔

لیکن جس جگہ کسی دینی یا روحانی یا شرف اصلی کا ذکر ہوتا ہے۔ اس جگہ اللہ تعالےٰ نے اس لفظ کو اپنی طرف مضاف فرمایا ہے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (س ابراھیم) اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو گے تو شمار نہیں کر سکو گے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (والضحیٰ) اپنے پروردگار کی نعمت کا بیان کیا کر۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ (فاتحہ)۔

۵ا اللہ کے حقوق میں جہاد کرو۔ جہاد کرنے کا حق۔ اُس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے۔ ۱۲

ہم کو سیدھی راہ پر لئے چل۔ وہ راہ۔ جو اُن بندوں کی ہے۔ جن پر تو نے انعام کیا۔

مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ (النساء ع۹) — جو کوئی اللہ کی اور محمد رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ اُس کا ساتھ اُن بندوں کے ساتھ ہوگا۔ جن پر خدا نے انعام کیا ہے اور وہ انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کی دعا میں ہے۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ (نمل) — اے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی۔ شکر ادا کیا کروں۔

مسیح علیہ السلام کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِنْ ھُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ (زخرف ع۶) — وہ تو صرف بندہ ہے ہم نے اُسے نعمت دی۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا درجہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی صفت میں باری تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ (احزاب) — اللہ نے بھی اُس پر انعام کیا۔ اور تو نے بھی اُس پر انعام کیا۔

ان جملہ موارد پر تدبّر سے معلوم ہوا۔ کہ یُتِمُّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْكَ کے معنی صرف نبوۃ نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن اس نعمت کا مُشَبَّہٌ بِہٖ اسحٰق و ابراہیم علیہما السلام کی نعمت کو فرمایا گیا ہے۔ اس لئے اب یہی معنی ٹھہرے۔ کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی منصب نبوۃ پر ممتاز فرمائے گا۔

یعقوب علیہ السلام کا حسنِ ادب اس تشبیہ کے وقت یعقوب علیہ السلام نے اپنا نام نہیں لیا۔ اور اُن کا ایسا کرنا ازراہِ تواضع و انکسار ہے کہ آباء کرام کے

پہلو بہ پہلو اپنا ذکر چھوڑ دیا۔ اس سے ہم کو حُسنِ ادب کی تعلیم حاصل کرنی چاہیئے۔

آلِ الرجل

یعقوب علیہ السلام نے اپنے ذکر کے لئے و علیٰ آلِ یعقوب کا لفظ استعمال فرمایا۔ یاد رکھنے کی یہ بات ہے۔ کہ آلِ الرجل میں خود وہ شخص بھی شامل ہُوا کرتا ہے۔

آیت سَلَامٌ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ پر غور کرو۔ یہ جواب اگرچہ سیّدہ سارہ کو دیا گیا تھا۔ مگر اسی قاعدہ سے کہ لفظ اہل البیت میں خود ابراہیم علیہ السلام بھی شامل تھے۔ عَلَیْکُمْ میں ضمیر مذکّر کا استعمال کیا گیا۔

صحیحین میں الفاظ درود

صحیحین کی حدیث بروایت ابو حمید ساعدی میں درود شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ اٰلِ ابراھیم۔ اس کے معنی بھی یہی ہیں ۔کہ کما صلّت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰلِ ابراھیم

یعقوب علیہ السلام نے شرفِ نبوۃِ یوسف کی خبر دے کر اُسے اپنے حق میں بھی نعمت فرمایا ہے۔ کیونکہ اب تک حضرت یعقوبؑ کو نبی اللہ اور ابن نبی اللہ ہونے کا شرف تو ملا ہُوا تھا۔ اب اس خواب سے یقین ہو گیا کہ اُن کو ایک نبی اللہ کے والد ہونے کا اعزاز بھی ملیگا۔

وزن فعیل کے الفاظ کی خصوصیات

عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ " آیت کو علیمٌ حکیم پر ختم کیا گیا ہے۔ یہ بات یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جب وزن مفعول سے عدول کر کے وزن فعیل اختیار کیا جاتا ہے۔ تو اُس سے یہ بتانا مقصود ہوتا ہے۔ کہ صفت بمنزلہ حرارت غریزی اور فطرت جبلی ہو گئی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حبیب بہ نسبت محبوب کے اور حمید بہ نسبت محمود کے زیادہ بلیغ ہے۔

اسماء حسنیٰ کا مدلول آیت سے تعلق

دوسری بات یہ یاد رکھنے کی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے اسماء حُسنیٰ اس اعتبار سے تو سب برابر ہیں۔ کہ ہر ایک اسم پاک انفرادی جان

میں بھی ذات الوہیت پر دلالت قوی رکھتا ہے۔ لیکن پھر بھی ہر ایک اسم اپنے اندر ایک خاص معنی رکھتا ہے۔ اور اُس اسم کا ایک خاص عالم جداگانہ ہوتا ہے اور جو اسم پاک جس آیت میں لایا گیا۔ اُس کو مدلول ومفہوم آیت کے ساتھ تعلق شدید اور مناسبت کُلّی ہوتی ہے۔ اس جگہ علیم حکیم کا لانا انتخاب واجتباء کی وجہ کو ظاہر کر دیتا ہے۔ ان اسماء سے یہ واضح ہو گیا۔ کہ جو علم وحکمت یوسف علیہ السلام کو ملنے والی ہے۔ وہ اُس علیم وحکیم کی طرف سے ہے۔ جو اپنی علم وحکمت سے یہ جانتا ہے۔ کہ کون اس عہدہ عالیہ کا شایان اور موزون ہے۔ قرآن مجید کے دوسرے مقام پر ہے۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ [۱]

فصل برادران یوسفؑ کے عناد کا آغاز

”خود بینی۔ مشورہ۔ یوسفؑ کا چاہ میں گرایا جانا۔ وغیرہ وغیرہ“

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّائِلِيْنَ ۝ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۭ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

یوسف اور اُس کے بھائیوں کے حالات میں سوال کرنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ جب اُنہوں نے آپس میں یہ کہا کہ یوسف اور اُس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں۔ ہمارا باپ تو صریح غلطی میں ہے +

اِخْوَتِهٖ۔ برادران یوسف ۱۰ تھے۔ جو اس مشورہ میں شامل ہوئے۔

۱؎ اللہ ہی کو علم ہے۔ کہ وہ اپنی رسالت کیلئے کسے پسند فرماتا ہے۔

برادران یوسف کے نام مع ان کی والدات کے

از بطن لیاہ بیگم ۶ - روبن - سمعون - لاوی - یہوداہ - اشکار - زبلون -
از بطن زلفہ لونڈی ۲ - جد - آشر -
از بطن بلہا لونڈی ۲ - نفتالی - دان -
یوسف علیہ السلام کے ساتھ بھائی بن یامین شامل مشورہ نہ تھے -

برادران یوسف کی نبوت پر کوئی اسلامی یا اسرائیلی روایت موجود نہیں

اسی مقام پر یہ لکھ دینا ضروری ہے - کہ یعقوب علیہ السلام کے ۱۲ بیٹوں میں سے صرف یوسف علیہ السلام ہی نبی اللہ تھے - باقی ہرگز نبی اللہ نہ تھے - کوئی صحیح اسلامی روایت یا اسرائیلی حکایت اس بارہ میں مروی نہیں - علامہ ابن حزم - ابن کثیر - خازن وغیرہ مفسرین نے نہایت جزم کے ساتھ اس رائے کو بیان کیا ہے - لہذا ہم کو ان لوگوں کے افعال کی جو منہاج نبوت سے دور تھے - تاویل کرنے کی ضرورت نہیں - ابن حزم کتاب الفصل ج ۴ میں لکھتے ہیں - "وان اخوۃ یوسف علیہ السلام لم یکونوا انبیاء ولاجاء قط فی انھم انبیاء نص لا من القرآن ولا من سنۃ صحیحۃ ولا من اجماع ولا من قول احد من الصحابۃ رضی اللہ عنھم اجمعین"

ترجمہ یہ ہے - کہ برادران یوسف علیہ السلام نبی نہ تھے - ان کی نبوت کے متعلق ہرگز - ہرگز کوئی نص موجود نہیں" نہ قرآن سے نہ حدیث سے نہ اجماع سے اور صحابہ کرام میں سے کسی ایک صحابی کا قول بھی اس بارہ میں ثابت نہیں"

یہودیوں نے قریش کو آنحضرت صلعم کا امتحان لینے کو یہ سوالات سکھلائے

لِلسَّائِلِيْنَ - مختلف روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے - کہ یہود نے قریش کو سکھلایا تھا - کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کریں - کہ بنی اسرائیل مصر کیونکر جا پہنچے تھے - مغرور یہود کا خیال تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے تاریخی سوال کا جواب نہ دے سکیں گے -

تب اللہ تعالیٰ نے سورہ یوسف کو نازل فرمایا۔ اور تمام اصلیت کو واضح فرما دیا۔
آیات۔ للسائلین کے معنی یہ بھی ہیں۔ کہ واقعات یوسفی میں قدرت ربانی
حکمت الٰہی۔ فطرت انسانی اور تواریخ بشری کے بہت سے سبق موجود ہیں۔

واقعات کنعان ومصر کو مکہ مدینہ میں دُہرایا جائے گا

اس کے معنی یہ بھی ہیں۔ کہ سائلین خواہ قریش ہیں۔ یا در پردہ یہود ہیں۔ اُن دونوں کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ کہ اب سرزمین مکہ و مدینہ پر وہی واقعات ظہور میں آنے والے ہیں۔ جو کنعان ومصر میں ہوئے تھے۔
ان یہودیوں کو جو اسماعیلی نبی کے بھائی ہیں۔ اور ان قریش کو جو محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت رکھتے ہیں۔ ایک دن حضور صلعم کے سامنے ویسا ہی مطیع و منقاد ہونا پڑیگا۔ جیسا کہ برادران یوسف کو یوسف صدیقؑ کے سامنے اطاعت اُٹھانی پڑی تھی۔

قریش کے لئے ایک لطیف اشارہ یہ بھی ہے۔ کہ آج تم یہودیوں کی محبت پر اعتماد کرتے ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اُن سے مخالفت (عہدو پیمان) کرتے ہو۔ مگر یہ تو وہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے سگے بھائی یوسف صدیق کے ساتھ ظلم و بے وفائی کی تھی۔

قریش کے دس قبائل جو دشمن نبی تھے

ہم نے صراحت کردی ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام کے خلاف مشورہ کرنے والے دسؔ بھائی تھے۔ قریش میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زیادہ حصہ لینے والے دسؔ بطون تھے یعنی بنو مخزوم۔ بنو عدی۔ بنو تیم۔ بنو اسد۔ بنو اُمیہ۔ بنو سہم۔ بنو جمح۔ بنو عبد الدار۔ بنو کعب۔ بنو نوفل۔ نزول سورہ کے بعد یہ سب یکے بعد دیگرے داخل اسلام ہو گئے تھے۔
وَاَخُوْہُ۔ اور یوسف کا بھائی۔ ان کا نام بن یامین تھا۔ ماں نے ان کا نام حالت زچہ میں بنؤنی رکھا تھا۔ جس کے معنی دُکھ درد کا بیٹا ہیں۔ مگر یعقوب علیہ السلام

بن یامین کا نام پہلے بنونی تھا پھر دوسرا رکھنے کے معانی

نے ان کا نام بن یامین رکھا جس کے معنی دہنے ہاتھ کا فرزند ہیں۔ (کتاب پیدائش ۳۵/۱۸) انکی والدہ راحیل بیگم کا انتقال بن یامین کے نفاس ہی میں ہوگیا تھا۔ بن یامین جب مصر میں یوسف علیہ السلام کو ملے۔ تب ان کی عمر تقریباً ۳۸ سال تھے۔ اُس وقت یہ ۱۰ فرزندانِ ذکور کے والد تھے۔

اَحَبُّ۔ ذکر تو یوسف و بن یامین کا تھا۔ مگر اَحَبُّ واحد صیغہ لایا گیا ہے۔ اس کی ایک تو یہ وجہ ہے۔ کہ اَفعل میں واحد اور ما فوق آجاتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ برادران یوسف کا حسد اصلی تو یوسف علیہ السلام ہی کے ساتھ تھا"

فرزندان اسرائیل کا الزام غلط تھا

برادران یوسف نے جو الزام باپ کو لگایا در اصل وہ خیالی تھا۔ ورنہ اللہ کے نبی۔ اور اسرائیل یعقوب علیہ السلام سے یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ ایک یا دو بیٹوں کو حقوق میں زیادہ بڑھا دیتے۔ اور دس بیٹوں کو کم رکھتے۔ صحیح مسلم کی کتاب الھبہ میں ہے کہ بشیر رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند نعمان کو ایک غلام دیا۔ اور اس ہبہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنانا چاہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کہ دوسرے بیٹوں کو بھی اُس نے ایک ایک غلام دیا ہے؟ بشیر بولے نہیں۔ -

تقسیم غیر مساوات پر نبی صلعم کا ارشاد

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں ظلم و جور پر گواہ نہیں بنتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف کی کم سنی اور بن یامین کی طفولیت کی وجہ سے اُن کی غور و پرداخت زیادہ رکھتے ہونگے جس کا نام اُنہوں نے اَحَبِیَّتَ رکھ لیا تھا۔

یہ صاف طور پر آشکار ہے۔ کہ ان دس بھائیوں پر بدوِیّت زیادہ غالب تھی۔ کہ باپ کو بھی اعتراض سے نہ چھوڑا۔ اور نبی اللہ کی شان میں "ضلال مُبین" کا لفظ استعمال کیا۔

محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کا ایثار "حسنین علیہما السلام بمنزلہ دو چشم تھے علی مرتضیٰ کیلئے ابن حنفیہ بمنزلہ بازو"

کاش ان میں محمد (حنفیہ) رضی اللہ عنہ کی سی وسعتِ خاطر کا مادہ موجود ہوتا یہ سید بزرگوار سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ خلافت مرتضوی میں یہی سپہ سالار فوج تھے۔ اور اکثر لڑائیوں میں انہی کو جانے کا حکم ملا کرتا تھا۔ کسی نے ان سے کہا کہ تمہارا باپ حسن و حسین علیہما السلام کو کہیں بھی نہیں بھیجتا۔ اور تم کو ہمیشہ موت کے منہ میں دھکیل دیتا ہے۔ محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حسنین (علیہما السلام) میرے والد کی آنکھیں ہیں۔ اور میں اپنے باپ کا بازو ہوں۔ بازو اور آنکھ کے کام الگ الگ ہوتے ہیں۔

مسلم کیلئے مسئلہ احبیت قابل غور ہے

ایک مسلم باایمان کے لئے قابل غور اَحِبیّت کا مسئلہ ہے۔ ابناء یعقوبؑ کو یہ اعتراض نہ تھا۔ کہ باپ کو یوسف و بن یامین کے ساتھ محبت کیوں ہے۔ اُن کا تو یہ اعتراض تھا۔ کہ ہم سے زیادہ محبت کیوں ہے۔ غور کرو۔ کہ جب ایک بھائی دوسرے بھائی کی احبیت نہیں دیکھ سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ کیونکر گوارا کر سکتا ہے۔ کہ اُس کے بندہ کی محبت دیگر اشیاء کے ساتھ بمقابلہ محبت اللہ بڑھی ہوئی ہو۔ قرآن مجید میں صاف طور پر فرما دیا گیا ہے۔

حکم قرآنی مسئلہ احبیت پر

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (سورہ توبہ ع ۳)

ترجمہ۔ مومنو سے کہہ دیجئے۔ کہ اگر تم کو تمہارے ماں باپ۔ بیٹا بیٹی بہن بھائی شوہر بیوی۔ خویش قبیلہ۔ اور وہ مال و زر جو تم نے سمیٹا ہے۔ اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے کا تم کو ڈر ہے۔ اور وہ ستھرے ستھرے مکان جو تمہیں پسند ہیں۔ تم کو اللہ و رسول اللہ۔ اور جہاد براہ خدا سے زیادہ پیارے ہیں۔ تب تم ٹھہرو حتیٰ کہ خدا اپنا حکم تمہارے لئے جاری کرے۔

ارشاد رسولؐ مسئلہ اصبیت پر

حدیث پاک میں آیا ہے کہ لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (صحیحین عن انسؓ) ترجمہ تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں بنے گا۔ جب تک کہ میں اُس کو اُس کے باپ بیٹے اور سب انسانوں سے بڑھ کر پیارا نہیں بن جاؤں گا۔

عصبہ کا اطلاق

عُصبہ۔ گھوڑوں۔ یا پرندوں کی ٹکڑی۔ ایسے مردوں کی جماعت۔ جن میں قرابت ہو۔ جو ایک دوسرے کے ممدو معاون ہوں۔ عموماً دس تک اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ ابنائے یعقوب اس مشورہ والے بھی دس ہی تھے۔

ضلال ۔ (ضل الرجل ضلالاً عن الطریق) وہ رستہ کھو بیٹھا۔

باپ کی ہدایت کے بعد یوسف علیہ السلام نے تو خواب کا ذکر بھائیوں سے نہیں کیا۔ لیکن اُن کے بھائیوں نے خود بخود یہ گمان کیا۔ کہ اُن کے باپ کی محبت یوسف و برادر یوسف سے زیادہ ہے۔ اور اِن سے کم ہے۔

اب انہوں نے اس پر بحث کی۔ اور اپنی فضیلت کی دلیل میں یہ بیان کیا۔ کہ ہم تعداد میں بھی زیادہ ہیں۔ اور طاقت ور بھی ہیں۔ اور یوسف میں کوئی سی خوبی بھی نہیں۔ اس مرحلہ تک پہنچ کر جھٹ فتویٰ لگا دیا۔ کہ ہمارا باپ ہی گمراہی میں پڑ گیا ہے۔

خود بینی۔ خودداری۔ قیاس

اللہ اکبر خود بینی۔ خود رائی کی یہ انتہا ہے۔ کہ نبی اللہ کو گمراہ کہہ دینا

تو آسان سمجھ لیا۔ مگر اپنی کسی نقص یا عیب کی طرف نہ دیکھا۔ سعادت مندان ازلی کے لئے اس مقام پر بہترین تعلیم یہ ہے۔ کہ کبھی اپنی رائے وقیاس کو حکم خدا ورسولؐ سے مقدم نہ کریں۔ اور حسن ادب بزرگان کے تارک نہ ہوں۔

اُقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِاطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ

یوسف کو قتل کردو۔ یا کسی دور جگہ پر پھینک آؤ۔ تمہارے باپ کا رُخ تمہاری ہی طرف ہو جائیگا۔ اور اس کام کے بعد تم نیکوکار بن جانا۔

اِطْرَحُوْهُ۔ (طَرَحَهٗ طَرْحًا) اَلْقَاهُ وَاَبْعَدَهٗ۔

اَرْضًا۔ بے پہچان جگہ۔ ملک بعید۔

يَخْلُ لَكُمْ۔ (خلا یخلو خلوًا سے) خلا بالشی کے معنی ہیں کسی شے کے ساتھ منفرد ہونا کسی دوسری شے سے خلط ملط نہ ہونا۔

مِنْ بَعْدِهٖ۔ کی ضمیر مصدر قتل۔ و اطراح کی طرف ہے۔

نیک مقصد کے لئے عمل بد

برادران یوسفؑ نے یہ قرار دینے کے بعد کہ باپ کو یوسف کے ساتھ ہم سے زیادہ محبت ہے۔ یہ تجویز کی۔ کہ یوسفؑ کو قتل کر دینا۔ یا دور پھینک آنا چاہیئے۔ تجویز کا فائدہ یہ بتلایا۔ کہ باپ کی مہربانی حاصل کرلیں گے۔ اور چونکہ باپ کی مہربانی کا حاصل کرنا بجائے خود ایک نیک کام ہے۔ اس لئے اس تجویز پر عمل کرنا ضروری ہے۔

گناہ بامید توبہ

لیکن اس تجویز کے بعد اُن کو یہ بھی کھٹکا رہا۔ کہ معصوم۔ بے گناہ۔ چھوٹے بھائی کو قتل کرنا۔ یا دور پھکوانا ظلم صریح ہے۔ اس کا توڑ یہ سوچ لیا۔ کہ ایسا تو کر گزرو۔ بعد میں توبہ تائب ہو جائیںگے۔

اللہ اکبر۔ نفس و شیطان کا یہ اتنا دھوکہ ہے۔ کہ ہزار ہا جرائم اور کبائر کا ارتکاب انسان اسی شیطانی دھوکہ میں آکر بیٹھتا۔ اور زَیَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ کا مصداق بن جاتا ہے۔

احکام کے مقابلہ میں رائے و قیاس

اس فریب میں انسان اُس وقت آتا ہے۔ جب احکام الٰہی میں اپنی رائے۔ یا قیاس کا دخل دینے لگتا ہے۔ اگر انسان سمجھ لے۔ اور خوب یاد رکھے۔ کہ کوئی عمل اس لئے صالح (نیک) نہیں بن جاتا۔ کہ اس شخص کے نزدیک وہ صالح ہے۔ بلکہ عمل صالح تو وہ ہے۔ جس کے کرنے کا حکم یا اجازت شریعت میں موجود ہو۔ اور اُسے سُنّت راشدہ کے مطابق بھی کیا جائے۔ جب وہ یاد رکھے۔ کہ خلاف شریعت کوئی بھی عمل نیک نہیں کہلا سکتا۔

اِن دو اُمور کے یاد رکھنے پر انشاء اللہ اس فریب سے ہر ایک مسلم بچا رہیگا۔

عمل صالح کسے کہتے ہیں

ارتکاب گناہ کے متعلق اس سے بھی بڑا دھوکا یہ ہے۔ کہ اب تو یہ کام کرلیں۔ اور پھر آئندہ کے لئے توبہ کرلیں گے۔ بہت سے لوگوں نے اس فریب شیطانی میں آکر سینکڑوں فقرات ع "غفور است اے بزم توساغر بنوش" جیسے خود گھڑت بنا رکھے ہیں۔

توبہ کا پاک مسئلہ اور اعتراض

یہ وہ دھوکا ہے۔ جس نے ہزاروں۔ لاکھوں انسانوں کو معصیت میں مبتلا کردیا ہے۔ جس نے گناہ یا جرم کی حقیقت کو انسان کی نگاہ میں بالکل خفیف بنا دیا ہے۔ جس نے توبہ کے پاک مسئلہ کو معترضین اسلام کی نگاہ میں قابلِ نفرت دکھلایا ہے۔ اللہ تعالٰے نے تو ہماری ہدایت و بہبودی کے لئے توبہ کا جو اصول ہم کو سمجھایا ہے۔ وہ یہ ہے۔ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ

ـــــــــــــــ

[۵] شیطان اُن کے عملوں کو اُن کی نگاہ میں اچھا بنا دیا ہے ۱۲

علیھم۔ (نساء ع ۳)

ترجمہ۔ توبہ تو اُن لوگوں کے لئے ہے۔ جو نادانی سے بُری حرکت کر بیٹھتے ہیں اور پھر جلدی سے توبہ کرتے ہیں۔ خدا بھی ان لوگوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

گناہ اور جہالت "آیات میں بجہالۃ" اور "من قریب" کے الفاظ موجود ہیں یعنی

توبہ اور عجلت "نادانی سے وہ بُرا کام ہُوا تھا۔ اور جلدی سے اُسے چھوڑ کر اللہ سے جلد معافی کا خواہاں ہُوا۔

لوگ ہیں، کہ الفاظ نادانی۔ اور جلدی سے پر غور ہی نہیں کرتے۔

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِىْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ

ان میں سے ایک نے کہا۔ کہ یوسف کو قتل تو نہ کرو۔ ہاں اُسے کسی چاہ میں جو گہرا ہو ڈال دو۔ کوئی آتا جاتا قافلہ اُسے لے جائیگا۔ تم نے کرنا ہے تو ایسا ہی کرو۔

غیابت ۔ قعر۔ اور قبر۔ غیابت الارض۔ زمین کا وہ نشیبی حصہ جو نظر نہ آئے۔
غیابت الجب۔ کنوئیں کی تلیٹی۔ جو گہرائی کی وجہ سے نظر نہ آتی ہو۔

جُبّ ۔ وہ چاہ۔ جو زیادہ گہرا ہو ۔ اور اُس میں پانی بھی زیادہ ہو۔

یلتقطہ ۔ التقاط سے ہے۔ لقط الشئی کے معنی ہیں۔ زمین پر پڑی ہوئی کوئی شے بلا رنج و مشقت کے پا لینا۔

لُقَط ۔ بسکون ثانی۔ یا بتحریک ثانی۔ وہ مال۔ جو پڑا مل جائے۔ اور اُس کا مالک معلوم نہ ہو۔

سیّارہ ۔ سیر و سفر کرنے والی قوم۔ قافلہ۔

روبن برادر کلاں بائیبل کتاب پیدائش ۳۷/۲۱ میں اس مقولہ کا قائل کہ قتل نہ کرو۔ اور چاہ میں گرا دو۔ روبن کو بتلایا گیا ہے۔ جو سب سے بڑا تھا۔

عمیق اور کثیر الماء چاہ کے اندر گرانا ہلاکت کا قوی احتمال رکھتا تھا۔ اور یہ ایک ایسی تجویز تھی۔ جس کا مآل ہلاکت تھا۔

یہ امر الگ ہے۔ کہ بحکمت ربانی اُس چاہ پر ایک قافلہ بھی پہنچ گیا۔ اور یوسف علیہ السلام زندہ نکل بھی آئے۔

قتل ایں خستہ بشمشیر تو تقدیر نبود ۔۔۔ ورنہ ہیچ از دل بے رحم تو تقصیر نبود

اعمال کا مدار نیت پر ہے الفاظ کی ہیر پھیر کام نہیں دیتی

اگر انسان اس بات کو سمجھ لے۔ کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ اور الفاظ کی ہیر پھیر عالم الغیب کی بارگاہ میں کچھ کارآمد نہیں۔ تو نفس کا حملہ انسان پر نہ چل سکے۔

فصل حوالگی یوسفؑ کی بابت برادران یوسفؑ کی درخواست

یعقوب علیہ السلام کا جواب۔ جواب پر اعتراض۔ حوالگی۔

قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَىٰ يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ ۝ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝

اے باپ کیا وجہ ہے۔ کہ یوسفؑ کی بابت آپ کو ہم پر بھروسہ نہیں۔ حالانکہ ہم اُس کے خیر خواہ ہیں۔ اچھا اُسے کل ہمارے ساتھ کر دیجئے۔ کہ وہ بھی چل پھر لے کھیل کود لے۔ اُس کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔

لَنَاصِحُونَ۔ نصح سے ہے۔ (نَصَحَ الشَّيْءَ نُصْحًا) کسی چیز کو خالص کر لیا نَصَحَ الْعَسَلَ شہد کو موم سے صاف کر لیا۔ نَصَحَ الْغَيْثُ الْبِلَادَ بادل نے آبادی کو سیراب کر دیا

حدیث شریف میں ہے۔

خلوص اور حدیث نبویؐ

الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ قَالُوا لِمَنْ - قَالَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ الخ دین تو خلوص

کا نام ہے۔ لوگوں نے پوچھا۔ خلوص کس کے لئے۔ فرمایا اللہ اور رسول کے لئے۔

غَدًا - غد۔ اصل میں غدوہ ہے۔ غدوہ اُس وقت کو کہتے ہیں۔ جو فجر اور طلوع شمس کے درمیان ہوتا ہے۔ اب اس کا استعمال آنے والے دن کے لئے ہوگیا۔ جیسا کہ اَمس گزشتہ دن کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔

غدا اور امس کا استعمال

یَرْتَعْ - محاورہ ہے۔ رَتَعَتِ الْمَاشِیَۃُ رَتْعًا۔ مویشی کا کھلے چراگاہ۔ بٹیر میں چُگنا۔ رَتَعَ القوم۔ لوگوں کا آرام و آسائش سے گزران کرنا۔

یَلْعَبْ - محاورہ ہے لَعِبَ الرَّجلُ لَعْبًا وَلِعْبًا۔ لذت یا تفریح کے لئے کوئی کام کرنا کوئی ایسا کام کرنا جس سے کوئی خاص نتیجہ مقصود نہ ہو۔

یَرْتَعْ وَیَلْعَبْ محاورہ میں اکٹھے بولے جاتے ہیں۔ خَرَجَ الْقَوْمُ یَرْتَعُ وَ یَلْعَبُ لوگ مزے اُڑانے کے لئے باہر چلے گئے۔

انداز گفتگو ابناء یعقوب علیہ السلام نے سابقہ مشورہ پر عمل کرتے ہوئے اب باپ سے گفتگو شروع کی۔ انداز گفتگو ایسا ڈالا۔ کہ درخواست نامنظور نہ ہو سکے۔ اُنہوں نے صاف لفظوں میں درخواست نہیں کی۔ بلکہ پہلے تو باپ پر چڑھ جمائی۔ کہ آپ کو ہم پر اعتماد نہیں۔ بھروسہ نہیں۔ آپ نے ہم کو یوسف کا غیر سمجھ رکھا ہے۔ اس اندازِ کلام کا نتیجہ یہی ہونا چاہیئے تھا کہ یعقوب علیہ السلام اِن کارکن۔ جوان بیٹوں پر اپنا اعتماد ثابت کریں۔ اور یوسف علیہ السلام کو بلا تامل اُن کے ساتھ کر دیں۔ لیکن یعقوب علیہ السلام نے ابھی اسلوب کلام بدل کر چاہا۔ کہ بے اعتمادی کا اعتراض بھی اُٹھ جائے۔ اور یوسف بھی علیحدہ نہ ہو۔

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ○

یعقوبؑ نے کہا مجھے تو رنج والم ہوتا ہے کہ تم اسے میرے پاس سے لیجاؤ۔ اور مجھے یہ بھی خوف ہے۔ کہ اُسے بھیڑیا

کھا جائے۔ جب تم اُس سے غافل ہو جاؤ۔

لَيَحْزُنُنِیْ - (حَزَنَ حَزْناً لَهٗ یا عَلَیْهِ) حُزن قلب کی اُس کیفیت کو کہتے ہیں۔ جو محب کو محبوب کی تکلیف۔ یا فراق سے ہُوا کرتی ہے۔ لیحزنی میں لام ابتدا ہے۔

تہذیب کلام — یعقوب علیہ السلام کا اَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُوْنَ فرمانا تہذیب کلام کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ جواب دو امور پر شامل ہے۔ اوّل یہ کہ یوسف کی جدائی شاق ہے۔ اور اگر ان ابناءِ یعقوب میں رُشد و سعادت ہوتی۔ تو نصیحت کے لئے یہی فقرہ کافی تھا۔ کہ کیوں وہ ایسا کام کریں جس سے باپ اور نبی اللہ کے قلب کو صدمہ پہنچے۔ دوسری وجہ نہ بھیجنے کی وہ توجیہ ہے جس میں بے اعتمادی کی نفی بھی کی گئی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ذرا سی غفلت سے بسا اوقات خطرناک نتائج پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔ ایسے جنگل میں جہاں بھیڑیئے بکثرت ہوں۔ ریوڑ چرانے والوں کے ساتھ نابالغ بچّہ کو بھیجنا خالی از خطرہ نہیں ہو سکتا ہے۔ کہ تم اِدھر اُدھر ہوئے۔ اور یوسفؑ کو بھیڑیا کھا جائے۔

(حاشیہ: ذرا سی غفلت بسا اوقات خطرناک نتائج پیدا کرتی ہے)

قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ○ سب نے مل کر کہا۔ ہم سب کی موجودگی میں جو زور و طاقت اور اتفاق و اعانت والے ہیں اگر اسے بھیڑیا کھا جائیگا تب تو ہم بالکل نکمے ہیچ کارہ ہیں۔

لَخٰسِرُوْنَ - (خَسِرَ الرَّجُلُ ضَلَّ وَهَلَكَ)

جواب میں باپ کے الفاظ کو اُنہی پر اُلٹ دیا — فرزندانِ یعقوبؑ نے باپ کے پہلے فقرہ لَیَحْزُنُنِیْ کا تو جواب ہی نہ دیا۔ ممکن ہے۔ کہ اس فقرہ کا سُننا تو اُن کی آتشِ حسد کے زیادہ بھڑکنے کا سبب ہُوا ہو۔ البتہ دوسرے فقرہ

کا جواب دیا۔ اور وہ بھی اس طرح۔ کہ باپ کے الفاظ کو اُنہی پر اُلٹ دیا۔ کہ ہماری موجودگی میں بھیڑیئے کے کھا جانے کی بھی خوب ہی کہی۔ تو پھر یوں فرمایئے۔ کہ آپ ہم کو محض نالائق۔ "نکمّے"۔ اور ہیچ کارہ سمجھتے ہیں۔

اس گفتگو نے خاصی جدل کی سی صورت پیدا کر لی تھی۔ اس سے لئے یعقوب علیہ السلام کو ان کی رائے ماننا ضروری ہو گیا۔

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝

پھر جب وہ یوسف کو لے گئے۔ تو اُن کا اجماع اس پر ہو گیا۔ کہ اُسے گہرے چاہ کی تلیٹی میں چھوڑ دیا جائے۔ (تو انہوں نے ایسا ہی کیا) اس وقت ہم نے یوسف کے پاس وحی بھیجی۔ کہ تو ایک دن ان سب کو ان کی یہ حرکت جتائیگا۔ برادران یوسف ؑ کو اس وحی کا کچھ شعور نہ تھا۔

عمر یوسف جب چاہ میں گرائے گئے۔ بائیبل ۳۷/۲ پ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس وقت سیدنا یوسف کی عمر ۱۷ سال کی تھی۔ اُس زمانہ میں ۱۷ سال کا بچّہ نابالغ ہوتا تھا۔ ۳۷/۱۴و۱۸ پ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ واقعہ وادی سکم میں مقام "دوتین" کے متصل ہُوا تھا۔

ایجاز کلام کا نمونہ

ایجاز قرآنی پر غور کرو۔ کہ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ کے ایک لفظ کے اندر کتنے معانی بھر دیئے ہیں۔

۱۔ تو یہاں سے نجات پائیگا۔ (۲) تو اعلیٰ منزلت پر پہنچیگا۔ (۳) تیرے بھائی تیرے سامنے ذلیل ہو کر حاضر ہونگے۔ (۴) تجھے ان سے جتانے شرمانے کا موقعہ دیا جائیگا۔

تابعین میں قتادہؒ سید المفسرین ہیں

هُمْ لَا يَشْعُرُونَ کا تعلق بعض نے لَتُنَبِّئَنَّهُمْ

سے سمجھا ہے۔ قتادہؒ کا مذہب یہ ہے۔ کہ اس کا تعلق اَوْحَیْنَا سے ہے۔
یہی قوی مذہب ہے۔ تابعین میں قتادہ رحؒ ہی سیّد المفسرین ہیں۔

افعال انسانی کا موازنہ الطاف رحمانی سے

اس آیت میں افعال انسانی کا موازنہ الطاف رحمانی سے کرو۔ بھائیوں نے یوسفؑ کو چاہ میں گرادیا ہے۔ چاہ ایک سنسان میدان میں واقع ہے۔ اسباب ظاہری۔ اور وسائل دنیوی کا خاتمہ ہوچکا ہے۔ ایسے وقت میں (جو خالی از ایمان لوگوں کے نزدیک کامل یاس کا وقت ہے) رحمت ربانی جوش میں آتی ہے۔ اور یوسف کا تعلق ملاءِ آسمانی کے ساتھ قائم کردیا جاتا ہے۔ مظلوم کی ہمدردی و دلدہی کے لئے پیام الٰہی آتا ہے۔ یہ وہ سبق ہے۔ جو ہم کو یاد رکھنا چاہیئے۔

رحمت ربانی کا جوش

خشت زیر سر و بر طارم ہفت اختر پا حال مسکیں نگر و منصب صاحب جاہی

فصل برادران یوسف کا شام کو گھر آنا

باپ کو خبر دینا۔ باپ کا انہیں جھٹلانا۔ صبر و استقامت کی تعلیم۔

وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝

وہ تھوڑی رات گئے سے باپ کے پاس آئے۔ روتے آئے۔ اور کہا باوا جی ہم تو دوڑ لگانے چلے گئے اور یوسف کو ہم نے اسباب کے پاس چھوڑا۔ پھر بھیڑیا آیا اُسے کھا گیا آپ تو ہمارا یقین نہیں کرینگے خواہ ہم سچے ہی ہیں

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ

وہ یوسف کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا کر لائے تھے۔

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ
حضرت یعقوبؑ نے کہا۔ تم نے ایک بڑی بات خود بنالی ہے۔ اب صبر ہی بہتر ہے۔ جو کچھ تم کہتے ہو۔ اس بارہ میں خدا میری مدد کریگا۔

عِشَاءً ۔ لغت میں اول الظلام کو کہتے ہیں۔ غروب سے عتمہ تک کا وقت یہی یہاں مراد ہے۔ اصطلاح شرعیہ میں عشاء نماز خفتن کو کہتے ہیں۔ اُس کا وقت غروب سے سوا گھنٹہ ۔ ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہوتا ہے۔

نَسْتَبِقُ ۔ سَبَقَ سَبْقًا۔ آگے نکل جانا۔ دوسرے کو پیچھے چھوڑ گیا۔ استباق ایک دوسرے سے آگے نکلنے کے لئے دوڑنا۔

مومن ۔ تصدیق کنندہ ۔ اس جگہ یہی لغوی معنی مراد ہیں۔ اصطلاح شرعیہ میں تو مومن اُسے کہتے ہیں۔ جو اللہ و رسول۔ اور کتب منزلہ۔ اور انبیاء و رسل اور یوم آخرت اور وجود ملائکہ پر یقین رکھتا ہو۔
[اصطلاح شرعی میں مومن کے معنی]

سَوَّلَتْ لَکُمْ ۔ تَسْوِیل سَوَل سے ہے۔ جس کے معنی استرخاء بطن ہیں۔ تَسْوِیل کے معنی اغواء ہیں۔ سَوَّلَتْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ کے معنی ہوئے۔ کہ تمہاری جانوں نے تم کو گمراہ کیا۔

[گل کاری کا کرتہ] بائیبل میں ہے۔ کہ یعقوبؑ نے یوسفؑ کے لئے گل کاری کا کرتہ بنا کر دیا تھا۔ اور برادران یوسف نے اُن کو چاہ میں گرانے سے پہلے اُن کا وہ کرتہ اُتار لیا تھا۔ اور اُس کرتہ پر ایک دُنبہ کا خون لگا کر لائے تھے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ ان کو کُرتہ کا چاک کرنا یاد نہ رہا۔ اور یعقوب علیہ السلام نے اسی امر سے سمجھ لیا۔ کہ بھیڑیئے والی بات جھوٹ ہے۔

یہ استدلال صحیح ہے۔ اس کے علاوہ اسرائیل علیہ السلام کے سامنے دیگر

امور بھی تھے ۔ جن سے برادران یوسف کا بیان دروغ بے فروغ معلوم ہوتا تھا۔

یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کی بات کو کیونکر جھوٹ سمجھا

الف۔ یعقوب علیہ السلام کو یوسفؑ کا ابتدائی خواب معلوم تھا۔ اور خواب کا اقتضاء و تاویل یہ تھی ۔ کہ یعقوب علیہ السلام اپنی زندگی میں یوسفؑ کو شاندار منصب دنیوی ۔ و عروج دینی پر ممتاز دیکھ لیں ۔

ب۔ برادران یوسف کوئی جدید بہانہ بھی نہ بنا سکے تھے ۔ باپ نے جن الفاظ کو بطور اندیشہ ظاہر کیا تھا ۔ انہی الفاظ کو ان برخورداران نے شام کو دہرا دیا تھا ۔ باپ نے کہا تھا اَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ ۔ انہوں نے آکر کہہ دیا ۔ فَاَکَلَهُ الذِّئْبُ

ج ۔ جھوٹے شخص کو اپنے جھوٹے ہونے کی وجہ سے خود شبہ ہوتا ہے ۔ کہ کیا اُس کی بات پر یقین کر بھی لیا جائیگا ۔ اسی لئے وہ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا کہتے ہیں ۔ یعنی آپ ہمارا یقین تو نہیں کرینگے ۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام کے اصل جواب پر غور کرو ۔

صَبْرٌ جَمِيْلٌ ۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ ۔ یہ جواب دین قیمہ اسلام کے نہایت ضروری اصول پر مبنی ہے ۔ اور ہر ایک مسلم باایمان کو لازم ہے ۔ کہ ہر ایک مصیبت کا مقابلہ انہی دو آلاتِ حرب سے کرے ۔

صبر جمیل اور استعانت باللہ دین کے ضروری اصول ہیں

اوّل صبر جمیل ۔ دوم استعانت باللہ ۔ ہر دو امور کے متعلق ذیل میں کچھ تفصیل سے تحریر کیا جاتا ہے ۔ کیونکہ قرآن حکیم کا اسلوب یہی ہے ۔ کہ قصہ کے پیرایہ میں وہ بڑے بڑے اصول دینی کی تعلیم دیتا ہے ۔ اور واقعہ انسانی کے ساتھ عرفان ربانی کے بیان کو شامل کر دیتا ہے ۔ اس طرز کا فائدہ یہ ہوتا ہے ۔ کہ تعلیم آہستہ آہستہ دل میں اثر کرتی جاتی ۔ اور خوب ذہن نشین ہو جاتی ہے ۔

صبر کا بیان قرآن حمید میں قریباً (۹۰) مقامات پر ہے ۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں۔ کہ صبر کرنا باجماع اُمت سب پر واجب ہے۔ انہی کا قول ہے۔ کہ نصف ایمان صبر ہے۔ اور نصف ایمان شکر ہے۔

صبر کی ۱۶ نوعیں قرآن مجید میں

قرآن مجید کا بیان صبر کے متعلق ۱۶ - انواع پر ہے

(۱) صبر کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا یَاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِاللہِ وَاصْبِرُوْا[1]۔ فرمایا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ[2] - فرمایا اِصْبِرُوْا - وَصَابِرُوْا[3]۔ فرمایا وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللہِ[4]۔

(۲) بے صبری سے نہی فرمائی۔ فرمایا وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّھُمْ[5] فرمایا وَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا[6]

(۳) - صابرین کی تعریف فرمائی۔ فرمایا اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ[7] فرمایا - وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ[8]۔

(۴)۔ صابرین کے ساتھ اپنی محبت کا وجوب بتلایا۔ وَاللہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ[9]۔

(۵) - بتلایا۔ کہ صابرین کو معیت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ[10]

---

[1] اے ایمان والو صرف اللہ سے مدد مانگو۔ اور صبر کرو۔

[2] صبر اور نماز سے مدد لے لیا کرو۔

[3] خود بھی صبر کرو۔ اوروں کو بھی صبر کی تعلیم دو۔

[4] صبر کر۔ تیرا صبر کرنا تو خدا کے لئے ہے۔

[5] اُن کے بارہ میں جلدی نہ کر۔

[6] وہن اور حزن نہ کرو۔ وہن صبر کی متضادہ حالت کا نام ہے۔

[7] مومن صبر کرنے والے۔ صدق والے ہوتے ہیں۔

[8] جو لوگ تنگی میں اور لڑائی میں صبر کرتے ہیں۔ وہی تو ہیں۔ جنہوں نے اپنے اعتقاد کو سچ کر دکھایا وہی تقویٰ والے ہیں

[9] اللہ صبر والوں کو دوست رکھتا ہے۔

[10] صبر کرو۔ اللہ صبر والوں کا ساتھی ہے۔

معیّت کے بارہ میں یہ یاد رہے۔ کہ اس کی دو قسمیں ہیں۔ عام و خاص۔ معیّت عام تو وہ ہے۔ جو بذریعہ علم و احاطت ہے۔ اور معیتِ خاص وہ ہے۔ جو حفاظت و نصرت و تائید کی شکل میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اس آیت میں معیّت خاصہ ہی کا ذکر ہے۔

(۶)۔ تبلایا گیا۔ کہ صبر افضل ہے۔ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ[1]

(۷) وعدہ فرمایا گیا ہے۔ کہ صابرین کے لئے بہترین جزا ہے۔ فرمایا وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ[2]۔

(۸) وعدہ فرمایا۔ کہ صابرین کو اجر بے حساب دیا جائیگا۔ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ[3]

(۹) اہل صبر کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے بشارت دی۔ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ[4]

(۱۰) اہل صبر کی نصرت و مدد کی ضمانت فرمائی بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ (آل عمران ع ۱۳)[5]

(۱۱) اہل صبر کا نام اہل عزیمت رکھا گیا۔ فرمایا وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ[6]

(۱۲) تبلایا۔ کہ اعمال صالحہ کی جزا و تلقی۔ اور حظوظ عظیمہ کا عطیہ اہل صبر ہی

---

[1] اور اگر تم صبر کرتے تو - صبر کرنے والوں کے لئے تو صبر ہی بہتر ہے۔

[2] جن لوگوں نے صبر کیا ہے۔ ہم ان کے عملوں کا اجر بہت بہتر دینگے۔

[3] صابروں کا اجر بغیر حساب کے پورا کیا جائیگا۔

[4] صبر کرنے والوں کو بشارت سنا دیجئے۔

[5] اگر تم صبر و تقویٰ کروگے۔ اور دشمن تم پر ناگہاں آپڑے گا۔ تو تمہارا رب تمہاری مدد پانچ ہزار ملائکہ سے کریگا۔

[6] جو کوئی صبر کریگا۔ اور معافی دیگا۔ تو یہ بات بڑی عظیم الشان ہے۔

کو ملیگا۔ ثَوَابُ اللّٰہِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ وَلَا یُلَقّٰھَا اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ[1]

(۱۳) بتلایا۔ کہ آیات الٰہیہ سے استفادہ اور عبرت آموز سبق سے انتفاع اہل صبر ہی لیتے ہیں۔ فرمایا وَذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ[2]

(۱۴) فرمایا۔ کہ مطلوب محبوب تک رسائی۔ اور مرہوب سے نجات۔ اور جنت ماوٰی کا داخلہ صبر ہی کی وجہ سے ہوگا۔ والملائکۃ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْھِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ[3]۔

(۱۵) بتلایا کہ صبر ہی کے ذریعہ سے درجہ امامت پر فائز ہو سکتے ہیں۔ فرمایا وَجَعَلْنَاھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا۔

(۱۶) دیگر آیات قرآنیہ پر غور کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ صبر کو اسلام ایمان اور یقین و احسان کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ ایسے فضائل ہیں۔ جن سے صبر کی فضیلت بخوبی آشکار ہوجاتی ہے۔

مومن کے صبر و شکر کے متعلق حدیث صحیح حدیث میں ہے۔ عَجَبًا لِاَمْرِ المومن۔ اِنَّ اَمْرَہٗ کُلَّہٗ خیر ولیس ذالك الا للمومن۔ اِنْ اَصَابَہٗ سَرَّاءُ شَکَرَ فَکَانَ خَیْرٌ لَّہٗ وان اصابہ ضراء صبر فکان خیر لہ۔

یعنی مومن کا کام ہی ہے۔ اُسے ہر طرح بھلائی ملتی ہے۔ اور یہ بات صرف مومن ہی کو حاصل ہے۔ وہ خوشی پر شکر کرتا ہے۔ اور یہ اُس کے لئے بھلا ہے۔ وہ ضرر پر صبر کرتا ہے اور یہ اُس کے لئے بھلا ہے۔

[1] جو ایمان لایا۔ جس نے عمل اچھے کئے۔ اس کے لئے اللہ کے ہاں ثواب بہت بہتر ہے اس ثواب کو تو صبر والے ہی حاصل کرتے ہیں

[2] تاریخ واقعات الٰہیہ کے ذریعہ ان کو بُرے انجام کے بُرے نتائج سمجھاؤ۔ صبر کرنے والوں۔ شکر کرنے والوں کے لئے اس کے اندر بہت نشانیاں ہیں۔

[3] فرشتے ہر طرف سے ہر دروازے سے اُن کے سامنے آئیں گے۔ اور سلام کرینگے۔ اور کہیں گے۔ کہ صبر کی وجہ سے تم پر سلامتی ہو۔ یہ عافیت کا گھر بہت بہتر ہے۔

دوسری حدیث شریف میں ہے۔ مَا اَعْطٰی اَحَدٌ عَطَاءً خَیْرًا وَّاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ۔ یعنی صبر سے بہتر اور وسیع تر عطیہ کسی کو نہیں ملا۔

حقیقت صبر کا بیان

صبر کے لغوی معنی حبس اور روک ہیں۔ یہی معنی اس آیت میں ہیں وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ۔ یعنی اللہ کا نبی اپنے آپ کو اللہ کا نام لینے والوں کے ساتھ روکے رکھے۔

حقیقتِ صبر

شرعی معنی صبر کے یہ ہیں۔ کہ نفس کو گریہ وزاری سے اور زبان کو شکایت سے اور اعضاء کو گھبراہٹ سے روک لیا جائے۔

اب صبر کی تقسیم تین اقسام پر کی جاتی ہے۔

الف۔ معصیت سے رُکے رہنے والا صبر۔ اس کے دو سبب ہیں۔ (۱) خوف عذاب (۲) شرم خدا۔

صبر کے اقسام ثلاثہ

ب۔ طاعت پر جمے رہنے والا صبر۔ اس کی تین اجزاء ہیں۔ (۱) نگہداشتِ حکم۔ (۲) محافظت دوام۔ (۳) رعایت اخلاص۔

ج۔ مصیبت کے برداشت کرنے والا صبر۔ اس کی بھی بڑی بڑی تین صورتیں ہیں (۱) گذشتہ نعمتوں کی قدر و قیمت کو موجودہ بلا سے مقابلہ کرکے بلا کو خفیف سمجھنا۔

(۲) امید رحمت کو قوی بنا کر سختیٔ بلا کو کم کر دینا۔

(۳) احسن جزاء کے تصور سے مسرور ہو کر دل پر الم بلا کو غالب نہ ہونے دینا۔[1]

آیت زیر تفسیر میں یعقوب علیہ السلام کا صبر۔ صبر بر بلا تھا۔ اور اس لئے وہ ان ہر سہ انواع متذکرہ سے مکمل تر تھا۔

---

[1] ماخوذ از کتاب منازل السائرین۔

دین کا اصول دوم
استعانت باللہ

اصول دوم جس کی تعلیم یعقوب علیہ السلام کے جواب میں ہے۔ وہ استعانت باللہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنا۔

لوگ شرک میں اکثر اس اصول دین کے نہ سمجھنے سے گرفتار ہو جاتے ہیں اس فقرہ میں بُت پرستوں۔ اور خارج از اسلام گروہوں کا ذکر نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کا ذکر ہے۔ الوہیت اور ربوبیت الٰہی پر اقرار کرنے والوں کا ذکر ہے۔ کہ وہ بھی شرک میں اس وجہ سے پھنس جاتے ہیں۔ کہ انہوں نے استعانت باللہ کی تعلیم کو کبھی سمجھا ہی نہیں۔

سورہ الحمد کا نماز میں بار بار پڑھا جانا اور اُس کا راز"

اللہ تعالےٰ نے سورہ فاتحہ میں فرمایا ہے۔ اور یہی وہ سورہ مبارکہ ہے۔ جو سب سے زیادہ نماز میں پڑھی جاتی ہے۔ اور بار بار پڑھی جاتی ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اے خدا ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں۔ دوسرے کی عبادت نہیں کرتے۔ صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ کسی دوسرے سے مدد نہیں مانگتے۔ خدا کے سامنے جانا۔ تو یوں کہنا۔ اور نماز سے فارغ ہونا۔ تو جھٹ اوروں سے مدد کا طالب ہونا۔ ذرا غور تو کرو۔ کہاں تک ٹھیک ہے۔

غیر اللہ سے مدد لینا۔ (۱) یا تو منفعت حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ (۲) یا دفع ضرر کے لئے۔ بہر دو صورت جب کوئی شخص غیر اللہ سے مدد کا خواہاں ہُوا۔ تو استعانت باللہ سے ضرور غافل ہو گیا۔

"اللہ کے بندہ کی شناخت"

اگر کوئی شخص مصیبتوں اور آفتوں کے وقت ڈانواں ڈول نہ ہو۔ اور اُس کا دل اللہ تعالےٰ ہی کی مدد و نصرت اور کارسازی پر جما رہے۔ اور غیر سے مدد لینے کا شائبہ بھی اُس کے دل میں پیدا نہ ہو۔ اُس وقت سمجھا جاتا ہے۔ کہ یہ بندہ فی الحقیقت اللہ کا بندہ ہے۔ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اسی کی

زبان سے زیب دیتا ہے۔

ترا کہ از دگران است استعانتِ عمر　　زبانِ کذب بایاک نستعین کمشا

فصل چاہ پر قافلہ کا آنا

یوسف کا چاہ سے نکلنا۔ مصر میں جا بکنا۔

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ

ایک قافلہ آگیا۔ اُنہوں نے اپنے پانی لانے والے کو چاہ پر بھیجا۔ اُس نے ڈول ڈالا۔ (جب نکالا)۔ تو بولا۔ مبارک یہ تو ایک نوجوان لڑکا نکل آیا۔

سَيَّارَةٌ ۔ سیّار کا مؤنث۔ قافلہ وہ لوگ جو اکثر سیر و سفر میں رہتے ہوں۔

وارد ۔ وِرد بالکسر سے ہے۔ وِرد کے معنی ہیں پانی پر پہنچ جانا۔

وارد کا نام

وارد۔ وہ شخص جو پانی لانے پر مقرر ہو۔ علامہ ابن اسحٰق رحہ نے اس کا نام مالک بن ذعر بن قریب بن عنقا بن مدیان بن ابراہیم علیہ السلام تلایا ہے۔ ہم کو اس روایت کا ماخذ معلوم نہیں۔

اَدْلٰی ۔ دلو اسم سے یہ فعل بنالیا گیا ہے دلی الدلو کے معنی ہیں دلو کو چاہ سے نکالا۔ اور ادلی الدلو کے معنی ہیں۔ دلو کو چاہ میں ڈالا۔ ادلی الیہ بمال۔ مال کا ادا کرنا۔ قرآن پاک میں ہے وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ۔

غلام ۔ مذکر کے لئے آتا ہے۔ بعض نے نظم میں غلامہ مؤنث کے لئے استعمال کیا ہے لیکن اس کا استعمال صرف قدماء کی نظم میں ہوا ہے۔

مختلف عمر کے لحاظ سے بچہ کے نام عربی زبان میں

ذرا لغت عرب کی وسعت پر غور کرو۔ کہ بچہ کے نام بلوغ تک پہنچتے پہنچتے کتنے ہیں۔

(۱) پیٹ کے بچہ کا نام۔ جنین

۳	سات دن تک	صدیغ	۸ - پانچ بالشت کے قد میں	خماسی
۴	تاایام شیرخوردگی	رضیع	۹ - جب دودھ کے دانت ٹوٹیں	مثغور
۵	دودھ چھڑانے بعد	فطیم	۱۰ - جب نئے دانت نکل آئیں -	مُثغر
۶	جب خوراک پر لگ جائے	جحوش	۱۱ - دس یا دس سال سے زائد	مترعرع
۷	جب بڑھ نکلے تب	دارج	۱۲ - قریب حُلُم -	یافع یا مراہق

۱۳ بعد از احتلام - حزوّر -

ان سب حالتوں کا مجموعی نام غلام ہے - اس کے بعد جب سبزہ بھیگنے لگے - تب غلام سے آگے نکل جاتا ہے - پھر فتی پھر شارخ وغیرہ نام آتے ہیں - اس لفظ نے بتلا دیا - کہ جب یوسف علیہ السلام چاہ سے نکالے گئے - تو ابھی اُن کے چہرہ پاک پر مسیں نہیں بھیگنے پائی تھیں -

وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ ۝

قافلہ والوں نے یوسف کو راس المال کی طرح چھپایا - اور خدا خوب جانتا تھا - جو وہ کرتے تھے -

اور اُنہوں نے یوسف کو ہلکی سی قیمت پر جو گنتی کے درہم تھے - بیچ دیا - وہ یوسف کی قدر نہ جانتے تھے -

اَسَرُّوْهُ - سب کا اتفاق ہے - کہ اَسَرُّوْهُ کے معنی یہ ہیں - کہ قافلہ والوں نے یوسفؑ کو چھپایا -

شَرَوْهُ - شری سے ہے - یہ لغات اضداد سے ہے - اس کے معنے خریدنا بھی ہے اور فروخت کرنا بھی - مفسّرین نے اس جگہ معنی تو فروخت ہی کے لئے ہیں - مگر فاعل کے متعلق اختلاف کیا ہے - اور اکثر نے یہ

کوئی قرینہ نہیں کہ بھائیوں نے یوسف کو فروخت کیا تھا

لکھ دیا ہے۔ کہ فروخت کنندہ برادران یوسف تھے۔ یہاں اس قدر تتمۂ ایزاد کیا جاتا ہے۔ کہ پھر بھائیوں کو خبر ہو گئی۔ وہ قافلہ والوں سے آکر جھگڑ پڑے۔ کہ یہ تو ہمارا غلام ہے اور پھر اُنہوں نے تھوڑے سے درم لے کر فروخت کر دیا۔ لیکن کلام اللہ میں کوئی ایسا قرینہ نہیں۔ جو اس کی تائید میں ہو۔ عدم موجودگی قرینہ کے علاوہ ان معنی سے انتشار ضمائر بھی لازم آتا ہے۔ جو قرآن مجید کی اعلیٰ بلاغت کے خلاف ہے۔ فتح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۹۲ میں قتادہ رح کا قول درج ہے بل ھو عائدٌ علی السیارۃ۔ علامہ ابن کثیر (ج ۵ صفحہ ۱۵) نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ یہ جو مشہور ہے۔ کہ برادران یوسف نے یوسف علیہ السلام کو فروخت کر دیا تھا۔ یہ غلط واقعہ ہے۔ اُنہوں نے یوسف صدیق کو چاہ میں ہلاک ہو جانے کے لئے گرایا تھا۔

بَخْس۔ (بَخَسَ بَخْسًا) نقصہ۔ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَاءَھُمْ[1] دوسرے مقام پر ہے۔ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَھَقًا[2]

ثمن بخس سے مراد گھٹیل قیمت ہے۔

دراہم معدودہ۔ یہ الفاظ قیمت کی کمی کو بیان کرتے ہیں۔ اوّل یہ کہ درہم لئے تھے۔ دینار نہیں۔ دوم یہ کہ وہ بھی اتنے کم تھے۔ کہ وزنہ اور وزن کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ ہاتھوں سے گن ہی دیئے۔

زاہدین۔ زُہد سے ہے۔ زُہد کے معنی کسی شے کو حقیر سمجھ کر چھوڑ دینا ہے شَیئٌ زہید کے معنی قلیل چیز ہیں۔ حدیث پاک میں ہے۔

زہد کے لغوی معنی

اَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ مُزْھِدٌ یعنی تھوڑی سی چیز پر گزران کر لینے والا

---

[1] لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو۔ [2] وہ نقصان اور ظلم سے نہیں ڈرا کرتا۔

مومن سب میں اچھا ہے"۔ یہ تو لغوی معنی تھے۔ اور آیت میں معنی لغوی ہی مراد ہیں۔

زہد کے اصطلاحی معنی — اصطلاح میں زہد کی تعریف یہ ہے طِيبُ الْكَسْبِ وَقَصْرُ الْأَمَلِ یعنی پاک کمائی اور آرزو کی کوتاہی امام زہری جو بزرگ تابعین میں سے ہیں۔ اور محدثین کے امام ہیں فرماتے ہیں۔ کہ

امام زہری کا قول — زہد کا تعلق حلال اشیاء میں یہ ہے۔ کہ نعمتوں کا استعمال شکر کو مغلوب نہ کر سکے۔ اور حرام اشیاء میں یہ ہے۔ کہ صبر شکن نہ ہو۔

اسلامی زُہد اور جوگ — مندرجہ بالا تعریف پر غور کرو۔ اب جو لوگ زہد کی حقیقت یہ سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ ترکِ دُنیا یا ترکِ ملابس۔ یا ترکِ لذائذ کا نام زُہد ہے اُنہوں نے زُہد اسلامی کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔ وہ تو جوگیانہ زندگی کو اسلامی زُہد سمجھ گئے ہیں۔

بائیبل میں ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام کو مدیانیوں نے چاہ سے نکالا اور اور اسماعیلیوں کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔ اور اسماعیلی قافلہ اُن کو مصر لے گیا۔

اسماعیلیوں کا فروخت کرنا اس لئے بھی غلط ہے۔ کہ صرف ایک نسل کے درمیان پڑنے سے اسحاقی و اسماعیلی ایک دوسرے سے اس قدر ناواقف نہیں ہو سکتے تھے۔ کہ وہ یوسف علیہ السلام کو شناخت بھی نہ کر سکتے۔ درانحالیکہ ایک کو دوسرے کا مسکن معلوم تھا۔

چاہ میں مدت اقامت — ابو بکر بن عیاش کا قول ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام چاہ میں تین روز رہے تھے۔

فصل

مصر میں حضرت یوسف کا بکنا۔ خریدار کا اُن کی توقیر کرنا۔ یوسف علیہ السلام کا آرام و آسائش میں پہنچ جانا

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا

جس نے اُسے مصر میں خریدا تھا۔ اُس نے اپنی عورت سے کہا کہ اسے عزت سے ٹھہراؤ۔ ممکن ہے کہ یہ ہم کو نفع دے جائے۔ یا ہم اسے بیٹا بنا لیں۔

عزیز مصر کا نام و عہدہ

اِشْتَرٰهُ۔ یہ خریدار یوسف وہی ہے۔ جسے آگے چل کر عزیز مصر کہا گیا ہے بائیبل میں اس کا نام "فوطیفار" تھے۔ اور بتایا گیا ہے۔ کہ وہ فرعونی سردار لشکر تھا اور جلوداروں کا سردار تھا۔

لِامْرَاَتِهٖ۔ اپنی عورت سے۔

عورت کا نام کہیں نہیں ملتا

اس عورت کا نام توراہ یا قرآن حمید یا کسی اور صحیح اسلامی روایت میں بیان نہیں ہوا۔ اور ہم کو معلوم نہ ہوا۔ کہ اُس کا نام زلیخا۔ یا راعیل کتابوں میں کس اعتماد پر لکھ دیا گیا ہے۔ زلیخا کے متعلق یہ قصہ کہ وہ کسی شاہی خاندان کی لڑکی تھی۔ اُس نے قبل از شادی یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ اور مصر کا پتہ معلوم کر کے مصر میں شادی کرائی۔ بالکل فسانہ اور لغو ہے

مصر کا نام مصر کیوں ہے

مِصْرَ۔ ملک کا نام ہے۔ جو مصر بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا ہے۔ کیونکہ برادرانہ تقسیم میں یہ ملک اُنہی کے حصہ میں آیا تھا

مصر کا محل وقوع | براعظم افریقہ میں داخل ہے۔ اور افریقہ کے شمال مشرق میں واقع ہے
اس کی حدود طبیعیہ یہ ہیں۔

حدود اربعہ

شمال	. . . . . .	میں بحر ابیض متوسط
شرق	. . . . . .	میں بحر احمر۔ بلاد عرب و شام
جنوب	. . . . . .	میں بلاد نوبہ
غرب	. . . . . .	میں بلاد طرابلس

وضع طبیعی | بلحاظ وضع طبیعی مصر اُس وادی کا نام ہے جس کے شرق میں جبال عرب اور غرب میں جبال لیبیا کا سلسلہ واقع ہے۔

مساحت - ڈیڑھ سو ملین فندان اس کی مساحت ہے۔ ایک فندان

مساحت | ۱۰۲ را ۱ - ایکڑ کا ہوتا ہے۔

اس میں سے قابل زراعت صرف ۵ ملین فندان اراضی ہے۔

آبادی - ۱۹۱۰ء میں اس کی آبادی ایک کروڑ بیس لاکھ تھی۔ جن میں سے

آبادی | ۱/۱۰ حصہ اجنبی لوگوں کا ہے۔ باقی سب مسلمان ہیں۔ یا بتعداد قلیل قبطی ہیں

آثار قدیمہ | ملک مصر اپنے قدیم تمدن اور ترقی علمیہ کے لحاظ سے مشہور ترین ممالک میں سے ہے۔ یہاں کے تین اہرام اپنی قدامت کے اعتبار سے زمانہ تاریخ سے بھی پیشتر کے ہیں۔

اہرام | سب سے بلند اہرام کی بلندی ۴۵۰ فٹ۔ نیچے کا دور ۷۵۰۔ اوپر کی چوٹی کا دور ۳۵ فٹ۔ اور کل رقبہ اٹھتالیس لاکھ ایک ہزار گز مربع ہے۔

ابوالہول | ابوالہول کا بت بھی اسی ملک میں ہے۔ جو دنیا کے سب بتوں سے ڈھانچ میں بڑا۔ اور زمانہ کے لحاظ سے سب سے پرانا ہے۔ اس بت کا جسم شیر کا۔ اور چہرہ عورت کا سا بنایا گیا ہے۔

اس کا قد پنجہ سے دُم کی جڑ تک ۱۸۷ فٹ بلند ہے۔ سر کی بلندی ۶۶ فٹ۔
کان ۵۴ فٹ۔ ناک ۶۷ فٹ کی ہے۔

مصر کے مشہور پہاڑ

مصر کے پہاڑ المقطم قاہرہ کے شرق میں (اسی نام کا ایک عیسائی اخبار مصر سے شائع ہوتا ہے۔

معصرہ ۔ ضلع جیزہ میں ۔
جبل الطیر ۔ ضلع منیا میں ۔
جبل الرخام ۔ ضلع بنی سویف میں ۔
جبل ابی فودہ ۔ ضلع اسیوط میں ۔
جبل شیخ الہریدی ۔ ضلع جرجا میں ۔
یہ سب پہاڑ سلسلہ جبال عربی کے ہیں ۔

سلسلۂ لیبیا کے پہاڑ زیادہ بلند نہیں ۔ اُن میں صرف جبل الاخضر زیادہ مشہور ہے ۔ جو ضلع فیوم میں ہے ۔

دریائے نیل دریائے نیل ۔ مصر کی خاص شہرت دریائے نیل کی وجہ سے بھی ہے
یہ دریا ایشیا و یورپ اور افریقہ کے سب دریاؤں سے زیادہ لمبا بہنے والا ہے

طول اس کا بہاؤ طول میں تقریباً ۶۵۰۰ کیلومیٹر ہے ۔

دریائے نیل افریقہ کی تین جھیلوں کے مجموعہ آب سے مِلکر بنتا ہے ۔

جھیلیں دریا کی ان جھیلوں کو مسلمانانِ اُندلس نے دریافت کرلیا تھا۔ مگر اب یورپ نے ان کا نام وکٹوریا نیانزا ۔ البرٹ نیانزا ۔ اور البرٹ ایڈورڈ نیانزا رکھ دیا ہے۔ گویا ان کی دریافت صرف اِنہی عہود میں ہوئی ۔

امدادی دریا — دریائے نیل میں عطیرہ - نیل ازرق - سوباط - بحر الغزالی گرتے ہیں۔ اور پھر نیل ہی کہلاتے ہیں -

دریائے نیل جنوب سے شمال کو بہتا ہے - اور دو بڑی بڑی شاخوں میں منقسم ہو جاتا ہے -

شمال مشرقی شاخ — الف - شاخ دمیاط - جو جنوب سے شمال مشرق کو جاتی ہے -

شمال مغربی شاخ — ب - شاخ رشید - جو جنوب سے شمال مغرب کو جاتی ہے -

مختلف نام

نیل کے مختلف نام — کبھی کبھی مختلف حصہ بلاد کی وجہ سے دریائے نیل کے مختلف نام بھی لئے جاتے ہیں -

(۱) بحیرہ البرٹ اڈوارڈ سے بحیرہ نو تک اس کا نام بحر الجبل ہے -
(۲) بحیرہ نو سے خرطوم تک اس کا نام نیل الابیض ہے -
(۳) خرطوم سے قاہرہ تک اس کا نام "نیل" ہے -

پانی

دریائے نیل کا پانی نہایت میٹھا اور خوش گوار ہے -

نیل کا اُچھلنا اور سیاہ مٹی — یہ دریا جب بڑھتا ہے - تو پانی کناروں سے اُچھل کر اراضی زیر کاشت پر پھیل جاتا ہے - پانی کے ساتھ ایک سیاہ مٹی بھی آتی ہے - جسے مصر والے "طمی" بولتے ہیں - یہ مٹی اس زمین کے لئے کھاد کا کام دیتی ہے - پھر اعلیٰ درجہ کی پیداوار ہوتی ہے -

نیل کے بڑھنے گھٹنے کی تاریخیں — دریائے نیل کا پانی عموماً ۱۰ جون سے بڑھنے لگتا ہے

اور ۲۱ ستمبر سے گھٹنے لگتا ہے۔ اور بماہ مئی سال آئندہ) پھر اصلی حالت پر پہنچ جاتا ہے۔

نیل کی بھینٹ کا قصہ دریائے نیل کو عہد قدیم میں ایک مقدس دیوتا سمجھا کرتے۔ اور سال بسال ایک کنواری لڑکی کو دلہن بنا کر اس کی بھینٹ چڑھایا کرتے تھے۔ اور ان کا اعتقاد تھا۔ کہ اس بھینٹ لئے بغیر نیل دیوتا اوپر نہیں اچھلتا۔ جب مصر مسلمانوں نے فتح کیا۔ تو اسلامی گورنر نے لوگوں کو اس رسم بد سے روک دیا۔ اللہ کی قدرت کہ اگست تک دریا میں فزونی کے آثار نمودار نہ ہوئے۔ تب تو رعایا نے کہہ دیا۔ کہ وہ اجڑ جائینگے۔ گورنر نے خلیفہ راشد کی خدمت میں تمام احوال لکھ بھیجا۔

امیرالمؤمنین کا فرمان بنام نیل امیرالمؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے والی کو لکھا۔ کہ اس خط کے ساتھ دوسرا خط دریائے نیل کے نام روانہ کیا جاتا ہے۔ جس مقام پر دلہن کو بھینٹ چڑھایا جاتا تھا۔ وہاں یہ فرمان ڈال دیا جائے۔ ایسا ہی کیا گیا اور پھر کبھی خلافت راشدہ کے عہد ہمایوں میں فیضان ماء میں کمی نہ آئی۔ فرمان کی نقل یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	اللہ کے نام سے۔ جو بڑی رحمت اور کمال رحم والا ہے
من عبد اللہ امیرالمؤمنین عمر بن خطاب	اللہ کے غلام مومنین کے امیر عمر بن خطاب کی
الی نیل مصر اما بعد فان کنت تجری من	طرف سے دریائے نیل کے نام۔ واضح ہو
قبلک فلا تجری۔ وان کان اللہ الواحد	کہ اگر تو اپنی مرضی سے بہا کرتا ہے تو اب
القہار ھو الذی یجریک فنسأل الواحد	نہ بہنا۔ اور اگر تیرا جاری کرنیوالا۔ بہانیوالا
القہار ان یجریک	وہ یکتا مالک ہے جو سب پر حکمران ہے

تو ہم اسی سے سوال کرتے ہیں۔ کہ وہ تجھے جاری فرمادے[1]

[1] منقول از تحفۃ الناظرین تالیف الامام الشیخ عبداللہ الشرقاوی مصری

حسن و جمال مصر

کلیو پیٹرا - زمانہ حسن

داستان نویسوں کے نزدیک مصر کا حسن و جمال اور وہاں کی عشرت پسندی ایک مسلمہ امر رہی ہے۔ ملکہ کالیو پیٹرا کا حال اور اس کی رنگ رلیوں کی داستان سے مصر - دروما - اور یورپ کا کونسا مؤرخ ناواقف ہوگا۔

دینی تاریخ کا تعلق مصر سے

قرآن مجید میں ذکر

قرآن مجید میں مصر کا ذکر صراحتہً یا کنایتہً (۳۰) مقامات پر آیا ہے۔

صحیح مسلم ذکر مصر

صحیح مسلم میں سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے - کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سَتَفْتَحُوْنَ مِصْرَ وَھِیَ اَرْضٌ	تم عنقریب مصر کو فتح کرو گے۔ یہ وہ ملک ہے جہاں
یُسَمّٰی فِیْھَا الْقِیْرَاطُ - فَاسْتَوْصُوْا	سکہ قیراط نامی چلتا ہے وہاں کے لوگوں سے
بِاَھْلِھَا خَیْرًا فَاِنَّ لَھُمْ ذِمَّۃً وَّرَحِمًا	بھلائی کرنا کیونکہ ذمہ اور رحم کے دُہرے حقوق حاصل ہیں

مصاہرت انبیاء

مصری مصاہرت انبیاء

مندرجہ ذیل انبیاء کی زوجات مصر کی ہیں۔

خلیل الرحمٰن ابراہیم علیہ السلام ...... کی زوجہ ہاجرہ علیہا السلام۔

اسماعیل علیہ السلام .... کی اہلیہ اوّل

سلیمان علیہ السلام .... کی ضجیعہ - دختر فرعون

سیدنا حبیب الٰہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حلیلہ - ماریہ خاتون رضی اللہ عنہا۔

مولدِ انبیا

ولادت انبیاء | مندرجہ ذیل انبیاء کی ولادت ملک مصر میں ہوئی۔

ہارون ۔ موسیٰ ۔ یوشع بن نون علیہم السلام ۔

مہبطِ انبیاء

مندرجہ ذیل انبیاء مصر میں تشریف لائے ۔ اور کچھ کچھ عرصہ قیام فرمایا ۔

داخلہ انبیاء | سیدنا ابراہیم ۔ یعقوب ۔ یوسف ۔ ارمیا ۔ دانیال ۔ عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام ۔

مومنین مصر

مومنین مصر | آسیہ امراۃ فرعون ۔ مومن آل فرعون ۔ ساحران عہد موسوی ۔ وہ مومنین ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ۔ ان ساحروں کی صحیح تعداد کسی معتبر کتاب سے دستیاب نہیں ہوئی ۔

مصر اور تاریخ اسلام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ دعوت بنام شاہ مصر | یکم محرم ۷ھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے مشہور حکمرانوں کے نام فرمانِ دعوتِ اسلام جاری فرمائے تھے ۔

اُن دنوں مصر پر مینی بن جریج الملقب بہ مقوقس حکمران تھا ۔

حاطب بن ابی بلتعہؓ ۔ اور شاہ مصر کی باہمی گفتگو | اُس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ فرمان نبوی لے کر گئے تھے ۔ انہوں نے حضور کا فرمان

بھی پیش کیا۔ اور بادشاہ سے مندرجہ ذیل گفتگو بھی فرمائی۔
حاطب۔ آپ سے پہلے اس ملک میں ایک شخص ہو چکا ہے۔ جو
اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی (میں سب کا بڑا خدا ہوں) کہا کرتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اُسے
دُنیا و آخرت کی رُسوائی دی۔ اللہ پاک کے غضب سے ملک یا لشکر اُسے بچا نہ
سکے۔ اس لئے بہتر ہو۔ کہ تم اُس سے عبرت حاصل کرو۔ مبادا کہ لوگ تم سے
عبرت لیا کریں۔
مقوقس۔ ہم خود ایک مذہب رکھتے ہیں۔ اور اُسے ترک نہ کریں گے۔ جب
تک اُس سے بہتر کوئی مذہب نہ ملے۔
حاطب۔ اسلام کے بعد عیسائیت یا کسی اور مذہب کی ضرورت نہیں رہتی اسلام
سب مذاہب سے کفایت کنندہ ہے۔ اُسی کی دعوت آپ کو دی جاتی ہے
اے بادشاہ۔ جیسے آپ اہل توراۃ کو انجیل کی دعوت دیا کرتے ہیں۔ ویسے ہی ہم آپ
کو قرآن کی دعوت دیتے ہیں۔ نبی اللہ کے ظہور کے بعد سب لوگوں کو اُسی نبی
کی اطاعت ضروری و لازم ہو جاتی ہے۔ آپ یہ سمجھ لیں۔ کہ آپ کو مذہب مسیح
ہی کی دعوت دی جاتی ہے۔

وہی شاہ خراج گذار اسلام بنا

بادشاہ نے مزید مُہلت کی درخواست کی۔ حضور کے فرمان کو ہاتھی
دانت کے ڈبے میں رکھ کر۔ مُہر لگا کر خزانہ میں رکھوا دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
لئے تحائف بھیجے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرما دیا۔ کہ تم تھوڑی ہی
عرصہ بعد اس ملک کو فتح کرو گے۔ چنانچہ جمادی الاُخری سنہ ۲۰ھ میں امیرالمومنین عمر فاروق
رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مصر فتح ہُوا۔ اور یہی جریح بن متی الملقب بہ مقوقس
اپنی ۳۷ سالہ فرمان روائی کے بعد خلیفۂ اسلام کا خراج گذار بنا۔

تعداد لشکر اسلام بوقت فتح مصر

مصر پر جس فوج نے حملہ کیا۔ اُس کے سپہ سالار اعظم

حضرت عمرو بن العاص اُموی تھے۔ حملہ اولین کے وقت اُن کے پاس صرف چار ہزار فوج تھی۔ بعد میں آٹھ ہزار فوج مدینہ منورہ سے اور بھیجی گئی۔ اس فوج کے سردار سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ کہ اس فوج میں چار شخص وہ ہیں۔ جو اکیلا ایک ہزار کے برابر کا ہے۔ اس لئے فوج کی تعداد بارہ ہزار سمجھنی چاہیئے۔ وہ چار مندرجہ ذیل بزرگوار تھے۔

چار شخص ایک ایک ہزار کے برابر

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ۔ مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ۔
عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ۔ مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ۔

اب ہم ایک نقشہ درج ذیل کرتے ہیں جس سے واضح ہوگا۔ کہ خلافت راشدہ کے بعد کن کن اسلامی حکومتوں نے مصر پر حکمرانی کی۔

مصر پر اسلامی سلطنتوں کا نقشہ

مصر پر اسلامی سلطنتوں کی حکومت کا نقشہ

نمبر شمار	نام	سنہ ابتدا و انتہا	کیفیت
۱	امارت بنو امیہ	سنہ ۲۰ھ تا سنہ ۱۳۲ھ	
۲	خلافت عباسیہ	۱۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۲ھ تا سنہ [illegible]	
۳	دولت طولونیہ	سنہ ۲۵۴ھ سے تا سنہ ۲۹۱ھ	۲۹۲ھ سے ۳۲۳ھ تک پر براہ راست خلافت عباسیہ کے ماتحت تھا
۴	دولت اخشیدیہ	سنہ ۳۲۴ھ سے تا سنہ ۳۵۸ھ	۳۴ سال -- ۱۰ - ۲۴ یوم
۵	دولت فواطم اسمٰعیلیہ یونان	سنہ ۳۵۸ھ سے تا سنہ ۵۶۷ھ	۲۰۸ سال ۵ ماہ۔
۶	دولت ایوبیہ	سنہ ۵۶۷ھ سے تا سنہ ۶۴۸ھ	ماتحت خلافت عباسیہ
۷	دولت الممالیک	سنہ ۶۴۸ھ سے تا سنہ ۷۸۴ھ	"
۸	دولت چراکسہ	سنہ ۷۸۴ھ سے تا سنہ ۹۲۳ھ	"
۹	خلافت عثمانیہ	۱۲ رجب سنہ ۹۲۳ھ الی الآن	
۱۰	خلافت خدیویہ	۱ سنہ ۱۲۲۰ھ - الی الآن	

مصر کے مشہور شہر

القاہرہ۔اس وقت مصر کا دار السلطنت ہے۔ ۳۵۹ھ میں اس کی بنیاد رکھی گئی۔

جامع ازہر اسی شہر میں ہے۔ یہ علوم عربیہ کی تعلیم میں سب سے بڑی یونیورسٹی ہے۔ طلباء کی تعداد بالا وسط بارہ ہزار رہتی ہے۔

القاہرہ ہی کے قریب مصر القدیمہ کی آبادی ہے۔ اسی میں جامع عمرو بن العاص رضؓ ہے۔ جس کی عمارت اب تک سالم و قائم ہے۔

القاہرہ میں ٹراموے جاری ہے۔ جس کی بارہ لمبی لمبی شاخیں مختلف اطراف ملک میں جاری ہیں۔ سیاحین کو سیاحتِ ملک میں اُن سے خوب مدد ملتی ہے۔

اسکندریہ۔ یہ شہر سکندر مکدونی نے ۹۵۴ قبل ہجرت آباد کیا تھا۔ اب اس کی آبادی ساڑھے تین لاکھ ہے۔

اسکندریہ کا کتب خانہ اسے جلانے والا؟

اس شہر کی وجہ شہرت اس عظیم الشان کتب خانہ کی وجہ سے بھی تھی۔ جو شاہانِ روما نے قبل از مسیح یہاں قائم کیا تھا۔

اس کتب خانہ کی بہترین کتب کو امپراطرہ رومان قسطنطنیہ لے گئی تھی۔ بعد ازاں جن کتابوں کو امپرر ٹیوڈورس نے عیسائیت کے خلاف سمجھا انہیں آگ لگادی۔

ابو الفرج یہودی نے ۶۰۰ سو سال کے بعد یہ گھڑت بنائی

اس حقیقت کو چھپانے کے لئے سب سے اوّل ابو الفرج بن طبیب یہودی نے (جو مالٹا میں ۱۲۲۶ء کو پیدا ہوا۔) اور یہودیت کے بعد عیسائی بنا۔ احراق کتب خانہ کو مسلمانوں سے منسوب کر دیا ہے۔ یہ کذب و افتراء کی داستان اسلامی قبضہ سے کامل چھ صدیوں کے بعد گھڑی گئی۔ ورنہ ابو الفرج مذکور سے پیشتر کی جتنی کتابیں ملک مصر کی تاریخ پر یہودیوں۔ عیسائیوں مسلمانوں

نے لکھی ہیں کسی میں اس واقعہ کا ذکر تک نہیں۔

کتابوں کی تعداد اور جلانے کا حساب

جھوٹا آدمی بات تو بناتا ہے۔ مگر اُسی کا جھوٹ خود اُسی کی بناوٹی بات سے کھل جاتا ہے۔ یہ یہودی لکھتا ہے۔ کہ اسکندریہ میں چار ہزار حمام تھے۔ اُن کا پانی ٦ ماہ تک انہی کتابوں سے گرم ہوتا رہا۔ اگر فی حمام ایک سو کتاب روزانہ کا حساب بھی لگا لیا جائے۔ تو کتابوں کا شمار ٧٢ ملیون پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ وہ تعداد ہے۔ کہ اگر آج اس زمانہ میں جبکہ لاکھوں مطابع کھلے ہوئے ہیں اور جبکہ دولت کی فراوانی اور شوق علم نے کتب خانجات کے قیام کو ہر ایک قوم کی زندگی کے قیام کا مسئلہ بنا دیا ہے۔ تمام یورپ کے کتب خانوں کی کتابیں جمع کر لی جائیں۔ تب بھی اتنی نہیں ہو سکتی ہیں۔

نہر سویز۔ مصارف۔ پیمائش۔ وغیرہ

مصر کی بڑی شہرت اور سیاسی اہمیت ہمارے زمانہ میں نہر سویز کی وجہ سے ہو گئی ہے۔ یہ نہر بحر ابیض کو بحر احمر سے ملاتی ہے طول ٧٠ اکیلو میٹر۔ اور عرض ٥٠ سے ٠٠ اکیلو میٹر تک۔ عمق ٨ سے ١٠ میٹر تک ہے۔ اس کی تیاری میں ٢٠ ملین پونڈ (تیس کروڑ روپیہ صرف ہوا تھا)۔

۱۸۵۹ء میں کھدوائی شروع ہوئی۔ اور ۱۸۶۹ء کو نہر مکمل ہوئی۔ اب ہم احوال کو ختم کرتے ہیں۔ اور خاتمہ پر حضرت عمرو بن العاص اموی فاتح مصر کا خط نقل کرتے ہیں۔ جو ادب عربیہ کا بہترین نمونہ ہے۔

یہ خط امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نام بھیجا گیا تھا۔

[illegible]

ورد الیّ کتاب امیر المؤمنین	امیر المومنین۔ آپ کا خط ملا۔
اطال اللہ بقائہ :-	اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے۔
یسألنی عن مصر+ اعلم	آپ نے مصر کی بابت دریافت فرمایا ہے
یا امیر المؤمنین إن مصر قریۃ	سو واضح ہو۔ کہ

غبراء وشجرۃ خضراء طولها شهر وعرضها عشر یکتنفها جبل اغبر ورمال اعفر یخط وسطها نهر مبارك الغدوات میمون الروحات تجری فیها الزیادۃ والنقصان کجری الشمس والقمر له اوان یدر حلابه ویکثر عجاجه فتفیض علی الجانبین فلا یمکن التخلص من القری بعضها الی بعض الا فی صغار المراکب وخفاف القوارب وزوارق کانهن المخائل۔ او ورق الاصائل فاذا تکامل فی زیادته نقص علی عقبه کاوّل ما بدأ فی جریته وطمی فی ردته فعند ذلك تخرج ملة محقورۃ وذمة مخفورۃ۔ یحرثون بطون الارض ویبذرون فیها الحب۔

ویرجون بذالك النماء من الرب لغیرهم ما سعوا من کدهم فناله منهم بغیر جدهم۔ فاذا احرق الزرع۔ واشرق سقاه الندا وغذاه من تحت الثری۔

کہ مصر روئی زمین کا ملک ہے جس میں سرسبز درختوں کی کثرت ہے۔ طول ایک ماہ کی مسافت عرض دس یوم کی مسافت کا ہے ٹیلے پہاڑ اور موٹی موٹی ریت اُسے گھیرے ہوئے ہیں اس کے وسط میں ایک دریا رواں ہے جس کی حملہ اوقات مبارک ہیں یہ گھٹتا ہے بڑھتا ہے جیسا کہ آفتاب و ماہتاب کی حالت ہے۔ یہاں کا ایک موسم ہے جب شیر دار جانوروں کا دودھ گھٹ جاتا ہے اور گرد و غبار بڑھ جاتا ہے۔ اُسکے بعد دریا اپنے دونوں کناروں سے اُچھل پڑتا ہے تب ایک بستی سے دوسری بستی تک ڈونگوں اور کشتیوں کے سوا جو بادلوں کے ٹکڑوں یا درختوں کے پتوں کی طرح چلتی پھرتی ہلتی جلتی نظر آتی ہیں۔ جانا دشوار ہوتا ہے۔ جب دریا کی افزونی پوری ہوجاتی ہے تب بدستور گھٹنے لگتا ہے اور ابتدائی حالت پر آجاتا ہے + وہ اراضی پر طمی چھوڑ جاتا ہے۔ تب غریب کاشتکار اور اجرتی لوگ نکل پڑتے ہیں۔ جو زمین کے شکم کو چاک کرتے اور اُس میں دانہ ڈالا کرتے ہیں اور خدا سے اُس کی پرورش کی اُمیدوار ہوتے ہیں انکی کوششیں بارآور ہوتی ہیں اور اُن کو بلا مشقت ثمرہ ملنے لگتا ہے۔

جب کھیتی کو گرمی پہنچتی ہے یعنی اس پر
چمکیلی اوس پڑتی ہے۔ اور نہ زمین ہے غذا
ملنے لگتی ہے۔ اس وقت اے امیر المومنین سارا
ملک ایک ورآبدار ہوتا ہے۔ یا تل عنبر یا
وہ زمرد آسمانی ہوتا ہے یا غالیچہ الوانی۔
متبارک ہے وہ مالک۔ کہ جو چاہا سو بنایا۔ جو چاہا
وہ پیدا کیا۔ اس ملک کی صلاحیت اور باشندوں
فطرت کے متعلق امور ذیل قابل غور ہیں۔
"ادنیٰ شخصوں کی شکایت پر جو روساء کے
خلاف ہو توجہ نہیں کرنی چاہیے۔
(۲) محاصل اراضی قبل از وقت نہیں لینا چاہیے
(۳) کل آمدنی کا ایک ثلث وسائل آبپاشی اور
تعمیر پلہا پر صرف کرتے رہنا چاہیے۔ ان
طریقوں پر عمل کرنے سے پیداوار میں ترقی۔
آمدنی میں افزونی۔ رفاہیت میں بیشی ہوگی۔
اللہ پاک کی توفیق رفیق ہونی چاہیے۔

فبینما مصر یا امیر المؤمنین لؤلؤ
بیضاء فاذا ھی عنبرۃ سوداء
فاذا ھی زمرد خضراء فاذا ھی
دیباجۃ زرقاء فتبارک
اللہ خلق لما یشاء والذی
یصلح ھذہ البلاد و ینضر
قاطنہا فیہا۔ ان لا
یقبل قول خسیسہا فی
رئیسہا۔ ولا یستادی خراج
ثمرۃ الا فی اوانہا وان یصرف
ثلث ارتفاعہا فی عمل جسورہا و
ترعہا۔ فاذا تقرر الحال
مع العمال علی ھذہ الاحوال تضاعف
ارتفاع المال۔ واللہ یوفق
الی حسن الحال۔ فقط

عجائب خانہ مصر

اس عجائب خانہ میں فرعون غرق کی لاش بھی رکھی ہوئی ہے۔ جسے
یورپ کے جملہ فلاسفروں نے مان لیا ہے۔ کہ یہی فرعون عہد موسیٰ علیہ السلام کی لاش ہے
لاش فرعون۔ اخبار قرآنی
اس سے قرآن مجید کی صداقت منکرین آلٰہی حجت بن جاتی

ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرعون کو غرق ہونے کے وقت آگاہ کردیا گیا تھا۔ کہ وہ غرق ہوگا۔ اور پھر اُس کی لاش ساحل پر پھینک دی جائیگی۔ اور وہ آئندہ انسانوں کے لئے عبرت بنیگی۔ اَلْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً

یہ حقیقت بائیبل نے ظاہر نہ کی تھی۔ قرآن مجید کے اس اعلان کے بعد تیرہ صدیوں کے گذر جانے پر وہ لاش ملی۔ اور قرآن مجید کی خبر اپنے ظاہری لفظوں میں پوری ہوئی۔

مزاراتِ مصر

مزار امام شافعی رح

مصر میں سینکڑوں مزارات ہیں۔ لیکن سب میں مشہور تر سیدنا محمد بن ادریس یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ یہ یکے از ائمہ اربعہ ہیں۔ علم میں ان کا پایہ بہت بلند ہے۔ امام احمد حنبل رح فرمایا کرتے۔ کہ شافعیؒ کا وجود علم کے لئے ایسا ہے۔ جیسے دنیا کے لئے آفتاب۔ یا انسان کے لئے صحت۔ مُطلبی النسب ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہیں۔ ان کی مصنفہ کتابیں بہت ہیں۔ اشہر و نافع تر کتاب الاُمّ ہے۔ جس کی ۷ جلدیں ہیں۔

مزار رأس حسین علیہ السلام

مزار رأس الحسینؓ

یہاں ایک مزار امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کے نام سے بھی بنا ہوا ہے۔ عوام اہل مصر کا اعتقاد ہے۔ کہ سبط النبی امام حسین علیہ السلام کا فرق مبارک مصر میں مدفون ہے۔ لیکن علماء حدیث و سیرت اس روایت کی تصدیق نہیں کرتے۔

مَثْوَاہُ۔ (ثوی یثوی ثواءً) جس کے معنی ہیں ٹھہرانا۔ اقامت دنیا۔ حدیث میں ہے۔

وَعَلٰی نَجْرَانَ مثوی رُسُلِی (نجران والوں پر لازم ہوگا۔ کہ ہمارے قاصدوں کو اُترنے کی جگہ دیا کریں۔

خریدار نے حضرت یوسف کے متعلق اپنی عورت سے دو[2] ارادہ ظاہر کئے تھے۔

الف۔ حصول نفع یعنی مہنگے داموں پر فروخت کرنا۔

غلامی کی رسم قدیم

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس عہد قدیم میں ملک مصر کے اندر خرید و فروخت غلامان بکثرت جاری تھی۔ متعصب عیسائی آج اُس کا الزام صرف اسلام کو دیا کرتے ہیں[1]۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ دولتمند لوگ باہر کے سوداگروں سے جوان جوان لڑکوں کو ہلکی قیمت پر خرید لیتے اور پھر تعلیم و تادیب دے کر بڑی بڑی قیمت پر اُن کو فروخت کر دیا کرتے تھے۔ پس اَکْرِمِیْ مَثْوَاہُ کے معنی بامید منفعت یہ ہیں۔ کہ اسے مؤدب و مہذب بنانا چاہیئے۔ تاکہ اچھی قیمت دے جائے۔

---

[1] کسی ایک مذہب نے بھی غلامی کی اصلاح میں کوشش نہیں کی۔ حضرت مسیحؑ نے اس کے متعلق ایک حرف بھی نہیں فرمایا۔ پولوس نے غلامی کو مستحکم کیا۔ پولوس نے غلاموں کو نصیحت کی۔ کہ وہ اپنے آقاؤں سے ایسا ہی ڈرتے رہیں جیسا خدا سے؟ یہ فخر صرف اسلام کو ہے کہ اُس نے غلامی کو ایسی شکل میں بدل دیا۔ کہ آزادی کا گیت گانے والے بھی اُس غلامی پر فخر کر سکتے ہیں بلال رضی اللہ عنہ ایک حبشی الاصل غلام تھے۔ عمر فاروق جیسا خلیفۂ اعظم جب اُن کا ذکر کرتا۔ تو ان الفاظ میں سیدنا ابوبکر اعتق سیدنا بلال" ہمارے سردار ابوبکرؓ نے ہمارے سردار بلالؓ کو آزاد کر دیا۔

زید رضی اللہ عنہ بھی غلام تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی کی لڑکی کا نکاح اُن سے کر دیا تھا۔ خاندان نبوت کا یہ عمل دنیا کی بنائی ہوئی غلامی کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیتا ہے۔ کیونکہ اسلام نے نکاح کے لئے کفو کا لحاظ بتلایا ہے۔ ان زوجین کے درمیان وہ شے تو کفو نہیں ہو سکتی۔ جیسا دنیا دار سمجھا کرتے ہیں یعنی خاندان میں ہمسری۔ اب جو کفو پائی جائیگی۔ وہ مذہب اسلام ہے۔ یہ اسلام ہی کی فیاضی ہے۔ جس کی طفیل حسن بصری۔ نافع۔ عکرمہ۔ ابن سیرین۔ جیسے لوگ جن کی اُمہات کو لوگ لونڈی کہتے تھے۔ دین کے امام تسلیم کئے گئے۔ الپتگین۔ سبکتگین قطب الدین ایبک شمس الدین التمش جیسے غلام صاحب تاج و تخت بنے۔ مصر کا خاندان مملوکان۔ ہندوستان کا خاندان غلامان کسے یاد نہیں۔ پس عیسائیوں کے اعتراضات دراصل یہودیوں یا عیسائیوں یا آریاؤں کی قدیم غلامی پر واقع ہوتے ہیں۔ اسلامی احکام غلامی پر اُن اعتراضات کو ذرا لگاؤ نہیں +

متبنیت کی رسم

ب ۔ اتخاذِ ولد ۔ یعنی بیٹا بنانا ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں اولاد نہ تھی نیز یہ کہ عزیزِ مصر کی عورت کی جوانی ڈھل چکی تھی ۔ کیونکہ اتخاذ ولد کا خیال عموماً شادی سے دس بارہ سال بعد پیدا ہوا کرتا ہے ۔ جب کہ جانبین کو اپنے ہاں اولاد کی اُمید نہیں رہا کرتی ہے ۔

رسم تبنیت سے لوگ سمجھتے ہیں ۔ کہ وہ اولاد کی کمی کے نقص کو دُور کر لیتے ہیں ۔ مگر یہ غلط فہمی ہے ۔

تبنیت قدرت کے ساتھ گستاخی

اوّل تو تبنیت قدرت ربانیہ کے مقابلہ میں ایک گستاخانہ فعل ہے یعنی جو شخص کسی دوسرے کا بیٹا لیکر اُسے اپنا بناتا ہے ۔ وہ قدرت ربّانی کو منہ چڑاتا ہے ۔ کہ دیکھو ۔ اگر تو نے ۔ مجھے بیٹا نہیں دیا تو کیا ہوا ۔ میں نے تو بیٹا لے ہی لیا ۔

تبنیت کا کڑوا پھل

دوم ۔ متبنّیٰ گری کے شروع میں تبنیت کرنے والوں کے خیالات خواہ کیسے ہی صاف اور مستحکم ہوں ۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے ان جھوٹ کے والدین اور فرزند میں اتفاق و شفاقت میں ترقی ہوتی جاتی ہے وہ رسم جو ایک دن خوشی خوشی منائی گئی تھی ۔ بالآخر وہ نہایت کڑوا پھل ثابت ہوتی ہے ۔ وہ کڑوا پھل جو حلق میں جا کر اٹک سا جاتا ہے نہ نیچے نگلا جائے ۔ نہ باہر تھوکا جائے ۔ خود اسی واقعہ کو دیکھو ۔ کہ عزیز اور اُس کی عورت

عورت کی بدنیتی

اصل و نقل کا فرق

حضرت یوسفؑ کی نسبت یہ بات چیت کرتے ہیں کہ ہم اُسے بیٹا بنالیں گے ۔ لیکن چند سال کے بعد جب حضرت یوسفؑ کی جوانی بھر جاتی ہے ۔ تو کیا ہوتا ہے کہ وہی عورت یوسف صدیقؑ پر مرنے لگتی ہے ۔ اصلیت یا بناوٹ میں یہی تو فرق ہوتا ہے ۔ دیکھو حقیقی ماں اپنے پیٹ کے بچے پر کیونکر ناپاک عشق کر سکتی ہے ۔

موسیٰ علیہ السلام اور تبنیت — حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرگذشت میں بھی ایسی ہی مثال ملتی ہے۔ فرعون کی بیوی نے بھی فرعون سے انہی الفاظ میں (جو عزیز مصر کے الفاظ اپنی عورت سے ہیں) کہا تھا۔ عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا۔ مگر نتیجہ یہ تھا۔ کہ وہی بچہ موسیٰ علیہ السلام اُن کو غرق و ہلاک و تباہ کرنے کا سبب ٹھیرایا گیا۔ پس تبنیت خواہ عورت کے انتخاب پر ہوئی ہو۔ یا مرد کی رائے پر۔ نتیجہ یکساں ہے۔

کافروں کی رسم — کہ تبنیت کرنے والوں کو آخر میں سخت مایوسی و محرومی دیکھنی پڑتی ہے۔ یاد رکھو کہ تبنیت کافروں کی رسم ہے۔ اور شرع میں حرام ہے۔

فصل یوسف علیہ السلام کے مصر پہنچنے کا راز

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰـكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور یوں۔ ہم نے یوسف ؑ کو ملک مصر میں تمکنت دی۔ اور اس لئے بھی کہ ہم اُسے احادیث کی تاویل سکھلائیں۔ اور خدا تو اپنے کام پر غالب ہے۔ گر بہت لوگ ہیں۔ جو اسے نہیں سمجھتے۔

کَذٰلِکَ۔ کا ارشاد سابقہ واقعات پر ہے۔ یعنی بھائیوں کے ہاتھوں قتل سے بچایا۔ قافلہ کو اُن کی محبت نہ دی۔ اور اُن کے ذریعہ اُن کو مصر پہنچایا۔ اور مصر پہنچانے کے بعد صاحب خانہ کے دل میں اُن کی توقیر ڈال دی۔

مَکَّنَّا۔ مَکَّنَ الشَّیْءَ۔ قوی و مضبوط بنایا۔ تمکنت قوۃ۔ مقدرت۔ طاقت +

تمکن۔ پرندہ کا انڈے جمع کرنا۔ حدیث پاک میں ہے اَقِرُّوا الطَّیْرَ عَلٰی مَکِنَاتِھَا

(پرندوں کو انڈوں پر سے مت اٹھاؤ) ۔

خلافت راشدہ اور تمکین — اللہ تعالیٰ نے خلافت راشدہ کی صفت و شناخت میں فرمایا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ (اُن کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے پسند کردہ دین کو قوت اور طاقت اور جامعیت دیگا) ۔

یوسفؑ کو گھر کا مختار بنایا — بائیبل ۴۱/۵ ۳۹ پ سے واضح ہے ۔ کہ فوطیفار نے یوسف علیہ السلام کو اپنے تمام گھر اور جائداد کا مختار مطلق کر دیا تھا ۔ اور خدا نے اُن کی وجہ سے اُس کے ہر ایک کام میں برکت بخشی تھی ۔

آیت کا مطلب یہ ہے ۔ کہ چاہ میں گرایا جانا ۔ خرید و فروخت یہ تو سب ظاہری اسباب تھے ۔ تقدیر الٰہی یہ تھی ۔ کہ یوسف علیہ السلام کے لئے مصر میں قوت و غلبہ حاصل ہو ۔ اُن کے لئے تاویل احادیث کے زرّین مواقع مہیا کئے جائیں ۔ اس کے لئے تدابیر بظاہر ایسی بنائی گئیں ۔

اللہ تعالیٰ کے عجیب کام — یاد رکھنے کا سبق یہ ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ کے عجیب کام ہیں ۔ اور وہ اپنی تدابیر پر خوب غالب ہے ۔ لوگ جو قدرت اور حکمت الٰہیہ سے واقف نہیں ۔ جن کی نگاہ اسباب و تدابیر انسانی کے دائرہ کے اندر اندر محدود ہے ۔ وہ ایسی حکمتوں کو نہیں پا سکتے ۔

ہرائتیش بسوئے ساحراں نمائد رخ	عصا نمود بدست کلیم ثعبانی
بشاہ خواب نماید کہ یوسف صدیق	عزیز مصر شود مشتہر بہ زندانی

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝

جب وہ اپنی پوری طاقت کو پہنچ گیا ۔ تب ہم نے اُسے حکم اور علم عطا فرمایا ۔ اور ہم اسی طرح احسان کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں ۔

اَشُدَّهٗ ۔ شدّت کے معنی قوت ہیں اور بَلَغَ اَشُدَّهٗ سے مراد جوانی لی جاتی ہے

یعنی وہ عمر جب نشو ونما کا کمال ہو جائے۔

یوسف کی جوانی کے متعلق چند اقوال

مفسرین کے اقوال اس بارہ میں مختلف ہیں۔ کہ یوسف علیہ السلام اپنی عمر کے کس سن وسال میں جوانی کی پوری طاقت کو پہنچ گئے تھے۔ سعید بن جبیرؒ نے ۱۸ سال۔ ضحاک نے ۲۰۔ عکرمہ نے ۲۵۔ سُدی نے ۳۰۔ مجاہد وقتادہ نے ۳۳۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ۳۵۔ حسن بصریؒ نے ۴۰ سال بیان کئے ہیں۔ سعید بن جبیر وضحاک کے اقوال اس لئے راجح ہیں۔ کہ یوسف علیہ السلام کا قیام اُس عورت کے گھر میں ۲۳ سال کی عمر تک رہا تھا۔ اور اُس کی داستان کا آغاز حضور کی جوانی کے بعد کا ہے۔ اگرچہ نبوۃ کے لئے ۴۰ سال کی عمر زیادہ موزون و انسب ہے۔

اسلام میں بلوغ کو تعداد سال کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا

یہ بحث تو یوسف صدیق کے سن وسال جوانی اور اُس کے بعد عطا نبوت کے متعلق تھی لیکن ہادئ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بلوغ مرد وزن کی بابت کسی سنہ یا سال کی تعیین کسی روایت صحیحہ میں نہیں پائی جاتی۔ اور فی الحقیقت اُس دین کے لئے جو جملہ طبقات عالم۔ اور ہر ایک براعظم کے لئے ہو سال کا تعین کرنا مناسب ہی نہ تھا۔ روس کے شمال میں مرد ۳۰ سال کی عمر میں بالغ ہوتا ہے۔ جب کہ سوڈان میں ۱۲ سال کے مرد کا صاحب اولاد بن جانا مستبعد نہیں۔ اسی لئے علماء فقہ نے حُلم وغیرہ کو علامتِ بلوغ قرار دیا ہے۔

اٰتَیْنٰہُ۔ اعطا و ایتا دونوں کے معنیٰ "دینے" کے ہیں۔ مگر استعمال میں فرق

ایتا و اعطا میں فرق

ہے۔ کہ اعطا کسی مادی اور مجسم شئے کے دینے پر بولا جاتا ہے۔ اور ایتاء کا غیر مادی وغیر جسمانی شئے پر اطلاق ہوتا ہے۔ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ اور لَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ پر غور کرو۔ کوثر

جسمانی شے ہے۔ اور سبع مثانی غیر جسمانی شے۔ آیت زیر تفسیر میں چونکہ حکم اور علم دیئے جانے کا ذکر تھا۔ اسلئے اُسے اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا۔

کَذٰلِکَ ۔ آیت گذشتہ میں واقعات ماضیہ پر اشارہ تھا۔ آیت ہذا میں بتایا گیا ہے۔ کہ افعال الٰہی کا یہ سلسلہ اسی طرح بحق یوسف صدیق جاری رہیگا

مُحْسِنِیْنَ ۔ احسان سے ہے۔ احسان کے معنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو یہ تبلائے تھے۔ اَنْ تَعْبُدُ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ ۔ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ ۔ خدا کی عبادت اس طرح کرنا۔ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تو اُسے دیکھ نہیں رہا۔ تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ تو شرعی معنی ہوئے۔ لغوی معنی نیکی کرنا۔ سلوک کرنا ہیں۔ یوسف صدیق ہر دو معانی کے اعتبار سے محسن تھے۔

احسان کے معنی شرعی

لغوی معنی

فصل امراۃ العزیز کا ہیجان۔ یوسف صدیق کا کمال عصمت

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ

اور اُس عورت نے جس کے گھر میں یوسفؑ رہتا تھا۔ اُس کو بار بار پھسلایا۔ اور سب دروازوں کو اچھی طرح بند کر کے بولی آؤ۔ اپنا کام کرو۔

وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ

قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ

یوسف نے کہا۔ پناہ بخدا۔ میرے رب نے تو میرا مقام پاک بنایا ہے۔

إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ

اور ظلم کرنے والے تو کبھی فلاح نہیں پاتے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا ۚ لَوْلَآ أَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝

عورت اپنی بات کر رہی۔ اور یوسف اپنے جوابات پر رہے۔ اگر یوسف نے برہان رب کو نہ دیکھا ہوتا۔ تو کچھ کا کچھ ہو جاتا۔ ایسا ہی ہوا۔ تاکہ ہم یوسف سے بدی کو اور بیحیائی کو دور ہی رکھیں۔ یوسف تو ہمارے مخلص بندوں میں سے ہے۔

رَاوَدَتْهُ۔ (رَادَ یَرُوْدُ رَوْدًا) طلب کرنا۔ رَادَتِ الْمَرْأَۃُ رَوْدًا عورت نے چکر لگائے۔

رَاوَدَهٗ۔ اُس سے فریب کھیلا۔

رَاوَدَ عَنْ نَفْسِهٖ۔ اُس سے فعل منکر چاہا۔

رَاوَدَتْ۔ پھسلاوٹ میں برابر لگے رہنا۔ بائیبل میں ہے۔ کہ وہ عورت یوسف کو ہمیشہ ہم بستری کے لئے کہا کرتی تھی۔

اَلَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا ۔ سے مراد وہی امراۃ العزیز ہے۔ جیساکہ دوسرے مقام پر ہے۔ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ ۔

امراۃ العزیز کی پردہ پوشی

قرآن مجید نے یہاں عورت کا نام نہیں لیا۔ بلکہ عَلَم (امراۃ العزیز) بھی ترک کر دیا۔ اور اس طرز بیان سے اللہ تعالیٰ نے اُس عورت پر بھی احسان فرمایا۔ اور اُس کی پردہ پوشی کی۔

یہ سبق ہے۔ کہ اگر کسی شخص کے کسی فعل بد کا ذکر ضروری بھی ہو جائے۔ پھر بھی جہاں تک ممکن ہو۔ کنایہ وغیرہ سے کام نکالے۔

(ب) اس طرز بیان سے اللہ تعالےٰ نے یوسف علیہ السلام پر بھی احسان فرمایا۔

اس طرز بیان سے یوسف پر احسان

کیونکہ اَلَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا سے ثابت ہوا۔ کہ یوسف علیہ السلام

اُس عورت کے تحت اقتدار و اختیار تھے۔ اور سخت مشکل یہ تھی۔ کہ اُن کی رہائش عورت ہی کے گھر میں رکھی گئی تھی۔ ایسی حالت میں بچنا خاصانِ خدا ہی کا کام ہوتا ہے۔ اس جگہ حدیث ذیل کا درج کرنا موزون ہے۔

صحیح بخاری کتاب المحاربین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فی ظله یوم لاظل الا ظله۔ امام عادل وشاب نشاء فی عبادة الله ورجل قلبه معلق بالمساجد اذا خرج منه حتی یعود ورجلان تحابا فی الله اجتمعا علیه وتفرقا علیه ورجل تصدق بصدقة فاخفاها حتی لا تعلم شماله ما انفقت یمینه ورجل دعته امراة ذات منصب وجمال فقال انی اخاف الله ورجل ذکر الله خالیاً ففاضت عیناه

(۱) امام عادل۔ (۲) جوان جس نے عبادت الٰہی میں پرورش پائی ہو۔ (۳) وہ جس کا دل مسجد سے نکلتے وقت مسجد ہی میں لگا رہتا ہے۔ جب تک کہ پھر مسجد میں پہنچے (۴) وہ دو شخص جن میں للّٰہی محبت ہے۔ اسی پر مل کر بیٹھتے ہیں۔ اور اسی محبت کو لئے ہوئے جُدا ہوتے ہیں (۵) وہ شخص جو صدقہ دے اور چھپائے حتیٰ کہ بایاں ہاتھ نہ جانے کہ دہنے ہاتھ نے کیا دیا۔ (۶) وہ شخص جسے منصب اور جمال والی عورت اپنی جانب بلائے اور وہ کہدے۔ کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں (۷) وہ شخص جسے تنہائی میں خدا یاد آئے۔ اور اُس کی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہوں[1]۔

[1] حدیث میں جو ہفت گانہ اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے پانچ صفات اس تفسیر میں سے یوسف علیہ السلام پر صادق آتی ہیں (۱) وہ عادل تھے۔ کیونکہ اُنہوں نے زنا کو ظلم تبلایا۔ اور ظالمین کو فلاح سے محروم بتایا۔ وہ تنہائی میں خدا کو یاد کرنے والے تھے۔ معاذ اللہ اُنہوں نے ایسے ہے وقت کہا۔ جب کوئی نہ تھا۔ (۳) وہ جوانی میں عبادت الٰہی کرنیوالے تھے (۴) اُنہوں نے ایسی عورت کی بات کا انکار کیا۔ جو صاحب جمال و مال ہونے کے علاوہ صاحب اقتدار بھی تھی (۵) اُنہوں نے غریب بھائیوں کو غلہ کی قیمت کا روپیہ واپس کر دیا۔ اور کبھی نہ جتایا کہ یہ فعل اُن کا تھا۔ ۱۲

غَلَّقَتْ۔ اس لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ دروازوں کے بند کرنے کا کام عورت نے خود کیا تھا۔ اور دروازے بند کرنے میں پوری احتیاط و اہتمام کیا تھا۔

اَلْاَبْوَاب۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ عورت نے جس جگہ یوسف علیہ السلام کو لیجا کر اُن سے چھیڑ چھاڑ شروع کی تھی۔ وہ مکان در مکان بہت اندر تھا۔ عموماً فُسّاق لوگ ارتکاب فحش کے لئے ایسی ہی تجاویز کیا کرتے ہیں۔ کوئی رات کی اندھیاری۔ کوئی موسم گرما کی دوپہر۔ کوئی مکان کا اندرونی حصّہ۔ کوئی بالاخانہ۔ کوئی پیچ در پیچ کوچہ کا انتہائی مکان۔ کوئی صحرا۔ کوئی پارک۔ کوئی رسٹورنٹ وغیرہ وغیرہ مقام کو پسند کرتا ہے۔ اور اپنے خیال میں سمجھ لیتا ہے۔ کہ اب اُس نے اپنی سیہ کاری کے چھپانے کا پورا سامان کر لیا۔ لیکن بدبو پھوٹ پڑتی ہے۔ اور اُن کی سیہ درونی کا عکس اُن کے احوال و اقوال و افعال پر ایسا پڑتا ہے۔ کہ سب کو اُن کے شیطانی حالات کا علم ہو جاتا ہے۔

[حاشیہ: [illegible]]

هَيْتَ لَكَ۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر میں ہے۔ کہ عکرمہ کا قول ہے۔ کہ هَيْتَ لَكَ۔ حورانی زبان کا لفظ ہے۔ اور اُس کے معنے هَلُمَّ ہیں۔ سعید بن جُبیرؓ کا قول ہے۔ کہ اس کے معنی تعال ہیں۔

مَعَاذَ اللّٰہ۔ یعنی میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس بُرے فعل سے وہی مجھے بچائیگا۔ معاذ مصدر ہے۔ اس کے ساتھ اس کے فعل کا استعمال نہیں ہوتا۔

اِنَّہٗ رَبِّیْ۔ اِنَّہٗ کی ضمیر اللہ کی طرف ہے۔ جو معاذ اللہ میں موجود ہے۔ بعض نے لکھ دیا۔ کہ انہ ربی سے مراد شوہر زن ہے۔ مگر اس کا تو کوئی ذکر پہلے سے موجود نہیں۔ مجاہد اور سُدی اور ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے۔ کہ یہ بات بالکل بعید از فہم ہے۔ کہ اللہ کا نبی یوسف صدیق ایک

[حاشیہ: انّہ ربّی کی ضمیر]

دُنیاوی افسر کو (جو فی الواقع اُن کا آقا بھی نہ تھا) کیونکہ یوسف صدیق حقیقتہً غلام بھی نہ تھے) لفظ ربی کہہ کر یاد کریں۔ (فتح البیان ج ۵ صنہ ۲۰)۔

خواہ اُس زمانہ کے لوگ اپنے آقاؤں کو ربی کہہ کر بُلاتے بھی ہوں۔ پس صحیح یہی ہے۔ کہ اِنَّہٗ کی ضمیر اللہ کی طرف ہے۔ یا اسے ضمیر شان کہہ سکتے ہیں۔ مثنوی۔ مقام (کتاب التفسیر صحیح بخاری)۔

زانی ظالم ہے

اَلظّٰلِمُوْنَ - یوسف صدیق نے اس جگہ زانی کو ظالم بتلایا ہے وجوہات پر غور کرو۔

الف - زنا ظلم بر خود بھی ہے۔

زنا ظلم بر خود ہے

زانی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ کیونکہ زنا سے اخلاق۔ اور روپیہ اور خون تباہ و خراب اور فاسد ہو جاتے ہیں۔

پیدا ہونے والی نسل کا ذخیرہ ضائع جاتا ہے۔

زنا ظلم بر خاندان

ب - زنا اپنے خاندان پر بھی ظلم ہے۔

کیونکہ۔ جو شخص زنا کرتا ہے۔ وہ اپنے خاندان کے لئے ایک نمونہ قائم کرتا ہے۔ وہ اپنے گھر تک ایک سڑک بناتا ہے جس سڑک سے زنا بآسانی اُس کے گھر میں داخل ہو جائیگا۔ تجربہ اور مشاہدہ ایسی ہزاروں مثالیں ناظرین کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّسَآءَ سَبِیْلًا

زنا ظلم بر زانیہ

ج - زنا زانیہ پر بھی ظلم ہے۔

کیونکہ جب عورت ایک بار زنا میں آلودہ ہو جاتی ہے۔ تو اُس کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ پھر وہ وقاحت و بے حیائی میں روز افزوں بڑھتی جاتی ہے

زنا اقربائے زانیہ پر ظلم

(د) زنا عورت کے اقربا پر بھی ظلم ہے۔

کیونکہ سب کو ایسی ندامت دامن گیر ہوتی ہے جس کی کوفت اور صدمہ

اُن کے دل پر ہمیشہ رہتا ہے۔

زنا شوہر عورت پر ظلم

(ھ) زنا عورت کے شوہر پر بھی ظلم ہے۔

بننے والے شوہر پر اس لئے ظلم ہے۔ کہ جس اعتماد پر اُس نے شادی کی۔ اُس میں دہوکا دیا گیا۔ اور شوہر موجودہ پر اس لئے ظلم ہے۔ کہ اُس کے واحد حق میں مداخلت کی گئی۔ اُس کی رسوائی کی گئی۔ اُس کے مال کا وارث ایسے مولود کو بنایا گیا۔ جسے استحقاق وراثت حاصل نہ تھا۔

زنا مولود پر ظلم

(و) زنا پیدا ہونے والے بچّہ پر بھی ظلم ہے۔

کیونکہ یا تو ایسے بچّہ کو ضائع کیا جاتا ہے۔

یا اُس کی تربیت صحیح نہیں ہوتی۔

اور یہ تو لازمی ہے۔ کہ اُس کی زندگی کو ہمیشہ کے لئے ننگ و عار کی زندگی بنایا جاتا ہے۔

زنا ملک و قوم پر ظلم

(ز) زنا ملک اور قوم پر بھی ظلم ہے۔

نسلیں محفوظ نہیں رہتی ہیں۔ وہ اوصاف و خصائل جو خصوصیات خاندان ہوتے ہیں نیز صحت عامہ تباہ ہو جاتی ہے۔ اوصاف قومی گم ہو جاتے ہیں۔ زنا کے جراثیم گنہگار والدین سے اُن کی آئندہ اولاد میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان سب اُمور کا دائمی نقصان قوم کو اور پھر ملک کو اُٹھانا پڑتا ہے۔

غور کرو۔ کہ ایک لفظ ظالم کی تحت میں یوسف علیہ السلام نے زنا کی ان تمام بُرائیوں کو کیسی خوبی سے بیان فرما دیا ہے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا ۔ آدھی جیسے شخص ایسے بھی گزرے ہیں۔ جنھوں نے اس آیت کی تحت میں ایسی باتیں لکھ دی ہیں۔ جو عقل و شرع اور اصول قرآن مجید سے

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا کے عقل و شرع و قرآن کے خلاف معنی

بالکل مخالف ہیں۔ اُن کا ذکر کرنا بھی جائز نہیں۔

بے سروپا روایتیں

پھر بعض لوگوں نے اُن باتوں کے عمل وفعل میں نہ آنے کی وجہ کی بابت لکھ دیا۔ کہ یوسف علیہ السلام کے سامنے فلاں فلاں امور منجانب قدرت ظاہر ہوئے تھے۔ یہ سب باتیں بالکل بے سروپا۔ اور واہی ہیں۔

روایتوں میں باہمی تضاد

محدثانہ اصول کے مطابق اُن کی صحت کبھی بھی تسلیم نہیں کی گئی۔ اور ان میں اس قدر تضاد و تناقض باہمی موجود ہے۔ کہ اُن کی تطبیق بھی نہیں ہو سکتی۔

اگر ان روایات کی بُطلان کا ظاہر کرنا ضروری نہ ہوتا۔ تو ہم ان کا ذکر اتنا بھی نہ کرتے۔ تنقید سے یہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ یہ سب روایات ابن کعب قرظی تک پہنچتی ہیں۔ اور وہ ایک غیر معتبر شخص ہے۔"

خیر اَب تفسیر کی طرف آئیے۔

علامہ ابن حزم رح کی تفسیر

علامہ ابن حزم کی (المتوفی ۴۵۶ھ) نے کتاب الفِصَل جلد چہارم صلا پر تحریر کیا ہے۔ کہ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ پر جملہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا جملہ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ہے۔

فخر رازی کی تفسیر

فخر رازیؒ (المتوفی سنہ) نے بھی تفسیر کبیر میں زیادہ تر اسی معنی کی تائید کی ہے۔ بس آیت کا ترجمہ یہ ہُوا۔

عورت نے اُس کا قصد کر ہی لیا تھا۔ وہ بھی قصد کر لیتا۔ اگر بُرہان کو نہ دیکھ پاتا۔"

ابو حاتم اور ابو عبیدہ کی روایت

ابو حاتم کہتے ہیں۔ کہ غریب القرآن کی تعلیم کے وقت اُن کو علامہ ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی معنی بتلائے تھے۔

قاضی بیضاوی کے اعتراض کا جواب از فخر رازیؒ

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں۔ کہ لولا کی شرط

پہلے نہیں آتی لیکن فخر رازی رحؒ نے اس کی صحت کا ثبوت قرآن مجید سے پیش کر دیا ہے۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فٰرِغًا اِنْ کَادَتْ لَتُبْدِیْ بِہٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِھَا (قصص ع ۱)

اس آیت میں کَادَتْ لَتُبْدِیْ بِہٖ کی شرط بعد میں واقع ہوئی ہے۔ یہ معنی عمدہ ہیں۔ اور صحیح ہیں۔ اور یوسف صدیق کی شان عالی کے موافق ہیں

اگر اب بھی لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ رَبِّہٖ کے جملہ کو علیحدہ رکھنا ہو۔

ایک اور معنی

اور وَلَقَدْ ھَمَّتْ بِہٖ وَھَمَّ بِھَا کو علیحدہ۔ تب ایک اور معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ میری فہم کے موافق ہیں۔ اور اگر یہ غلط ہیں تو مجھے بھی اس کے غلط ہونے کا اقرار کرنے میں ذرا تامل نہ ہوگا۔ نعوذ باللہ۔

"تفسیر بالرائی سے اجتناب"

کہ تفسیر بالرائی کی حمایت کی جائے۔

"بہٖ اور بہا کے مرجع ضمائر"

واضح ہو۔ کہ جس قدر معانی بیان کئے گئے ہیں۔ اُن میں ھَمَّتْ بِہٖ میں بِہٖ کا مرجع یوسف علیہ السلام کو۔ اور ھَمَّ بِھَا میں بِھَا کا مرجع اُس عورت کو تبلایا گیا ہے۔ لیکن ہر دو ضمائر کے لئے قریب تر مرجع اور بھی مل سکتے ہیں۔ اور علم فصاحت و بلاغت کی رُو سے ضمائر کا قریب تر مرجع کی جانب لے جانا زیادہ صحیح اور زیادہ موزون سمجھا جاتا ہے۔ اس اصول کے مطابق ھَمَّتْ بِہٖ میں ضمیر بِہٖ کا مرجع عورت کا قول ھَیْتَ لَکَ ہے۔ اور ھَمَّ بِھَا میں ضمیر بِھَا کا مرجع یوسف علیہ السلام کے اقوال سہ گانہ ہیں۔ اور وہ اقوال یہ ہیں۔ (۱) مَعَاذَ اللہِ۔ (۲) اِنَّہٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ۔ (۳) اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔

ہمّ اور عزم کے معنی

لفظ ھَمَّ کے معنی لغوی صاحب کشاف نے قصد اور عزم لکھے ہیں۔

اور عزم کے معنی اشتدادِ طلب ہیں۔ احمد بن یحییٰ ثعلب نے جو لغت و نحو کے مشہور امام ہیں۔ ھَمّت کے معنی اسی لئے وَکَانَتْ مُصِرَّۃً بتلائے ہیں۔[۵]

اب آیت کا ترجمہ یہ ہوا۔

"وہ عورت اپنی بات پر اصرار کرتی رہی۔ اور یوسفؑ اپنے جوابات پر اصرار کرتے رہے"۔

یہ معنی بالکل صاف ہیں۔ اور ایک دل باختہ عورتؑ اور ایک تقویٰ پرور نبی اللہ کی شانِ رفیع پر بھی بالکل چسپاں ہیں۔

"ضمیر کا جملہ کی جانب ہونا"

ضمیر کا مرجع کسی قول یا جملہ کو ٹھہرانا کثرت سے متداول ہے دیکھو اسی سورۃ میں آتا ہے۔ اِنْ سَرَقَ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ فَاَسَرَّھَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِہٖ وَلَمْ یُبْدِھَا لَھُمْ۔

نظم قرآنی پر غور و تدبّر

معنی ہذا کی توثیق اُس وقت ہو جاتی ہے۔ جب نظم قرآنی پر تدبّر و تفکر کیا جائے۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ آیت وَلَقَدْ ھَمَّتْ بِہٖ وَھَمَّ بِھَا بعد میں واقع ہوئی ہے۔ اور اس سے پیشتر آیات قَالَتْ ھَیْتَ لَکَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ اِنَّہٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ آچکی ہیں۔ اس ترتیب کلام پر غور کرنے سے یہ واضح ہو جائیگا۔ کہ ھَمَّتْ کے معنی عورت کا صرف ارادہ اور خواہش دلی ہی نہیں۔ کیونکہ اُس عورت کے تو بہت سے افعال (جو خواہش اور ارادہ سے افزوں تر ہیں) وَرَاوَدَتْہُ (۲) وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ۔ (۳) اور قول ھَیْتَ لَکَ کی تحت میں نمایاں و آشکار ہو چکے۔ ایسے اور اس قدر افعال کے صدور کے بعد اب ھَمَّتْ مذکورہ کو صرف بمعنی خواہش و ارادہ لانے کا محل کونسا باقی تھا علیٰ ہذا صدیق علیہ السلام

[۵] عورت اپنی بات پر اصرار کرتی رہی۔ ۱۲

کے حق میں بھی ھَمَّ بمعنی خواہش وارادہ یا میلان طبعی اس لئے نہیں ہو سکتے
کہ وہ تو نہایت مکمل وعظ زنا کی برائی اور عظمت الٰہی پر فرما چکے ہیں۔ اور خود کو
اللہ تعالیٰ کی پناہ میں لے جا چکے ہیں۔

ہاں اگر آیت یوں ہوتی۔ کہ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَھَمَّتْ بِہٖ وَھَمَّ بِھَا
وَقَالَتْ ھَیْتَ لَکَ قَالَ مَعَاذَ اللہِ تب یہ معنی جو عام طور پر بیان کئے جاتے
ہیں زیادہ چسپاں ہو سکتے۔ غور کرو۔ کہ عورت تو خواہش کا اظہار بھی کر چکی اور
نبی اللہ اُسے رد بھی فرما چکے۔ اب عورت کے ارادہ کے ذکر کا کونسا محل رہ گیا تھا۔
حقیقت یہ ہے۔ کہ اس مقام پر نظم قرآنی پر پورا تدبر کرنا نہایت ضروری ہے۔
نظم قرآنی۔ اور لغت عربی۔ اور شان نبوت کے لائق ترجمہ موجود ہے۔
کہ عورت اپنے قول پر اڑی رہی۔ اور یوسف علیہ السلام اپنے اقوال پر قائم رہے۔
لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ رَبِّہٖ۔ اگر وہ اپنے رب کی برہان کو نہ دیکھ لیتا۔

بُرہان۔ دلیل وحجت اِس کا اطلاق مادّی وغیر مادی ہر دو اقسام پر آیا ہے۔

برہان کا اطلاق مادی وغیر مادی ہر دو پر ہے

قرآن مجید میں عصائے موسیٰ و یدِ موسیٰ دونوں کو برہان فرمایا گیا ہے۔
اور حدیث میں ہے اَلصَّدَقَۃُ بُرْھَانٌ۔
جب فقرہ لَوْلَآ اَنْ سے شروع ہوتا ہے۔ تو اس کا جواب محذوف ہے
اور یہ بلاغت کلام ہے۔ کہ جواب کو محذوف رکھا کیونکہ اُس کا وجود کوئی نہ تھا۔

لولا کا جواب محذوف

قرآن مجید میں دوسری مقام پر بھی لَوْلَا کا جواب محذوف ہونا مل جاتا ہے
اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ وَاللہُ یَعْلَمُ
وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ وَاَنَّ اللہَ
رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ترجمہ یہ ہے۔ کہ جو لوگ ایمان والوں میں گندی باتوں کی اشاعت

پسند کرتے ہیں۔ اُن کے لئے دنیا و آخرت میں عذاب ہے۔ اللہ اُن کو جانتا ہے۔ تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا۔ تب ...... اور اللہ تو رؤف و رحیم ہے دیکھو یہاں خبر محذوف سے جواب مکمل بنے گا۔

برہان کے متعلق کعب قرظی کے روایات کا واہی ہونا۔

واضح ہو کہ بُرہان رب کی تفسیر میں ابن کعب قرظی کی روایات میں جتنی باتیں بتائی گئی ہیں۔ صورتِ یعقوبؑ۔ یا صورتِ جبریلؑ۔ یا کوئی اور ندا۔ یا آیات قرآنیہ میں سے کسی آیت کا دیوار پر۔ یا چھت پر لکھا جانا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب روایات اصول محدثانہ کے اعتبار سے واہی اور بے بنیاد ہیں۔ اور صحیح قول امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ بُرہان رب سے مراد نبوّت ہے۔

ابن حزم اور معنی برہان

میرے فہم میں یوسف علیہ السلام کے گزشتہ وعظ کو بھی جو زنا کی بُرائی پر اُنھوں نے فرمایا۔ برہان رب کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ انبیاء کی تعلیم و تلقین منجانب اللہ تعالےٰ ہوتی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وعظ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَ تِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ (یہ ہمارے دلائل تھے۔ جو ہم نے ابراہیم کو دیئے تھے)۔

اب مطلب آیت لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ کا یہ ہُوا کہ اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے۔ کہ موقعہ کی نزاکت۔ عورت کی جو صاحب مال و جمال تھی۔ درخواست اُس درخواست پر اصرار۔ اور تحکم۔ یوسف علیہ السلام کی محکومی۔ بھرپور جوانی۔ شادی شُدہ نہ ہونا۔ بے وطن ہونا۔ یہ ایسے حالات جمع ہو گئے تھے۔ جن پر غالب آنا کسی معمولی مرد کا کام نہ تھا۔ وہ فضل الٰہی جو شامل حال انبیاء علیہم السلام ہوتا ہے۔ وہ عصمت نبوّت جو ارادۂ کبائر کو دل میں جانشین ہونے نہیں دیتی ہے۔ اپنا کام کر گئی۔ اور خدا کا نبی ہر ایک مرحلہ سے پاک و صاف نکل گیا۔

کیونکہ برہان رب اُن کی رہ نما تھی ۔

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ

ایسا ہی ہوا۔ تاکہ ہم برائی اور بے حیائی کو یوسفؑ سے دور رکھیں یوسفؑ تو ہمارے پاکیزہ بندوں میں سے تھا۔

سوء و فحشاء کا فرق

سُوْٓءٌ - سَاءَ - یسوء - سَوْءٌ سے - اسم ہے - بری کام بری عادت - آفت - عیب وغیرہ -

عِبَادِنَا - ہمارے بندے - یہ اللہ تعالےٰ کا بہت پیارا لفظ ہے - عزت بخشی کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ اسی لقب سے اپنے برگزیدہ خاص بندوں کو یاد فرمایا کرتا ہے - سیدنا مولانا محمد النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیعہ کا خیال کرو - اور پھر حضور کے مقامات عالیہ میں سے معراج کو یاد کرو - جس پر یہ مصرعہ نہایت صداقت سے صادق آتا ہے - بمقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبی - ذکر معراج میں یہ الفاظ ہیں - سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ (پاک ہے وہ مالک جس نے شبا شب اپنے بندہ کو سیر کرائی) - دیکھو یہاں سب سے بہترین مقام کے بیان میں حضور صلعم کو لفظ عبد سے یاد و ممتاز فرمایا ہے -

لفظ عبد اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت کا خطاب ہے - معراج اور لفظ عبد

توعبد خواندہ شدی و رموز داں دانست   کہ برتر ست عبودیت از سلیمانی

آیت زیر تفسیر میں یوسف صدیقؑ کو بھی اسی معزز اور پیارے خطاب سے یاد فرمایا ہے - جس سے صاف ظاہر ہے - کہ اس ہفت خوان نفسانی پر فتح پانے میں جو امور جلیل اُنھوں نے کئے تھے - وہ اللہ تعالےٰ کی کمال خوشنودی کا موجب ہوئے -

مُخْلَصِیْن - اخلاص سے ہے خلص لغت میں کسی چیز کو دوسری چیز کی

اخلاص کے لغوی معنی | آمیزش سے پاک صاف کرنے کو کہتے ہیں۔

اخلاص کے شرعی معنی | اصطلاح شرعیہ میں دل کو غیر اللہ سے خالی کرنے کا نام اخلاص ہے۔
یہ یاد رہے۔ کہ اخلاص کے قریب صدق بھی ہے۔ مگر ان دونوں میں فرق یہ ہے۔

صدق و اخلاص میں فرق | کہ اخلاص مطلوب کا عدم انقسام ہے یعنی مطلوب واحد ہو۔
صدق۔ طلب کا عدم انقسام ہے۔ یعنی طلب واحد ہو۔

صدق و اخلاص میں ترتیب | صدق کے درجہ پر انسان بعد از اخلاص فائز ہوتا ہے۔ لیکن اخلاص کے بغیر صدق حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔

قرآن مجید میں اخلاص کی تاکید | اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اخلاص کی نہایت تاکید فرمائی ہے۔ فرمایا اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ۔
ہم نے کتاب کو تجھ پر راستی کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ پس تو اللہ کی عبادت اخلاص کے ساتھ بالکل اسی کا بن کر ادا کیا کر۔

فرمایا اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (یاد رکھو یہ خدا ہی کی شان ہے۔ کہ دین اسی کے لئے ہو۔

خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ احسن عمل وہ ہے جو خالص و اصوب ہو۔ فرمایا۔ اگر عمل خالص تو ہوا۔ مگر اصوب نہ ہوا۔ تب بھی قبول نہ ہوگا۔
اگر اصوب ہوا۔ اور خالص نہ ہوا۔ تب بھی قبول نہ ہوگا۔
پھر بتلایا۔ کہ خالص کے معنی یہ ہیں۔ کہ صرف خدا کے لئے ہو۔ اور اصوب کے معنی یہ ہیں۔ کہ سنت نبویہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے مطابق ہو۔

اخلاص پر حدیث قدسی | حدیث قدسی میں ہے۔ (یہ حدیث سند کے لحاظ سے بھی صحیح ہے)
اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيَ غَيْرِيْ فَهُوَ لِلَّذِيْ اَشْرَكَ بِهٖ [1]

[1] میں ہر ایک ساجھی بن کر کام کرنے والوں کے اندر سب سے زیادہ شرک اور ساجھی بننے سے الگ ہوں۔ اگر کسی شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں اس نے میرے سوا اور کو بھی شامل کیا۔ تو وہ عمل اس غیر کے لئے سمجھا جاویگا۔ ۱۲

الغرض جب عمل کو مخلوق کے دکھانے سُنانے سے پاک رکھا جائے۔ اور جب طاعت و عبادت میں صرف ذاتِ سبحانی ہی مقصود ہو۔ تب اُس کا نام اخلاص ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو توفیقِ اخلاص عطا فرمائے۔

یوسف علیہ السلام کے متعلق جب یہ معلوم ہوگیا۔ کہ وہ کامل الاخلاص تھے۔ تو یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ امراۃ العزیز کے واقعہ میں اُن سے کوئی بھی ایسی حرکت صادر نہیں ہوئی۔ جو اُن کے منصبِ عالیہ کے ذرا بھی خلاف ہو۔

قصہ کے ضمن میں مخلص کہنے کی بلاغت اور حسن دلیل

بلاغت قرآنیہ پر تدبر کرنے کے لئے یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ جس طرح ایک مکان کے اندر دو جوان مرد و زن کے جمع ہونے کے بعد کے واقعات دوسروں کے لئے بالکل محجوب و مستور ہوتے ہیں۔ اسی طرح اخلاص کا معاملہ ہے۔ دونوں حالتوں کی اصلیت عالم الغیب ہی پر آشکار ہوتی ہے۔ واقعہ کا خاتمہ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ کے الفاظ پر فرما دینے سے اللہ تعالیٰ نے صدیق کی بے گناہی و بے لوثی کو بہترین دلائل سے واضح فرما دیا اس معاملہ میں بھی ان کی برءیت فرمائی۔ اور اُن کی دل اخلاص منزل کی بھی صفت فرما دی۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

وہ دونوں دروازہ کو لپکے۔ عورت نے یوسف کے پیچھے سے اُن کا کُرتہ چاک کر دیا۔ پھر دونوں نے عورت کے خاوند کو دروازہ کے پاس ہی دیکھ پایا۔ عورت بولی۔ جو شخص تیری بیوی سے بدکاری کا ارادہ کرے اُس کی کیا سزا؟ یا تو اُسے قید کیا جانا چاہئے۔ یا دردناک عذاب ملنا چاہئے۔

اِسْتَبَقَا - دو شخصوں کا ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی نیت سے دوڑنا
یوسف علیہ السلام اس لئے دوڑے۔ کہ اپنا ایمان بچائیں۔ عورت اس لئے
دوڑی۔ کہ پھر اُن کو اپنی ڈھب پر لانے کی سعی کرے۔

اَلْبَاب - پہلے غَلَّقَتِ الْاَبْوَاب فرمایا تھا۔ یہاں اَلْبَاب فرمایا۔ معلوم ہوا
کہ اس سے آخری دروازہ۔ یعنی داخلہ مکان کا سب سے پہلا دروازہ مراد ہے۔

یوسف علیہ السلام کا تیزی سے دوڑنا

اگر ہم نظم قرآنی سے یہ سمجھیں۔ کہ کُرتہ پھٹنے کا واقعہ
اس آخری دروازہ کے متصل وقوع میں آیا تھا۔ تو اُس سے معلوم ہو سکتا ہے
کہ یوسف علیہ السلام کس تیزی سے بھاگے تھے۔ کیونکہ اُن کو ہر دروازہ کے
کھولنے میں بھی جو بڑی احتیاط سے عورت نے بند کئے تھے۔ خاصی دیر لگنی ہو گی
با ایں ہمہ وہ سب دروازوں کو طے کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ صرف آخری
دروازہ کے متصل عورت اُن سے اس قدر قریب پہنچ گئی۔ کہ وہ اُن کو تو
نہ پکڑ سکی۔ بلکہ اُن کی قمیص عورت کے ہاتھ میں آئی۔

اَلْفَيَا - اَلْفَى اِلْفَاءً (وَجَدَهٗ)

قَدَّتْ - قَدٌّ - کپڑے کا طول میں چاک ہونا۔

قَدٌّ اور قَطٌّ میں فرق لغوی

قَطٌّ - کپڑے کا عرض میں چاک ہونا۔
یہ لفظ بتلاتا ہے۔ کہ عورت کا ہاتھ یوسف علیہ السلام کی گردن کے
قریب پڑا تھا۔
یہ لفظ بتلاتا ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام پوری طاقت سے بھاگ رہے تھے
کیونکہ اگر وہ ایسے زور میں نہ ہوتے۔ تو کپڑے کے تھام لئے جانے سے اُن کو
بھی رُک جانا پڑتا۔ لیکن اُدھر تو یوسف صدیق پورے زور سے آگے کو جا رہے
تھے۔ اور اُدھر عقب سے عورت نے پورے زور سے اُن کے کپڑے کو پکڑ

لیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ قمیص گریبان سے لیکر دامن تک چاک ہوتا چلا گیا۔ مگر اللہ کا صدیق نہ رُکا۔

سَیِّد ۔ اصل میں سَیِّدُہا تھا۔ مجھے شبہ گزرتا ہے۔ کہ یہ امراۃ العزیز غالباً لونڈی تھی۔ پھر اُس سے شادی کرلی گئی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اُسے امراۃ العزیز بھی کہا گیا۔ اور اُس کے شوہر کو۔ اُس کا سَیِّد بھی۔ لیکن لفظ زوج کا استعمال ان کے لئے نہیں کیا گیا۔ اور یہی لفظ ہے۔ جو زوجین کے تساوی و تشاکل کا مثبت ہو سکتا تھا۔

[illegible] امراۃ العزیز لونڈی تھی

لونڈیوں سے نکاح کا جواز

لونڈیوں سے نکاح کا جواز قرآن حکیم سے ثابت ہے۔ مگر صرف اُس وقت جب کہ آزاد عورت نہ ملے۔ اور مرد کو زنا میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوْهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ أَخْدَانٍ ۚ فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَأَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؑ (س نساء ع ۴)

لونڈیوں سے جواز نکاح کا حکم

ؑ تم میں سے جسے مسلمان بی بیوں سے نکاح کا مقدور نہ ہو۔ تو وہ نکاح ایسی مسلمان عورتوں میں سے کرے۔ جو لڑائی میں ہاتھ آئی ہوں اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو ایسی عورتوں سے نکاح لونڈی والوں کی اجازت سے کرو۔ اور دستور کے مطابق ان کو مہر بھی دو۔ ان کو نکاح کے ساتھ قبضہ میں لاؤ۔ نہ زنا کا تعلق ہو۔ اور نہ چوری چھپے سے ملنے کا۔ پھر نکاح کے بعد اگر ان سے بے حیائی کا کام ثابت ہو۔ تو لونڈی کی سزا بی بی سے آدھی ہے۔ یہ اجازت تم میں سے ان لوگوں کے لئے ہے۔ جن کو نکاح کے بغیر گناہ میں آلودہ ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ ورنہ اگر لونڈی کے نکاح سے رکے رہو۔ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اللہ تو بخشنے والا رحم والا ہے۔

اَرَادَ - ارادہ کے معنی وہ اقتضائے طبعی ہے جو منجر بہ فعل اور ملصق بفعل ہو- اس لفظ کا استعمال مقصود فعل کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔ مَاذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِھٰذَا مَثَلًا ؎ (ترجمہ اللہ نے اس مثال سے کیا ارادہ کیا ہے) ۔

ارادہ کے لغوی معنی

امرأۃ العزیز نے اس لفظ کا استعمال کن معنی میں کیا؟

امرأۃ العزیز نے اس لفظ کی تحت میں اُن افعال کو بھی شامل کر لیا ہے۔ کہ اگر اُن افعال ارادی کے بالمقابل کوئی مانع نہ پایا جائے۔ تو فعل مطلوبہ کا ارتکاب مکمل ہو جائے۔ عورت کے شوہر اور شاہد نے بھی یہی معنی سمجھے۔ اور اسی لئے قمیص کی حالت پر غور کیا گیا جیسا کہ آگے آئیگا۔

اگر ارادہ کے معنی نیتِ قلب لئے جائیں۔ تو آیت کے معنی نہیں بن سکتے کیونکہ اس کی اطلاع تو خود اُس عورت کو بھی نہ ہوتی۔

بِاَھْلِکَ - اہل الرجل - بیوی - اہل البیت بیوی - اور کنبہ کے دیگر اشخاص

اہل الرجل

عورت کی ہوشیاری دیکھو - یہ نہیں کہتی - کہ "میرے ساتھ" - بلکہ کہتی ہے۔ کہ "تیری اہل کے ساتھ" تا کہ شوہر کا غصہ تیز ہو جائے - اور وہ سمجھ جائے۔ کہ عورت کی عزت تو دراصل شوہر کی عزت ہوتی ہے -

عورت کا پہلے اظہارِ وفا اور [illegible]

اس واقعہ کو پورے غور اور تدبر سے پڑھنا چاہئے۔ عورت کا کہاں تو وہ شوق وصال۔ کہ خود دروازے بند کئے۔ خود اپنی زبان سے درخواست کی۔ اور جب یوسف علیہ السلام بھاگ چلے۔ تو خود حویلی کے آخری دروازہ تک تعاقب کیا۔ اور کہاں یہ پلٹی۔ کہ شوہر کو دیکھا۔ تو خود مستغیثہ بن گئی - اور خود ہی شوہر کو زندان یا تازیانہ کی سزا بھی سوجھا دی - اِس واقعہ میں اُن فاسقوں کے لئے سخت عبرت ہے۔

فاسقوں کے لئے سبق عبرت

جو پرائی (بیگانہ) عورت کی محبت یا وفاداری کے قائل ہوتے ہیں -

شاید لوگ بظاہر سمجھتے ہیں۔ کہ امرأۃ العزیز نے یہ بات اپنے حفظ آبرو کے لئے کہی تھی لیکن حقیقت اور ہے۔ اُس عورت کو یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی و عفت و معصومی و تقویٰ کا کامل یقین ہو چکا تھا۔ اور یوسفؑ کی پاکیٔ طینت و طہارت فطرت نے اِسے کہہ دیا تھا۔

برو ایں دام بر مرغِ دگر نہ　　　　که عنقا را بلند است آشیانہ

عشقِ شہوانی مبدل بانتقام شیطانی

اس لئے عشق شہوانی مبدل بہ انتقام شیطانی ہو گیا۔ اور شوہر کو تعذیب کی صورتیں بھی سمجھانے لگی۔ لہذا اب کسی مرد کو بھی کسی غیر عورت کی نسبت صداقت کا بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور کبھی خیال بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ ایسی لگاوٹ کا مقصد اقتضائے خواہش کے سوا کچھ اور بھی ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہو سکتا۔ تو یوسفؑ جیسے پاک محبوب کے لئے یہ عورت کبھی منہ سے ایسا الفاظ نہیں نکال سکتی تھی۔

مرثد بن کنان رضی اللہ عنہ اور مساۃ عناق

اس سے مشابہ تر قصہ حضرت مرثد بن کنان بن حصین الغنوی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت مدینہ طیبہ کی تھی۔ یہ قوی پہلوان تھے۔ مدینہ سے مکہ چھپ کر آیا کرتے۔ اور اُن مسلمان قیدیوں کو جن کو کفار مکہ اسلام لانے کے جرم میں قید کر دیا کرتے تھے۔ زندان سے　　　نکال کرلے جایا کرتے تھے۔ یہ ایک بار اسی ارادہ سے مکہ میں پہنچے۔ ایک گھر کی دیوار کے سایہ میں رات کو چھپ کر کھڑے ہوئے تھے۔ کہ اتنے میں عناق آگئی۔ یہ ایک مشہور حیا باختہ عورت تھی۔ اور مرثد کا اس سے میل جول بھی قبل از اسلام رہا تھا۔ عناق نے اِن کو دیکھا اور پہچان لیا۔ بولی۔ مرثد۔ اُنہوں نے کہا۔ ہاں مرثد بولی۔ مرحبا و اہلاً سہلاً۔ چلو میرے گھر چلو۔ رات کو میرے پاس ہی سونا

مرشد نے کہا۔ نہیں عناق نہیں - اسلام میں زنا حرام ہے - یہ سُن کر عناق نے چلانا شروع کیا - لوگو - آؤ آؤ - دوڑو دوڑو - وہ شخص کھڑا ہے - جو مسلمانوں کو تمہارے جیل سے نکال لے جایا کرتا ہے - یہ سُنتے ہی آٹھ شخصوں نے مرشد رضؓ کا تعاقب کیا - انہوں نے مشکل سے ایک غار تک پہنچ کر اپنی جان بچائی -

ذرا غور کرو - کہاں تو عناق کا مرحبا - اہلاً و سہلاً کہنا - اپنے گھر لیجانے کی درخواست کرنا - اور کہاں یہ - کہ جب سُن لیا - کہ یہ اب آلودہ نہ ہوگا - تو مرشدؓ کے گرفتار کرانے کے لئے خود شور ڈالنا - لوگوں کو بُلانا -

مرشد رضی اللہ عنہ کا قول ہے - کہ میں نے مدینہ پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی - کہ عناق سے نکاح کروں - تو حضور نے مجھے اجازت نہ دی - بلکہ میرے ہی سوال پر اس آیت کا نزول ہوا - اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً[1]

---

[1] بہ روایت ترمذی - اور نسائی و ابوداؤد میں بالفاظ متقارب موجود ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب باستدلال آیت ہذا یہی تھا - کہ زانیہ سے نکاح جائز نہیں - بعض نے جواز نکاح زانیہ کی دلیل حدیث ان امراتی لا تمنع ید الامس سے نکالی ہے - امام نسائی اس حدیث کو لیس بثابت کہتے ہیں - اس آیت کے معنی میں دیگر اقوال و استدلال بھی ہیں - ہمارا مقصود چونکہ آیت بالا کی تفسیر نہیں - اس لئے بالاستیعاب بحث کی ضرورت نہیں ۱۲
آیت سورہ نور کی ہے - اور ترجمہ یہ ہے - کہ زانی نکاح نہ کرے مگر زانیہ یا مشرکہ سے اور زانیہ نکاح نہ کرے - مگر زانی یا مشرک سے - اور یہ مومنوں پر حرام کیا گیا ہے - ۱۲ -

فصل۔ شوہر زن کے سامنے یوسف علیہ السلام کا بیان

"عورت کے ایک قریبی رشتہ دار کی شہادت۔ یوسف علیہ السلام کے حق میں فیصلہ"

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ○ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ○ فَلَمَّا رَأَى قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ○

یوسف نے کہہ دیا کہ یہ عورت تو خود مجھے پھسلاتی رہی تھی۔ اور عورت کے گھرانے کے ایک شاہد نے یہ بات کہی کہ اگر یوسف کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی۔ اور وہ جھوٹا۔ اور اگر یوسف کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی۔ اور یوسف سچا۔ پھر جب عورت کے شوہر نے دیکھا۔ کہ یوسف کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے۔ تو اس نے عورت کو کہا۔ کہ یہ بات تو تیری تریا چلتر کی تھی۔ اور تریا چلتر تو بڑے ہوتے ہیں۔

+

يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنْبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ○

اے یوسف اس بہتان کا خیال نہ کر۔ اے عورت۔ تو اپنے گناہ کی بخشش مانگ۔ تو تو اُن میں سے ہے۔ جو جان بوجھ کر خطا کیا کرتے ہیں +

شَہِدَ۔ شہادت کے معنی اظہار حقیقت ہیں۔ گواہ کی گواہی کو بھی اسی لئے شہادت کہتے ہیں۔ اور فی سبیل اللہ جان دینے والوں کی موت کو بھی اسی لئے شہادت کہا جاتا

شہادت کے معنی۔ گواہ کو شاہد" اور راہ خدا میں قتل ہونے والے کو شہید کہنے کی وجہ"

ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰۤئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ

یعنی اللہ کی اور ملائکہ کی اور صاحبان علم کی شہادت یہی ہے۔ کہ اللہ کے سوا اور کسی کو بھی استحقاق الوہیت حاصل نہیں۔

شاہد۔ مفسرین میں اس گواہ کے متعلق اختلاف ہے۔ معالم التنزیل کی ایک روایت میں ہے۔ کہ یہ گواہ ایک طفل شیر خوار تھا

شاہد یوسف کے شیر خوار ہونے کی روایت

لیکن اس روایت کی سند صاحب معالم نے بیان نہیں کی۔ اور یہی اعتراض خازن نے درج کیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ روایت صحیحین کی روایت کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ معالم کی اس روایت میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ چار بچے بعہد شیر خوارگی بولے۔ مگر صحیحین میں ان کی تعداد تین بتلائی گئی ہے۔ اور ان تین میں اس شاہد یوسف کا ذکر نہیں۔ علامہ ابن کثیر نے ائمہ سلف کے اقوال بیان کئے ہیں۔

"یہ روایت صحیحین کے خلاف ہے"

تابعین کی روایات شاہد یوسف کے متعلق

عکرمہ عن ابن عباس۔	(کہتے ہیں کہ وہ داڑھی والا شخص تھا)۔
ابن ابی ملیکہ۔ عن ابن عباس۔	وہ شاہی مصاحب تھا۔ ہر دو روایات کو ابن جریر نے بھی بیان کیا
عوفی۔	وہ پنگھوڑے کا بچہ تھا۔
سدی و ابن اسحٰق۔	وہ پورا آدمی تھا۔
ابن اسلم و سدی۔	وہ عورت کا چچیرا بھائی تھا۔

جمیع اقوال سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ اس شاہد کو بچہ بتلانے میں صرف عوفی منفرد ہیں۔ اس لئے یہ روایت مرجوح ہے۔

شاہد یوسف عورت کا حامی تھا۔ بار ثبوت الثنا

ہم سمجھتے ہیں۔ کہ یہ ایک ہوشیار شخص تھا۔ اور اس نے جو طریق استدلال اختیار کیا۔ وہ صاف طور پہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ یہ شخص

ل مطبوعہ میمنہ مصر جزو ۲۔

بالکل عورت کی حمایت میں تھا۔ اگر ہم عورت کے اس بیان کو قانون مروجہ حال کی تحت میں لائیں۔ تو یہ ایک استغاثہ اقدام زنا بالجبر ۵۱۱/۳۷۶ کا تھا۔ اور استغاثہ کی صداقت خود مستغیثہ کے بیان اور حالت سے ہونی چاہئے تھی۔ عورت کے لباس اور جسم کو دیکھا جاتا۔ نشانات تشدد کی تلاش کی جاتی۔ لیکن رائے دہندہ چونکہ عورت کے گھرانے کا تھا۔ اس لئے اُس نے تحقیقات کا یہ اصلی پہلو اختیار ہی نہیں کیا۔ بلکہ عورت کے خالی خولی بیان ہی کو مان کر حضرت یوسف پر صفائی کا بار ڈالدیا۔ وہ تو اللہ تعالےٰ نے اپنے برگزیدہ بندہ کی عفت و عصمت کو واضح ہی کر دینا تھا۔ اور طلاء ناب نے آتش امتحان میں پڑ کر بھی طلاء ناب ہی رہنا تھا۔ ورنہ طریقۂ تحقیقات خالی از تعصب ہرگز نہ تھا۔

دریافت اصلیت پر قرینہ سے استدلال

اب قانون کی دوسری بات سمجھو۔ کہ اس شاہد نے دریافت اصلیت کے لئے ایک قرینہ کو اختیار کیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے ہم کو یہی امر سکھلانے کے لئے اس کا مذکور فرمایا ہے۔ کہ جب شہادتِ واقعہ موجود نہ ہو۔ تب قرائن کا استعمال کیا جا سکتا ہے اور فقدان شہادت اصلیہ کے وقت قرائن صحیحہ اور قیاسات قریبہ بھی شہادت کا کام دے جاتے ہیں۔

جن لوگوں نے عمر فاروق اور علی مرتضٰی رضی اللہ عنہما کے فیصلجات کو پڑھا ہے۔ جن لوگوں کی نظر قاضی کعب بن سور ازدی اور قاضی شریح بن الحارث کندی۔ اور قاضی ایاس بن معاویہ مزنی۔ اور فقیہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ۔ کے فیصلجات تک پہنچی ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ ائمہ اسلام نے کس عمدگی سے اس اصول کا استعمال کیا ہے۔ اور وہ فراست صادقہ کی شمولیت سے حقیقتِ اصلیہ کا انکشاف کس عمدگی سے کیا کرتے تھے۔

اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ ۔ لوگ سب عورتوں کی مذمت بیان کرتے ہوئے اس آیت کو اکثر پڑھا کرتے ہیں۔ لیکن اُن کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ ارشادِ ربّانی نہیں۔ بلکہ شوہرِ زن کا قول ہے۔ یعنی ایک ایسے مرد کا قول ہے۔ جو ایک طرف اپنی عزّت کے خوف سے عورت کی بات کو دبانا بھی چاہتا ہے۔ اور ایک طرف اس واقعہ سے ملول بھی ہے۔ اور ایک طرف یوسف صدیق سے محجوب بھی ہے۔ وہ اپنی عورت کو الزام دیتے ہوئے یہ نہیں سمجھتا۔ کہ صرف قصوروار ہی کو ملزم ٹھیرانا چاہیئے۔ بلکہ وہ کل جنس اناث ہی کو مطعون ٹھہرا دیتا ہے۔

> اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ
> [illegible]

> قرآن مجید میں مرد و زن کے مدارج کی یکسانیت ۔

واضح ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس شخص کی طرح منجانب خود کوئی ایسا لفظ نہیں فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کوئی مرد مرد ہونے کی وجہ سے اور کوئی عورت عورت ذات ہونے کی وجہ سے قابلِ عزّت یا قابلِ نفرت نہیں۔ قرآن مجید نے تو الطیبات للطیبین اور الطیبون للطیبات فرما کر اس جوڑ کے ہر فرد کی بابت صراحت فرما دی ہے۔ جیسا کہ اَلْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ اور وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثَاتِ فرما کر شقِ دوم کو واضح کر دیا ہے۔

> قرآن مجید میں با ایمان عورتوں کی تعریف

قرآن مجید تو با ایمان عورتوں کے فضائل کا ذکر با ایمان مردوں کے دوش بدوش فرماتا ہے۔

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ ۔ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۔ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصَّادِقِیْنَ وَالصَّادِقَاتِ ۔ وَالصَّابِرِیْنَ وَالصّٰبِرَاتِ ۔ وَالْخَاشِعِیْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ ۔ وَالصَّائِمِیْنَ وَالصَّائِمَاتِ ۔ وَالْحَافِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتِ ۔ اَعَدَّ اللّٰہُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ؕ

ترجمہ یہ ہے ۔

مسلمان مردوں ۔ مسلمان عورتوں ۔ مومن مردوں ۔ مومن عورتوں ۔

عابد مردوں - عابد عورتوں - صادق مردوں - صادق عورتوں - صابر مردوں - صابر عورتوں - خاشع مردوں - خاشع عورتوں -

صدقہ دینے والے مردوں صدقہ دینے والی عورتوں - روزہ دار مردوں روزہ دار عورتوں - اپنے ستر کی حفاظت کرنے والے مردوں اور عورتوں - اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم مقرر کر رکھا ہے - احزاب ع ۴ -

ان آیات پر غور کرو - کہ کس طرح مسلم عورتیں ہر ایک صفت حسنہ و خلق کریمہ میں مسلم مردوں کی طرح موصوف بتائی گئی ہیں - اور پھر ان کو برابر کے درجہ میں رکھ کر شایان مغفرت و اجر عظیم ٹھہرایا ہے - اور فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ کہہ کر عورتوں کی تعریف اوصاف حمیدہ کے ساتھ فرمائی ہے۔ ۱؎

جھوٹے قصوں پر اعتماد کر کے عورت کی منزلت کم نہ کرو"

پس کسی مسلم کو یہ لازم نہیں - کہ عزیز مصر کے قول پر بھروسہ کر کے اپنی شریک زندگی (بیوی) پر خواہ مخواہ بدگمانی کرنے لگے - یا بہار دانش و الف لیلہ کے جھوٹے - گندے فرضی قصوں کو صحیح سمجھ کر مومنہ مسلمہ مستورات کے شرف کو فراموش کر بیٹھے - یا ناٹک کا بھید وغیرہ ہندی کتابوں کو پڑھ کر اپنی فطرت سلیم کو خراب کرے - اور عورت ذات پر بدگمانی کر کے بہن - بیٹی کی قدر و منزلت کو بھی کم کر بیٹھے -

متقدمین عیسائیوں کے اقوال ایسے بہت ملتے ہیں - جن میں عورت کو شیطان کے برابر یا اس سے بھی بڑھ کر بتلایا گیا ہے - الحمد للہ - کہ اسلام

قدیم عیسائی عورت کی ذلت

کی تعلیم نے اب ان کی آنکھ بھی کھول دی ہے - اور

۱؎ نیک بی بیاں تو فرماں برداری کرنے والی - اور جان و مال کی حفاظت حفظ الٰہی سے کرنے والی ہیں -

وہ عورت کا احترام کرنے لگے ہیں۔

اب آیت بالا کے نفس مضمون پر آنا چاہیئے۔

یوسف کی برداشت

یوسف علیہ السلام کا حلم و برداشت دیکھو۔ جواب دہی کے لئے صرف اتنی ہی الفاظ کا استعمال کیا۔ جو نہایت ضروری تھے۔

عورت کا رشتہ دار بھی عورت کو نہ بچا سکا

شوہر زن نے عورت کے رشتہ دار سے اس بارہ میں مدد حاصل کی۔ مگر وہ بھی اپنے منطقی دلیل سے عورت کو نہ بچا سکا۔ حتیٰ کہ خود شوہر زن کو عورت کے مکروفریب کا حال معلوم ہوگیا۔ اور اُسے یوسف علیہ السلام سے عفو و درگذر کی درخواست کرنی پڑی۔ دراصل تقویٰ

تقویٰ و خشیت کی فتح

اور خشیت من اللہ کی فتح تھی۔ جو مکائد شیطانی۔ اور اکاذیب نسوانی پر حاصل ہوئی تھی۔ اور اس سے یہ اطمینان ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ پس پردہ گناہ سے بچتے ہیں۔ رب العالمین۔ اُن کی حفاظت و نصرت علیٰ رؤس الاشہاد فرماتا ہے۔ اور جو ایسا نہیں کرتے۔ اُن کے لئے نتیجہ بالعکس ہوتا ہے۔

فصل زنان مصر کی ملامت۔ امرأۃ العزیز کی غیرت

عورتوں کی دعوت حسن کا کرشمہ۔ تقویٰ کی قوت۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ط

شہر میں عورتوں نے چرچا کیا۔ کہ عزیز کی عورت اپنے غلام کو پھسلایا کرتی ہے۔ غلام کی محبت اُس کے دل میں جانشین ہوگئی ہے۔

اِنَّا لَنَرٰىھَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ ہم تو اُسے صریح گمراہی میں سمجھتی ہیں +

نِسْوَۃٌ - بکسر اوّل اور بضم اوّل "جماعت زنان" اس کا مفرد اسی کے لفظ سے نہیں آتا- مفرد اِمْرأۃ ہے- امراۃ سے تثنیہ تو آتا ہے- مگر جمع نہیں آتی- جمع کے لئے نِسْوَۃ یا نسوان یا نسئین آتے ہیں-

بعض تفاسیر میں ہے- کہ وہ فلاں فلاں عورتیں تھیں- لیکن نہ تو کوئی معتبر روایت موجود ہے- اور نہ اس کی کچھ ضرورت ہی ہے- کہ وہ کون کون عورتیں تھیں-

مَدِیْنَہ - (مَدَنَ مَدُوْنًا) سے ہے- مدینہ ایسا شہر جہاں انسانوں کی بڑی آبادی ہو- یا جہاں قلعہ بھی ہو-

مَدِیْنَۃُ النَّبِی- مدینہ منوّرہ- اگر مدینہ منوّرہ کی جانب نسبت ہو- تو مدنی کہتے ہیں- اور اگر کسی اور شہر کی جانب ہو- تب مدینی بولتے ہیں-

شَغَفَھَا - شغاف وسط قلب اور سویداء قلب - امرأوالقیس کا شعر ہے-

یتقتلنی وقد شغفت فوا دھا   کما شغف المھنوءۃ الرجل الطالی

فَتٰی - جوان- بہادر - تہذیباً - فتیٰ غلام کو- اور فتاۃ لونڈی کو کہتے ہیں- آیت میں غلام ہی مراد ہے-

زنانِ مصر کے اعتراض کا منشاء آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے- کہ عورتوں کا طعن یہ تھا- کہ اتنی امیر ہو کر غلام پر کیوں مرتی ہے-

اگر ان عورتوں میں نفس زنا کی بُرائی مسلّمہ ہوتی- تب اُن کی کلام میں اصل فعل بد یعنی محبتِ غیر کی بُرائی پر زور دیا جاتا-

با ایمان عورتوں کی بزرگی" یہ تو اللہ تعالیٰ نے با ایمان عورتوں ہی میں شرم و حیا

پیدا کی ہے۔ کہ خواہ کوئی شخص اُن کے شوہر سے امارت میں بڑا ہو۔ یا حسن و جمال میں بڑھا چڑھا ہو۔ مگر وہ اپنے شوہر کے سوا دوسرے شخص کو ایک آنکھ بھی دیکھنا پسند نہیں کرتی ہیں۔

سمعت

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ

جب عورت نے اُن عورتوں کی چغلیاں سُنیں۔ تب اُن کو بُلایا۔ اور سب کے لئے کھانے تیار کئے۔ اور ہر ایک کے ہاتھ میں چھُری دے دی۔ اور حضرت یوسف سے کہا۔ کہ تم ان عورتوں کے سامنے آؤ۔ جب عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو وہ دہشت کھا گئیں۔ اور اُنہوں نے اپنے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ اور منہ سے بولیں۔ اللہ اللہ۔ یہ تو بشر نہیں ہے یہ تو کوئی فرشتہ بڑے درجے کا ہے۔

مکر۔ اصلیت کو اُلٹ پلٹ دینا۔ اخفا اور ضرر۔ دونوں میں مکر ہوتا ہے یہاں غیبت کو مکر کہا ہے۔ غیبت کرنے والا بھی بُری طرح سے بیان کرتا ہے

اعتدت۔ اِعتداد یا عتادہ سے ہے۔

متکا۔ عکرمہؒ کا قول ہے۔ کہ اس لفظ میں وہ سب اشیاء خوردنی شامل ہیں جو چھُری سے کاٹ کر کھائی جاتی ہیں۔ ابن جریر نے ضحاک سے بھی یہی معنی روایت کئے ہیں۔

عکرمہ کا قول بمعنی متکا"

سِکِّیْنًا - چھری ۔ مونث و مذکر دونوں طرح مستعمل ہے ۔ مذکر اکثر -
اَکْبَرْنَهٗ - مجاہدؒ کا قول ہے ۔ کہ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اُن پر رُعب چھا گیا۔
حَاشَ لِلّٰهِ - اس کلمہ سے مطلب تنزیہ ہے ۔

چھری کانٹے سے کھانیکا طریق آج کل ہندوستانی لوگ انگریزوں کی وجہ سے چھری کانٹے سے کھانے کو خوب سمجھتے ہیں ۔ چھری چلانے کے لئے دوسرے ہاتھ کے سہارے سے اُس چیز کو جسے کاٹنا ہے دبانا ہوتا ہے ۔ اور کسی رُعب یا دہشت یا عظمت کے اثر سے یہ بالکل قرین عقل و قیاس ہے ۔ کہ چھری سے دوسرے ہاتھوں کی اُنگلیاں زخمی ہو جائیں ۔

آج کل بجائے اُنگلی کے کانٹے سے دباتے ہیں ۔ ورنہ دوسرے ہاتھ کی انگلیوں پر چھری کا چل جانا بہت آسان ہے ۔

حسن یوسفی اس فقرہ سے یوسف علیہ السلام کے حسن و جلال کی بڑی تعریف نکلتی ہے ۔ بائیبل ۳۹ پ میں ہے ۔ یوسف نور پیکر تھا ۔ شب معراج کی حدیث صحیح میں ہے ۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فلک سوم سے گذرے ۔ وہاں یوسف صدیق تھے فاذا ھو قد اعطی شطر الحسن ۔ دیکھا کہ اُن کو حُسن کا بڑا حصّہ ملا ہے ۔

کیا ملک بشر سے افضل ہے عورتوں نے اس جگہ نفی بشریت کر کے حضرت یوسفؑ کو فرشتہ بنایا ہے ۔ اس سے واضح ہوا ۔ کہ اُن کو کمالاتِ بشر کا علم نہ تھا ۔ انبیاء کا درجہ تو فرشتوں سے برتر ہے ۔ حالانکہ وہ بشر ہیں ۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ یُوْحٰٓی اِلَیَّ (کہدے میں تو ایک بشر ہوں ۔ مجھ پر وحی آتی ہے) ۔

قَالَتْ فَذٰلِکُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ

عورت نے کہا یہ ہے وہ جس کی بابت تم مجھے ملامت دیتی تھیں ۔ ہاں میں نے تو اسے ضرور پھسلایا ۔ اور کئی بار کوشش

فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۵

کی۔ مگر یہ بچتا ہی رہا۔ اور اب اگر یہ وہ کام نہ کریگا جس کا حکم میں اسے دوں گی۔ تب یہ جیل میں جائیگا۔ اور خود اپنی عزت کو کھو بیٹھے گا +

صَاغِرِیْن۔ (صَغِرَ صَغَرًا اِصْغَارًا) سے ہے۔ صاغرُوہ جو اپنے ذلت پر خود رضامند ہو جائے۔ (راغب)۔

امراۃ العزیز کا اثر عورتوں پر

امراۃ العزیز کا مقصد یہ تھا۔ کہ عشق غلام کا جو طعن اُسے دیا گیا ہے۔ اُس کا ازالہ کرے۔ جب اُس نے دیکھا۔ کہ اُس کا جادو چل گیا۔ اور وہ عورتیں جس منہ سے یوسف علیہ السلام کو غلام غلام کہا کرتی تھیں۔ اُسی منہ سے وہ اُن کو ملک کریم کہنے لگ گئیں۔

تب امراۃ العزیز نے اُن کے سامنے رازِ دل کہہ سُنایا۔

رشک آیدم وگرنہ لقابت کشود می　　دست نزا گرفتہ بناصح نمود می

فَاسْتَعْصَمَ۔ اس کا مادہ عَصْمٌ ہے۔ اصل لغت میں اس کے معنی امساک ہیں عِصْمَتٌ۔ بچاؤ۔

"حضرت یوسف پر زبان کھولنے والے فاستعصم پر آنکھ کھولیں"

جو لوگ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا کی بحث میں فضول باتیں لکھا کرتے ہیں۔ وہ یہاں عورت کی شہادت کو سُنیں۔ جو اپنی رازدار سہیلیوں کے سامنے بیان کر رہی ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام پر پھسلاوٹ کا ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ اور وہ بالکل بچے رہے۔

لَیُسْجَنَنَّ۔ کے لفظ کو غور کرو۔ کہ یہ عورت محبتِ صدق کے مدارج سے

امراۃ العزیز کی نیت

کس قدر دور تھی۔ وہ تو ایک ایسی عورت ہے۔ جو گندہ خیال میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اُس کے دل میں یوسف جیسے معصوم کی کوئی قدر و منزلت

نہیں۔ اُس نے صاف کہہ دیا ہے۔ کہ یا تو یوسف اُس کی بات کو مانے۔ یا وہ جیل میں جائے۔

نفسانی خواہش برف کی طرح ناپائیدار ہوتی ہے

اس قول سے یہ سبق لینا چاہیئے۔ کہ جس چاہت اور پریت کی بنیاد نفسانی خواہش پر ہوتی ہے۔ وہ برف کی طرح ناپائدار ہوتی ہے۔

یاد رکھو۔ کہ تعلقات کی تہ میں تین امور میں سے ایک ضرور ہوتا ہے۔ جس محبت کی بنیاد مبنی بر لذت ہے۔ وہ جلد قائم ہو جاتی اور جلد فانی ہو جاتی ہے۔ جس محبت کی بنیاد مبنی بر نفع ہے۔ وہ دیر میں قائم ہوتی۔ اور جلد ضائع ہو جاتی ہے۔ جس محبت کی بنیاد "خیر محض" ہوتی ہے۔ وہ جلد قائم ہوتی ہے اور نہایت مستحکم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کی محبت ایمانی کے متعلق فرمایا ہے۔ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ قیامت کے روز سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ سوا اُن کے جن کی محبتیں اللہ کے لئے ہیں۔

فصل معصیت و مصیبت کا مقابلہ

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ کَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَکُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ۝

اے رب مجھے زندان زیادہ پیارا ہے۔ اُس کام سے۔ جدھر وہ بلاتی ہیں۔ اور اگر تو اُن کے چلتروں کو مجھ سے دور نہ کرے گا۔ تو میں اُدھر مائل ہو جاؤں گا۔

اور پھر جاہلوں میں کا ایک جاہل بن جاؤں گا۔

السِّجْنُ ۔ محبس ۔ زندان کو اس لئے سجن کہتے ہیں ۔ کہ اس کے اندر قیدیوں کو روک دیا جاتا ۔ اور ان کی آزادی و آمدورفت کو سلب کرلیا جاتا ہے ۔

اَصْبُ ۔ صَبْوَہ سے ہے ۔ جس کے معنی میلان نفس ہیں ۔ بادِ صبا کو اس لئے

صبا کو صبا کہنے کی وجہ

"صبا" کہتے ہیں ۔ کہ نفوس اس کے شائق ہوتے ہیں ۔

معلوم ہوتا ہے ۔ کہ جب مہمان عورتوں نے اِس میزبان عورت کا یہ ارادہ معلوم کرلیا ۔ کہ وہ حضرت صدیق علیہ السلام کو جیل تک بھیجنے میں دریغ نہ کریگی ۔ تو ان کو حضرت کے ساتھ ہمدردی پیدا ہوئی ۔ اور وہ بھی امرأۃ العزیز کی ہم آہنگ اور دلالۂ شیطان بن گئیں ۔

توجہ الی اللہ

خدا کے مخلص بندہ نے اس سے نجات کی کوئی راہ نہ دیکھی ۔ تو جھٹ خدا ہی کی جانب متوجہ ہوگئے ۔ یہ سبق ہے ۔ مسلمانوں کے لئے کہ وہ بھی ہر مصیبت سے بچنے کے لئے بہترین تدبیر "رجوع الی اللہ" ہی کو سمجھا کریں ۔

معصیت و مصیبت کا مقابلہ

دوسرا سبق آیت بالا میں یہ ہے ۔ کہ صدیق علیہ السلام نے معصیت اور مصیبت کا مقابلہ کرکے دکھلا دیا ہے ۔ اور بتلا دیا ہے ۔ کہ جب معصیت سے بچنے کے لئے اور کوئی راہ باقی نہ رہے ۔ بجز اس کے کہ سخت مصیبت کی برداشت کی جائے ۔ تب اہل ایمان کو لازم ہے ۔ کہ مصیبت کو کشادہ پیشانی اور طیبِ خاطر سے اختیار کرلے ۔ مگر معصیت کو اختیار نہ کرے ۔

لاحول ولاقوۃ کے معنی

تیسرا سبق ۔ اس آیت میں یہ ہے ۔ کہ بندہ کو یقین رکھنا چاہیئے ۔ کہ نیکی کرنے کی طاقت اور بدی سے بچنے کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ملتی ہے ۔ ورنہ انسان بوجہ بشریت سخت کمزور ہے ۔ یہی وہ اصول

ہے۔ جو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ میں سکھایا گیا ہے۔ یہی وہ اصول ہے۔ جو انسان کے شجر ایمان کی شادابی و سرسبزی کے لئے پانی کا درجہ رکھتا ہے

یوسف علیہ السلام کے قول پر غور کرنا لازم ہے

قرآن مجید سے اقتباس نور کرنے والوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ان فقرات پر بار بار غور کرنا چاہیئے۔ کہ "اگر تو ان کی مکاریوں کو مجھ سے دور نہ رکھیگا۔ تو میں اُدھر مائل ہو جاؤں گا"۔ یہ الفاظ اُس مستقیم الاحوال برگزیدہ رب العالمین کے ہیں۔ جو سخت ترین امتحان میں پاک وصاف ثابت ہو چکا ہے۔ اب بھی وہ اُسے عاجزی۔ اور خشوع کے ساتھ اپنے مالک کے سامنے مستدعی ہیں۔ گویا اُن کو اپنی حالت پر ذرا اعتماد نہیں۔ ہاں گناہ سے بچنے کی یہی بہترین تدبیر ہے۔ کتابوں میں اور تجربہ میں ایسی بہت مثالیں پائی جاتی ہیں۔ کہ ایک عالم۔ یا عابد نے اپنی علم و عبادت یا زہد و ورع پر بھروسہ کیا۔ اور حرام کی مبادیات سے بچنے میں احتیاط نہ کی۔ بالآخر وہ اُس میں مبتلا ہو ہی گئے۔

مبادیات زنا بھی حرام ہیں۔

شریعت نے زنا کو حرام ٹھہرایا۔ تو اُس کی مبادیات کو بھی حرام ٹھہرایا۔ بیگانہ عورت کو تاکنا جھانکنا۔ اُس سے بلا ضرورت ہم کلام ہونا۔ یا لمبے سفر میں غیر محرم کو ساتھ رکھنا۔ یا ایک مکان میں شب باش ہونا وغیرہ وغیرہ جملہ امور کو جو زنا کی طرف لے جانے والے ہیں۔ شریعت نے حرام ٹھہرا دیا ہے۔ اور یہ سب اس لئے کہ انسان زنا سے بچ سکے۔

پردہ ہر ایک متقی و بزرگ سے ضروری ہے

چوتھا سبق۔ اَصْبُ اِلَیْھِنَّ میں ہے۔ بعض لوگ کسی شخص کو بزرگ یا نیک سمجھ کر اُس سے اپنی عورتوں کا پردہ ترک کرا دیتے ہیں۔ اور اکثر ایسے بزرگ بھی اپنا حق تقویٰ یہی سمجھا کرتے ہیں۔ کہ عورتیں اُن سے پردہ نہ کیا کریں۔ ان سب کو اس لفظ پر غور کامل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ خدا کے

نبی وصدیق نے اِس لفظ کی تہ میں انسانیت کی کمزوری کو بخوبی آشکار کر دیا ہے۔

فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

پروردگار نے اُس کی درخواست کو قبول فرمالیا۔ پھر اُن عورتوں کے چلتروں کو یوسف سے دور کر دیا۔ ہاں وہی پروردگا ہے۔ جو سب کی سُنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

اِسْتَجَاب ۔ جَابَ جوبًا سے ہے۔ استجاب قبولیت دعا۔ حاجت کا پورا کر دینا۔

استجابتِ دعا

واضح ہو کہ قبولیت دعا رب العالمین ہی کی شان ہے۔

الف ۔ قبولیتِ دعا کے یہ معنی بھی ہیں۔ کہ اسی شکل میں دعا قبول کر لی جاوے جس شکل میں مانگی گئی ہے۔ قرآن مجید میں مندرجہ ذیل نظائر پر غور کرو۔

(۱) نوح علیہ السلام کی دعا تھی۔ وَلَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا[لہ] طوفان آیا۔ سب کافر غرق ہوئے۔

(۲) ابراہیم علیہ السلام کی مکّہ میں بسنے والوں کے لئے دعا تھی۔ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ[لہ]۔ جو لوگ مکہ معظمہ جاتے ہیں۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ کہ زمین مکہ ناقابل زراعت ہے۔ مگر تمام بازار ہر قسم کے میوہ جات سے بھرے ہوئے ہیں۔

(۳) ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی۔ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ[لہ] چار ہزار سال سے برابر ہر ایک اہل ایمان زیارت کعبہ و بلد الامین کے لئے بے تاب رہتا ہے۔ اور سال بسال لاکھوں اشخاص وہاں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔

قبولیت دعا کے نمونے قرآن مجید سے

لہ اے خدا کافروں میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ !! لہ اُن کو بہت میوے کھلا !! لہ لوگوں کے دلوں کو اُن کی محبت

(۴) ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی - وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا[۱] - یہ دعا ایک ہی رسول کے لئے تھی - تنکیر تعظیم کے لئے ہے - یعنی عظیم الشان رسول کے لئے - چنانچہ خاص مکہ میں اس ہزاروں سال کے عرصہ میں صرف ایک ہی رسول مبعوث ہوا - جو اتنا بڑا عظیم الشان ہے - کہ کلام الٰہی میں اس کا نام رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہوا فداہ ابی و امی - اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى -

(۵) ایوب علیہ السلام کئی سال تک امراض جسمانی میں مبتلا رہے - رَبِّ اِنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ[۲] - کہہ کر انہوں نے دعا مانگی - اور جھٹ صحت کامل عطا فرمائی گئی -

(۶) یونس علیہ السلام نے قعر بحر اور بطن حوت میں لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ[۳] - کہہ کر دعا مانگی - اور وہ زندہ ساحل پر پہنچائے گئے -

(۷) موسیٰ علیہ السلام فرعون سے بھاگے - اور مدین پہنچ کر انہوں نے رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ[۴] کے الفاظ میں دعا مانگی - اللہ تعالےٰ نے ان کو شعیب علیہ السلام کی صحبت میں پہنچا دیا -

جہاں انہوں نے اپنی تربیت پائی - بیوی ملی - اور بالآخر نبوت پر فائز ہوئے

(۸) زکریا علیہ السلام نے دعا کی - هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً[۵] - اللہ تعالیٰ نے ان کو یحییٰ علیہ السلام سے شادکام فرمایا -

(۹) والدہ مریم علیہا السلام نے دعا کی تھی - اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ[۶] - اللہ تعالیٰ نے ان کی مراد کو قبول فرمایا - اور آئین اسرائیل کے خلاف دختر کو بھی

---

[۱] ان میں بڑی شان کا رسول پیدا کر - ۱۲ [۲] اے رب مجھے مرض لگ گیا ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم والا ہے ۱۲ [۳] تیرے سوا کوئی معبود نہیں - اور میں تو اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں سے ہوں ۱۲ [۴] اے رب جو چیز بہبودی کی تو میرے لئے نازل کرے میں اس کا محتاج ہوں ۱۲ [۵] اے رب مجھے اپنے ہاں سے پاک نسل عطا کر - ۱۲ [۶] اے رب میں اپنے پیٹ کے بچے کو تیری نذر کرتی ہوں - ۱۲

بطور خادم بیت المقدس قبول کر لیا تھا۔

(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تھی۔ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا[1]۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا۔ اور وہ علوم و اسرار اور حقائق و معارف حضور پر منکشف فرمائے۔ جو پہلے کسی کو نہ ملے تھے۔ حتیٰ کہ حضور ہی معلم عالم قرار پائے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ[2]

اسی طرح مومنین کی دعاؤں کی قبولیت کی بابت اطلاع دی۔ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ[3]

قبولیت دعا بصورت دیگر

(ب) بعض اوقات جب اس دعا کا اسی طرح قبول کیا جانا رب العالمین کے علم میں خود مانگنے والے کے حق میں ضرر رساں ہوتا ہے۔ تب اس کی شکل دوسری پلٹ دی جاتی ہے۔ الغرض دعا منظور ہو جاتی ہے۔ صَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ کی تاثیر دیکھو۔ کہ اس وقت سے بعد پھر کوئی اور واقعہ پیش نہ آیا۔ کہ کوئی عورت حسن یوسفی پر والہ و شیدا ہوئی ہو۔ اور یوسف علیہ السلام کو پھر کبھی معصیت میں پڑ جانے کا اندیشہ ہوا ہو۔ امراۃ العزیز بھی بھول گئی۔ اور زنان مصر بھی اسی فراموش کر بیٹھیں۔

سمیع علیم

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۔ اللہ تعالیٰ کے خاص اسماء میں سے ہیں۔ اور اس مرکب صورت میں کسی دوسرے پر ان کا اطلاق جائز ہی نہیں۔ جہمیہ و معتزلہ نے صفات باری تعالیٰ کے متعلق عجیب عجیب عقائد نکالے۔ اور تاویلات

سمیع کے معنی

بعیدہ سے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے ان صفات عالیہ سے۔ جو اسماء حسنیٰ سے ظاہر ہیں دور کرنا چاہا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ اہل ایمان

---

[1] اے رب مجھے علم میں بڑھاتا رہ ۱۲ [2] ہمارا نبی سب کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ ۱۲
[3] جب تم نے اللہ سے فریاد کی۔ تو اس نے تمہاری فریاد کو قبول کیا۔ ۱۲

اب بھی ان اسماء اور اُن کی صفات پر اسی طرح ایمان رکھتے ہیں جس طرح اُن کو اللہ کے برگزیدہ رسول نے تعلیم دی تھی سمیع و بصیر کے متعلق یہ کہنا کہ وہ سمیع بسمع یا بصیر بہ بصر ہے۔ اللہ تعالےٰ کی تنزیہہ کے خلاف ہے۔

علیم کے متعلّق یہ بحث کہ احداث معلومات کے بعد تعلّق علم ہوتا ہے۔ بالکل جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ماضی وحال و مستقبل پر حاوی ہے معلومات میں خواہ گوناگوں تغیرات و تبدلات رونما ہوں۔ مگر اُس کے علم ازلی میں کوئی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوتا۔

جہمیہ واہل بدعت کا حال

جہمیہ وغیرہ اہل بدعت کا اعتقاد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا علم مستقبل پر حاوی نہیں۔ بلکہ جب کوئی شے وقوع میں آجاتی ہے تب اُس کا علم اُس سے متعلّق ہو جاتا ہے۔ اگر یہ لوگ قرآن پاک سے نور ہدایت لیتے تو ہرگز اس ضلالت میں نہ پڑتے۔

قرآن مجید کی اُن پیش گوئیوں پر نظر ڈالو جن میں اظہار غیب فرمایا گیا۔ اور واقعاتِ آئندہ کو قطعی و حتمی الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ کیا ایسا اخبار و اعلان ایسی ذات سے ہو سکتا ہے۔ جسے مستقبل کا علم نہ ہو۔ سُبحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝

قرآن مجید کی پیشگوئیاں

قرآن پاک نے خبر دی۔ کہ یہودیوں۔ بت پرستوں اور قریش کے متحدہ عساکر جو مدینہ پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ ان سب کو دُم دبا کر بھاگنا پڑیگا سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ[1] چنانچہ ایسا ہُوا۔

قرآن پاک میں تھا وَعَدَکُمُ اللّٰہُ مَغَانِمَ کَثِیْرَۃً تَاْخُذُوْنَھَا[2]۔ چنانچہ

---

[1] جمعیت کے سب لوگ ہزیمت پائینگے۔ اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے ۱۲

[2] اللہ نے تم سے وعدہ بڑے بڑے مقام کا وعدہ کیا۔ جن کو تم حاصل کروگے ۱۲

اُنہی مومنین نے عراق و شام فلسطین و مصر کو فتح کیا۔ جو نزول آیت کے وقت مخاطب کئے گئے تھے۔ کیا ایسے واقعات کی اطلاع دینا جس کی تصدیق ایران اور روما۔ ایشیا و افریقہ کی تواریخ سے بھی ہوتی ہے علم مستقبل کے بغیر ممکن ہے۔

قرآن پاک میں تھا۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ۔ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا [1] یہ وعدہ اُسی زمانہ کے لوگوں میں سے جن کے سامنے قرآن اُتر رہا تھا۔ اُن بزرگوں کے ساتھ پورا کیا گیا۔ جن کا ایمان اور عمل صالح میں افضل و برتر ہونا اہل عالم کے نزدیک مسلّم ہے۔ جو اُن ممالک کے مالک بنے۔ جن پر موسیٰ۔ و یوشع۔ و داؤد و سلیمان علیہم السلام نے فتوحات حاصل کیں۔ اور حکومت فرمائی تھی۔ جن کی کوششوں سے اللہ کا پسندکردہ دین کابل سے لیکر قیروان تک۔ اور ٹیونس سے لیکر خراسان تک پہنچ گیا تھا۔ جن کے عہد میں امن بسیط اور غلبہ ظاہر اور فتح مبین اور نصر عزیز مسلمانوں کی رکاب کے ساتھ ساتھ چلتی تھی۔ وہ جنہوں نے دنیا کو توحید کی تعلیم دی۔ وہ جنہوں نے مشرکوں کو موحد ہونے کے درجہ تک پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ کا علم ماضی و حال و مستقبل پر حاوی ہے کیا اس قسم کے اعلانات یہ نہیں بتلاتے ہیں۔ کہ رب العالمین کا علم کامل مستقبل پر بھی ویسا ہی حاوی ہے۔ جیسا کہ

[1] وعدہ کیا اللہ نے اُن سے۔ جو تم میں سے ایمان لے آئے ہیں۔ اور عمل صالح کرتے ہیں۔ کہ خدا اُن کو خلیفہ بنائیگا ارض مقدس کا۔ جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلوں کو وہاں کا خلیفہ بنایا تھا۔ اور یہ کہ خدا اُن کے دین کو جسے خدا نے اُن کے لئے پسند کر لیا ہے۔ عزت و تمکنت دیگا۔ اور یہ کہ خدا اُن کے خوف کو امن کے ساتھ بدل دیگا۔ وہ خالص میری ہی عبادت کریں گے۔ اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔ (سورہ نور ع ۷)

حال پر۔ اور جیسا کہ ماضی پر۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ

سچی نشانیوں کے دیکھ لینے کے بعد بھی پھر اُن کی رائے یہ ہوئی۔ کہ یوسفؑ کو کچھ مدت کے لئے قید رکھیں۔

ثُمَّ ۔ حرف عطف ہے۔ ترتیب وتراخی پر دال ہے۔ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ[1] ثُمَّ سے یہ ثابت ہوا۔ کہ اس واقعہ سے کچھ عرصہ بعد ایسا کیا گیا۔

بَدَا ۔ کا اشارہ اہل دنیا کے اُس جھوٹے غرور کی طرف ہے۔ جو وہ خیالی عزت اور ناک رکھنے کے زعم میں سینکڑوں گناہ اور جرم کا ارتکاب کرنے میں ذرا تامل نہیں کیا کرتے۔

اہل دنیا کا جھوٹا غرور

لَهُمْ ۔ میں۔ عورت کا خاوند۔ اور وہ رشتہ دار جسے بلفظ شاہد بیان کیا گیا ہے۔ اور خود عورت داخل ہیں۔ ضمیر مذکر بوجہ تغلیب لائی گئی ہے۔

الْاٰيٰتِ ۔ سے مراد یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی طبع۔ معصومانہ حالت کُرتہ کی ہیئت۔ شاہد کا فیصلہ۔ شوہر کا عورت پر الزام۔ صدیق سے درگزشت کی درخواست ہے۔

الآیات۔ امارات۔ بیگناہی یوسفؑ

آیت سے ظاہر ہے۔ کہ اُنھوں نے یوسف علیہ السلام کو سچا سمجھتے ہوئے پھر جیل میں بھیجدیا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اُس زمانہ میں امراء مصر کو کتنے ظالمانہ اختیارات حاصل تھے۔ کہ بلا تعیین جرم۔ اور بلا تعیین میعاد قید اپنے زیر حکم اشخاص کو جیل میں بھیجنے کی طاقت رکھتے تھے

[1] جو کوئی شخص اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف جانے کے لئے نکل پڑا۔ پھر اُسے راہ ہی میں موت آگئی۔ تو اُسے ہجرت کا ثواب مل جاتا ہے ۱۲

انبیائے کرام کے مصائب

اللہ اکبر۔ انبیاء کرام کے مصائب کیسے کیسے سخت ہوتے ہیں۔ ان کے منصب عالی کی شان تب ہی نمایاں ہوتی ہے۔ کہ اُنہوں نے اِن مصائب کو مُرضاۃ الٰہی کے لئے کیسی کشادہ پیشانی اور فراخ دلی سے برداشت کیا ہے۔

فصل جیل۔ قیدیوں کے خواب تعبیر۔ توحید کا اظہار

توحید کی تبلیغ۔ شرک کے بُطلان پر دلائل۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ ؕ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۖ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝

یوسف کے ساتھ دو اور غلام بھی جیل میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ میں نے خواب دیکھا۔ کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں۔ دوسرے نے کہا۔ میں نے دیکھا۔ کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اُٹھا رکھی ہیں۔ پرندے اُن میں سے کھا رہے ہیں۔ دونوں نے حضرت یوسف سے کہا کہ ہم کو تعبیر بتایئے۔ ہم آپ کو نکوکاروں میں سے سمجھتے ہیں۔

خمرکے معنی

خَمْر۔ (خمرہ خمرًا) اُسے چھپا دیا۔ انہی معنی میں ہے۔ لَا تَجِدُ الْمُؤْمِنَ اِلَّا فِیْ مَسْجِدٍ یَعْمُرُهٗ۔ اَوْ فِیْ بَیْتٍ یَخْمُرُهٗ اَوْ فِیْ مَعِیْشَةٍ یُدَبِّرُهَا خَمَرَ الشَّهَادَةَ۔ شہادت کو چھپا گیا۔ خمار۔ وہ اوڑھنی جس سے عورت سر چھپاتی ہے۔

خمر و مے

خَمْر۔ لغت میں شراب انگوری کو بولتے ہیں جس کا ترجمہ فارسی میں مَے ہے۔ مَے اصل لغت دری میں زہر کو کہتے ہیں۔ جمشید شاہ ایران انگور

جمشید کے عہد کا قصہ

کھانے کا عادی تھا۔ انگور آئے۔ رکھ کر بھول گئے۔ ہفتوں کے بعد یاد آئے۔ دیکھا تو وہ سڑ گئے تھے۔ جمشید نے کہا یہ تو مَے (زہر)

بن گئے۔ ان کو زمین میں دبا دو۔ برتن سمیت دبا دیئے گئے۔ ایک لونڈی کو درد
شقیقہ ہوا کرتا تھا۔ اُسے درد کی تکلیف ہوئی۔ اور اُس نے خودکشی کا ارادہ کیا
مے کو نکال لیا۔ اور وہ عرق پی گئی۔ اُسے نشہ ہو گیا۔ گاتے بجانے لگی۔
اس تغیر حالت پر بہت استعجاب کیا گیا۔ جب لونڈی کا نشہ اُتر گیا۔ تب
اُس سے پوچھا گیا۔ اُس نے مے کا قصہ سُنا دیا۔ پھر تو شاہ کج کلاہ بھی
رواج شراب اُسی پر جُھک پڑے۔ اور دنیا میں شراب خوری کے مُوجد
ٹھہرے۔

جام جم کی حقیقت ساغر پر سات خط لگائے گئے۔ اوّل درجہ کا شرابی وہ سمجھا جاتا
تھا۔ جو سات خط تک خالص شراب پی جاتا۔ اس ساغر کو جام جم کہتے
ہیں۔ اُس کا نام جہاں نما اس لئے رکھا۔ کہ مدہوش کو دنیا بھر کی کچھ خبر نہیں رہتی

خمر کے شرعی معنی زبان شرع میں ہر ایک نشیلی شراب کو خمر کہتے ہیں۔ صحیحین کی حدیث
عن ابن عمر رضی اللہ عنہما میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
کُلُّ مُسْکِرٍ خَمْرٌ وَکُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ۔ ہر ایک نشیلی چیز خمر ہے۔ ہر ایک نشیلی چیز
خمر کی برائی حرام ہے۔ سُنن نسائی میں حضرت عثمان ذوالنورین سے موقوفاً روایت
ہے۔ اِجْتَنِبُوا الْخَمْرَ فَاِنَّهَا اُمُّ الْخَبَائِثِ۔ شراب سے بچو۔ وہ تو بدیوں۔ اور
پلیدیوں کی ماں ہے۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کل ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔
یعنی جس چیز کی بڑی مقدار نشہ لاتی ہو۔ اُس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔

اسلام کی حرمت خمر شراب اسلام میں ۳ھ کو حرام ہوئی۔ لوگوں نے حرمت
کا حکم سُنا۔ تو شراب زمین پر بہا دی۔ مٹکیاں توڑ دیں۔ مدینہ کی گلیوں میں
شراب بہ نکلی تھی۔ جو احسانات عظیم اسلام نے نوع انسان (مسلم وغیر مسلم)
پر فرمائے ہیں۔ حرمت خمر کا حکم بھی ایک از انجملہ ہے۔ ورنہ پولوس جیسے بڑے بڑے

شراب اور یورپ | لیڈروں کی تعلیم تو یہ رہی ہے۔ کہ سادہ پانی نہیں پینا چاہیئے۔ اس میں تھوڑی سی شراب ضرور ملا لینی چاہیئے۔

اَعۡصِرُ خَمۡرًا ۔ سے انگور مراد ہیں۔ اور انگور کو خمر بقاعدہ ما یؤول الیہ فرمایا ہے۔

مِنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۔ قیدیوں نے یوسف علیہ السلام کو احسان کنندہ بتلایا۔ اس کی ایک توجیہ یہ ہے۔ کہ بائیبل میں ہے۔ کہ جیل کے داروغہ نے جیل کا سارا انتظام حضرت یوسفؑ پر چھوڑ دیا تھا۔ یہ ظاہر ہی ہے۔ کہ اس انتظام میں سب قیدی پوری پوری آسودگی و آرام میں رہتے تھے۔

| یوسفؑ جیل کا انتظام |

قیدیوں کے خواب ! پہلی دفعہ ہے۔ کہ یوسفؑ کے سامنے کوئی خواب تعبیر کے لئے پیش ہوتا ہے۔ یہ پہلا موقعہ ہے۔ کہ یُعَلِّمُکَ مِنۡ تَاۡوِیۡلِ الۡاَحَادِیۡثِ[1] کی بشارت کا ظہور ہو۔

| قیدیوں کے خواب |

فصل زندان میں تبلیغ توحید اشاعت اسلام دعوت الی الحق

| تبلیغ خاصان خدا کا شیوہ ہے | خاصانِ خدا کا یہ شیوہ ہے۔ کہ وہ تبلیغ اور اشاعت اور دعوتِ اسلام سے نہیں چوکتے۔ جہاں کہیں اور جب کبھی ان کو کسی ایک شخص کے سمجھانے کا بھی موقعہ مل جاتا ہے۔ تو اس موقعہ کو ضائع نہیں جانے دیتے۔ یوسف علیہ السلام کی زندگی میں یہ وصفِ عالی جوہر آبدار کی طرح آشکار ہے۔ اور یہ دوسرا موقعہ ہے۔ کہ انہوں نے عین موقعہ پر زبان کو تبلیغ کے لئے کھولا۔

| یوسف علیہ السلام کے دو وعظ | پہلا وہ موقعہ تھا۔ جب امراۃ العزیز نے هَیۡتَ لَکَ (آ اپنے کام کے لئے بڑھو) جیسا ولولہ خیز جملہ کہہ کر ان کے جوش شباب

[1] خدا تجھے خوابوں کی تعبیر کا علم سکھلائیگا ۔ ۱۲

کو بھڑکانا چاہا تھا۔ اور یوسف صدیق نے فوراً زنا کے خلاف تین زبردست براہین سے اُس کا رد فرما دیا تھا۔

اب دوسرا موقعہ یہ ہے۔

اللہ کے صدیق نے دیکھ لیا۔ کہ (۱) قیدیوں کو اُن سے حسنِ ظن بھی ہو گیا ہے۔ (۲) اور تاویل الاحادیث کے متعلق ان کا کام خاص نبی اللہ ہی کے ہاتھ میں آگیا ہے۔ تو اُنھوں نے اِس موقعہ کو تاڑ کر چاہا۔ کہ اوّل فرضِ تبلیغ کو ادا فرمائیں۔

اس مقصد کو زیرِ نظر رکھ کر ناظرین آیات ذیل کی ترتیب پر پورا تدبر فرمائیں۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا

حضرت یوسفؑ نے کہا۔ جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے۔ اُس کے آنے سے پہلے پہلے میں تم کو وہ تاویل بتا دوں گا۔ جو تمہارے خوابوں کی آیندہ ہونے والی ہے۔

لَا يَأْتِيكُمَا۔ کا تعلق طعام سے اور يَأْتِيَكُمَا کا تعلق تاویل سے ہے۔ [۱]
تُرْزَقَانِهِ۔ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس عہد میں بھی قیدیوں کو سلطنت کی طرف سے کھانا ملا کرتا ہے۔

قیدی اور خوراک

یوسف علیہ السلام کی تمہید کے فوائد

کھانا آنے سے پہلے پہلے بتلا دوں گا۔ اور وقوع میں آنے سے پہلے تبلا دوں گا۔ یہ دو باتیں یوسف علیہ السلام نے اس لئے فرمائیں۔ کہ وہ شوق صادق اور طلب صحیح کے ساتھ یوسف علیہ السلام کے پاس بیٹھے رہیں۔ اور اُس وعظ سے جو آگے آئیگا۔ ملول ہو کر۔ یا طول وقت

[۱] بتا دیا یہ قبل وقوع ابن کثیر صـ۲۰۱ ـ

سے افسردہ ہوکر اُٹھ کے نہ چلے جائیں۔

یہ وہ ضروری اصول ہے۔ جو واعظین اسلام کو دوران وعظ میں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ وعظ میں سامعین کی دلچسپی کا قائم رکھنا ضروری ہے۔

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِىْ رَبِّىْ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

یہ تعبیر بھی اُن علوم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھلائے۔ میں نے تو ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو آخرت کے منکر ہوتے ہیں۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِىْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝

میں تو اپنے باپ دادا ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ کے مذہب پر چلا کرتا ہوں۔ ہم کو یہ شایاں نہیں۔ کہ ذرا سا شرک بھی اللہ کے ساتھ کریں۔ اور یہ وہ فضیلت ہے جو خدا نے ہم کو دی ہے۔ یہ وہ فضیلت ہے جو خدا نے سب انسانوں کو دی ہے۔ مگر بہت لوگ ایسے ہیں۔ جو اس فضیلت کے بھی شکر گذار نہیں۔

مِمَّا عَلَّمَنِىْ۔ فرما کر یوسف علیہ السلام نے رفع دخل فرمادیا۔ کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھ جائے۔ کہ زمانِ مستقبل کی خبر بتلانا کسی انسان کی اپنی صفت ہو سکتی ہے۔ صاف سمجھا دیا۔ کہ تعبیر اللہ نے مجھے بتلادی۔ میں تم کو بتادوں گا۔

تَرَكْتُ۔ پہلے ترک کا ذکر کیا۔ کیونکہ جب تک کوئی شخص کفر و شرک کو ترک نہ کریگا۔ تب تک توحید خالص کی دولت حاصل نہ کر سکے گا۔

نفی کی تقدیم

کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں بھی یہی راز ہے۔ کہ اوّل جملہ ما سوا کو تیغ ت ہی ءغ لا کیساتھ قطع کر دے۔ تب گنجینہ اِلَّا اللّٰہ تک رسائی ہو سکتی ہے۔

وَ ھُم بِالْاٰخِرَہ - ان آیات میں تبلایا گیا ہے۔ کہ ایمان بر قیامت بھی ایمان باللہ کی فرع ہے۔ منکر قیامت وہی ہوگا۔ جو منکرِ خدا ہے۔

ایمان بر قیامت

وَ اَتْبَعْتُ - یوسف صدیق نے اپنے مذہب کا بیان کرتے ہوئے انبیاء کے مذہب کا حوالہ دیا۔ کہ اقرار توحید کے ساتھ شہادت نبوۃ بھی ضروری ہے۔ ورنہ ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

اقرار توحید نبوت

مِلَّتْ - طریقہ۔ شریعت۔ راہ روش۔ قرآن میں اس لفظ کا اطلاق صرف سُنّت انبیاء علیہم السلام کے لئے ہُوا ہے۔ بعد میں اس لفظ کا استعمال عام ہوگیا۔ "اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ"۔

لفظ ملت کا عام و خاص استعمال

اِبْرَاہِیْم - ماں باپ نے حضور کا نام ابرام رکھا تھا۔ ابراہیم الہامی نام ہے۔ اور اس کا ترجمہ اَبْ رَحِیْم (پدر مہربان) ہے ۲۰۰۰ قبل مسیح میں پیدا ہوئے۔ ۱۷۵ سال کی عمر پائی۔

ابراہیم علیہ السلام کا ذکر

(۱) آپ مہاجر بھی ہیں۔ بابل سے فلسطین میں ہجرت کی۔

مجاہد۔ مہاجر۔

(۲) آپ مجاہد و غازی بھی ہیں۔ آپ نے کدلاعمر اور اُس کے تین اتحادیوں سے جنگ کی۔ اور اُن کو شکست دی۔ مال غنیمت حاصل کیا۔

(۳) آپ بانیٔ کعبہ مکرمہ ہیں۔ (۴) آپ سب سے پہلے مختون ہیں جن کے ساتھ اللہ نے ختنہ کو علامت عہد قرار دے کر معاہدہ کیا۔

بانیٔ کعبہ

معاہد باللہ

(۵) آپ مناظر بھی ہیں۔ جنہوں نے بادشاہ وقت سے اثبات توحید کے مسئلہ پر بحث کی۔ (۶) آپ ہی نے مناسک حج قائم کئے۔
(۷) آپ ہی نے فرزند کو راہ حق میں ذبح کے لئے چھری کے نیچے لٹا دیا۔

مناظر۔ مناسک۔ ذبح

(۸) آپ کے القاب میں سے "عمود عالم" اور "آدم سوم" ہیں۔

آدم سوم۔ ابو محمد (۹) آپ کی کنیت ابو محمدؐ۔ اور ابوالانبیاء ہے۔

وَاِسْحٰق۔ اس کا لفظی ترجمہ ضاحک ہے۔ ابراہیم علیہ السلام ایک سو سال کے تھے۔ جب حضرت اسحٰق پیدا ہوئے۔ ۴۰ سال کی عمر میں شادی کی شادی سے ۲۰ سال بعد یعقوب اور یعصو دو توام بچے پیدا ہوئے۔ ۱۸۰ سال کی عمر پائی۔ خاموش۔ امن پسند۔ متورع۔ مستغرق الاوقات تھے۔ فلسطین میں آباد رہے۔ اور باپ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام کا مختصر حال

وَیَعْقُوْب۔ لفظی ترجمہ "بعد میں آنے والا" ہے۔ یہ اپنے بڑے بھائی کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے اُن کا نام یعقوب دیا، عاقب رکھا۔ حضرت اسحٰقؑ کی عمر ۶۰ سال کی تھی۔ جب یہ پیدا ہوئے۔ ماموں کے گھر بیاہے گئے۔ وہاں بیس سال رہے۔ پھر وطن کو لوٹ کر آئے۔ پھر عہدِ یوسفی میں مصر گئے۔ وہاں ۱۷ سال رہے۔ ۱۴۷ سال کی عمر میں مصر میں وفات پائی۔ وہاں سے لاش کنعان لائی گئی۔ یوسف علیہ السلام تدفین لاش کے بعد پھر مصر واپس ہوئے۔ ۲۳ سال تک فراقِ یوسف کا رنج برداشت کیا۔ بعد از فراق ۱۷ سال مصر میں اکٹھے رہے بارہ مشہور بیٹوں کے باپ ہیں۔ ان کا لقب اسرائیل ہے۔ انہی کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ وہ اسباط بھی کہلاتے ہیں۔

یعقوب کا معنی

یعقوب علیہ السلام کا مختصر حال

مَا کَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِکَ بِاللّٰہِ۔ رد شرک میں نہایت زبردست فقرہ ہے یوسف علیہ السلام بتلاتے ہیں۔ کہ خواہ کوئی شخص کتنا ہی بزرگ اور عالی منصب ہو جائے۔ شرک کی اجازت اُسے بھی کبھی نہیں ملتی۔ اب اگر کوئی شخص اپنی بزرگی و عرفان کے زعم میں آکر اپنے

شرک کی اجازت کسی کو بھی نہیں

آپ کو عین ذات سمجھنے لگے۔ یا خود کو رب القدوس کا فرزند۔ یا جزو۔ یا صفات توحید و تفرید کا مماثل ٹھہرائے۔ تو وہ اس آیت کی رو سے شرک کرتا ہے۔

۱۸۔ انبیاء کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام ع ۱۰ میں ۱۸ نبیوں کے نام بنام مدح و توصیف فرما کر یہ بھی فرما دیا۔ وَلَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ یعنی اگر یہ بھی شرک کرتے۔ تو ان کے اچھے اعمال بھی برباد ہو جاتے۔

شرک منافی انسانیت ہے

یہاں شرک کے رد میں یہ فرمایا ہے۔ کہ شرک کرنا فضیلت انسانیت کا منافی ہے۔ رد شرک میں یہ عجیب دلیل ہے۔ مشرک لوگ عموماً درختوں۔ پتھروں۔ درند۔ چرند۔ کتا بلی۔ تیتر وغیرہ کی عظمت کیا کرتے حیوانات

مشرکین کن کن چیزوں کے ساتھ شرک کرتے ہیں

کی حرکتوں یا آوازوں سے نیک و بد کی فال لیا کرتے ہیں۔ مادی چیزوں کو سجدے کیا کرتے۔ ان کی منتیں مانا کرتے ہیں۔ یہی حال لوگوں کا قبور اور تماثیل کے ساتھ ہے۔ اگر انسان ذرا غور کرے۔ اور سمجھ لے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا درجہ بحیثیت انسانیت جملہ مادیات ارضی و سماوی سے برتر و اعلیٰ بنایا ہے۔ تو وہ کبھی اپنے شرف انسانیت کو اس ذلت کے ساتھ تبدیل نہ کرے۔ اور بجز اپنے خالق و رازق مالک و مولےٰ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ کے اور کسی کے لئے ایسی تعظیمات بجا نہ لائے۔

عبادتِ اصنام۔ عبادت خاک و آتش۔ عبادت کواکب۔ عبادت قبور۔ عبادت نفس۔ عبادت ہوا و ہوس سب کے سب شرک ہیں۔

شرک کسے کہتے ہیں

اب اس قدر بتلانا رہ گیا۔ کہ شرک کسے کہتے ہیں؟ قرآن حمید اور احادیث پاک اور ائمہ امت کی مستند کتابوں میں جملہ اقسام شرک پر نہایت مفید مباحث موجود ہیں۔ ہم اس جگہ صرف مناسبت مقام سے اس سوال کا مختصر جواب لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

شرک کی دو صورتیں ہیں۔

شرک کی دو بڑی قسمیں

(۱) ۔ اگر کوئی شخص کسی بندہ یا کسی چیز میں اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا پایا جانا ثابت کرتا۔ یا ایسی صفت کی موجودگی اُس شخص یا چیز کے اندر ہونا اعتقاد رکھتا ہے۔ تو وہ شرک کرتا ہے۔

(۲) ۔ اگر کوئی شخص مخلوق کی صفات میں سے کسی صفت کا اللہ تعالیٰ کے اندر ہونا بتلاتا۔ یا اعتقاد رکھتا ہے۔ تب وہ شرک کرتا ہے۔

قسم دوم کی مثال مسیح اور کرشن کی نسبت اعتقاد رکھنے والوں میں پائی جاتی ہے۔ عیسائی اور ہندو اُن کو خدا و ایشر مانتے ہیں۔

بہت شرم کی بات ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں بھی شرک موجود ہے

قسم اوّل کی مثال میں بہت زیادہ لوگ آلودہ ہیں۔ ہزاروں اشخاص ایسے ہیں۔ جو اپنے مسلمہ بزرگوں کو سمع و بصر۔ علم و قدرت میں اللہ تعالیٰ کا مساوی خیال کیا کرتے۔ تصرف و اقتدار میں رب العالمین کا سہیم جانتے ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں ہزاروں بے اصل کہانیاں بنا رکھی ہیں۔ یہ شرک ادیان باطلہ میں زوروں پر ہے۔ اور ہم کو نہایت شرم و افسوس سے تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں بھی یہ کثرت سے پایا جاتا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک اولیاء خدا کا معتقد کوئی شخص تب ہی ہو سکتا ہے۔ جب اُن بندگانِ خدا کو خدائی طاقتوں کا مالک یا حصہ دار بھی تسلیم کر لیا جائے۔

قرآن مجید پر عدم تدبر

یہ خرابی صرف اس لئے ہے۔ کہ لوگ قرآن حمید کو نہیں دیکھتے نہیں سمجھتے۔ اگر ساری عمر میں کوئی شخص قرآن پاک کا اردو ترجمہ بھی غور و تدبر سے پڑھ لے۔ تو کبھی نجاستِ شرک میں آلودہ نہ رہے۔

یاد رکھو۔ کہ کلام اللہ ہی انسان کو اللہ تعالیٰ کا عرفان عطا کرسکتا ہے

اب ہم پھر تفسیر کی طرف آتے ہیں۔

"اسلوب کلام کو دیکھو کس قدر عالی ہے"

ان آیات میں اسلوب کلام کو دیکھو۔ کہ کس قدر عالی ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام قیدیوں کے سامنے (جو بانتظار تعبیر اُن کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں) اپنا احوال سُنا رہے ہیں۔ مگر اسی اسلوب میں وہ توحید۔ اور نبوت اور رد شرک اور وحی کے مسائل کو بیان فرما گئے۔ اس اسلوب کلام پر ہمارے زمانہ کے داعیین الی اللہ جو تبلیغ اسلام اور وعظ کا مبارک کام کر رہے ہیں۔ پورا پورا غور کرنا چاہیئے۔

"ترجمہ"

يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

اے زندان کے ساتھیو! کیا بھانت بھانت کے رب اچھے۔ یا اللہ جو یگانہ اور سب پر حکمران ہے۔

"صاحبی السجن کی بلاغت"

صَاحِبَيِ السِّجْنِ ۔ صدیق علیہ السلام نے ان قیدیوں کو اپنی ذات کی جانب مضاف نہیں کیا۔ بلکہ سجن کی طرف کیا۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ ان قیدیوں کا تعلق نبی اللہ کے ساتھ ایمانی نہ تھا۔ صرف بندش زندانی کا تعلق تھا۔ اگر یہ لوگ ایمان لائے ہوئے ہوتے۔ تو صرف صَاحِبِي فرماتے۔ اور ایسا فرمانا اُن کے لئے موجب صد افتخار و عزت ہوتا۔ یہ شرف کلام الٰہی میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کے لئے خاص ہے۔ اور کوئی دوسرا اس شرف میں شامل نہیں۔ انہی کی شان میں ہے۔ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ (جب نبیؐ اپنے صاحب سے کہہ رہا تھا)۔

ارباب ۔ رب کی جمع ہے۔ سورہ یوسفؑ پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اُس زمانہ میں ہر ایک نوکر یا غلام اپنے آقا کو رب کہہ کر بلایا کرتا تھا[1]۔

[1] ڈیرہ اسمٰعیل خان میں افغانوں کا ایک قبیلہ ہے اُس کا ہر فرد ارباب کہلاتا ہے دوست آشنا اُسے اسی طرح بلاتے ہیں۔ یعنی نام سے پہلے بجائے خانصاحب شیخصاحب۔ مسٹر وغیرہ کے ارباب فلاں کہتے ہیں۔ اسے ترک کرنا چاہیئے ۱۲۔

اہل شرک نے کس کس کو رب بنا رکھا ہے

جیسا کہ اب بھی ہند وایران میں ہزاروں شرک آلودہ لوگ اپنے اپنے افسر کو خداوند یا خدائیگان کہا کرتے ہیں۔ یا پنجابی والے ہر ایک افسر کو ان داتا (رزق دہندہ) بولا کرتے ہیں۔ اس عادت کو لوگوں نے مذہب میں بھی داخل کر لیا ہے۔

کسی نے وشنو۔ کسی نے برہما۔ کسی نے مہادیو۔ کسی نے ابوالہول۔ کسی نے تیاں چینی۔ کسی نے غول بیابانی۔ کسی نے عارف عراقی۔ کسی نے سلطان الہند رح۔ کسی نے ابدال شامی۔ کسی نے اوتاد مصری کو غرض مختلف ملکوں میں ہر ایک شخص نے اپنے اپنے تعلق و محبت۔ اور اپنے اپنے میلان طبعی کی مناسبت سے جملہ اختیاراتِ خدائی کسی نہ کسی مخلوق کو ضرور دے رکھے ہیں۔ انہی کو آیت میں اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ فرمایا گیا ہے۔

واحد ۔ وہی ہے۔ جو مالک وحدت ہے۔ جس کی توحید عین ایمان ہے

واحد وہ ہے جو مالک وحدت ہو

جب کوئی شخص بہ نگاہ عبرت و خبرت جملہ کارگاہ عالم کی حقیقت معلوم کریگا۔ تو اُسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ جملہ اشیاء کا وجود دو۲ چیزوں کے التصاق کا نتیجہ ہے۔ (آدم علیہ السلام بھی اسی کلیہ میں شامل ہیں جن کی خلقت ماء وطین سے ہوئی)۔ پس واحد حقیقی رب العالمین

جملہ مخلوق کی پیدائش دو چیزوں سے ہے

ہی ہے۔ اور اسی لئے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہونا اُس کا لازم ہے۔ اس مقام کے دقیق مباحث کو یہاں ترک کر دیا جاتا ہے اس قدر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ فلاسفروں کا مشہور مقولہ بالکل غلط ہے۔ کہ الواحد لا یصدر عنه الا الواحد۔

قہّار ۔ قہر کے معنی غلبہ ہیں۔ اور قاہر اللہ تعالےٰ کے اسماء حسنےٰ میں سے ہے۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (وہ اپنے سب بندوں پر غالب ہے)، قہّار

اُسی کا مبالغہ ہے۔ یعنی وہ پاک ہستی جس کا قبضہ تام اور غلبۂ کامل جملہ مخلوقات پر ہے۔

منقسم خدائی کے حصہ دار یا خدائے یگانہ و توانا وقہار

اس آیت میں یوسف علیہ السلام نے مخاطبین کے فہم و دانش کے سامنے ایک صاف بات کو رکھ دیا ہے۔ وہ خود ہی سوچ کر بتلا دیں۔ کہ منقسم خدائی کے حصہ دار بہتر۔ یا یگانہ و توانا معبود جو سب پر غالب سب سے برتر ہے بہتر۔ لوگو تم نے اپنی اپنی پسند کے موافق اپنے بزرگوں کو خدائی اختیار تو دیئے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ غنیمت ہے۔ کہ خدا میں ان طاقتوں کے ہونے کا انکار تم کو بھی نہیں۔ اور اندریں صورت بتلاؤ۔ کہ پھر اُن کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔

بطلان شرک کی ایک اور دلیل

قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر ہے۔ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا۔ اگر آسمان و زمین میں خدا کے سوا کوئی اور بھی معبود ہوتے۔ تب زمین و آسمان برباد ہو گئے ہوتے۔ یہ دلیل بھی بڑی زبردست ہے۔ لیکن آیت زیر بحث میں دلیل کو ایک نئی ہی اسلوب بدیع سے بیان فرمایا گیا ہے۔ اور یہ شان کلام رحمٰن ہی کی ہے۔ کہ اسالیب مختلفہ۔ اور الفاظ متنوعہ میں معارف عالیہ کو ایسے انداز۔ ایسے پیرایہ سے بیان کیا جائے۔ کہ ہر ایک کی شان میں نئے نئے محاسن نظر آتے ہوں۔

قرآن مجید میں اسالیب متنوعہ میں محاسن جدیدہ موجود ہیں

مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ

اللہ کے سوا تم جن جن چیزوں کی پوجا کرتے ہو۔ وہ تو خالی نام ہی نام ہیں۔ جو تم نے یا تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے تو اُن کی بابت کوئی سند نہیں اُتاری۔

سُلطَان - اصل مادہ سلط ہے۔ جس کے معنی طاقت و قدرت ہیں۔ سلیط مرد زباں آور (یہ صفت ہے۔ یا زن زبان دراز۔ (یہ ذم ہے)۔

سُلطان کسی کا دائرۂ اثر - حدیث میں ہے "لَا یُؤمِن الرجل الرجلَ فی سلطانہ۔ (کسی امام کے دائرۂ اثر میں جاکر دوسرے کو امامت نہیں کرانی چاہئے)

لفظ سلطان کے معنی | سلطان بمعنی دلیل و حجت - یہی مراد ہے۔

سلطان - صاحب حکومت - حدیث میں ہے۔ نصیب اُمتی من سلطانھم شدائد لا ینجو منہ۔ پہلا شخص جو تاریخ میں سلطان کے نام سے موسوم ہُوا - وہ محمود بن سبکتگین رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

فرضی ناموں کے دیوتا | اس فقرہ میں یوسف علیہ السلام نے اُن باطل معبودوں کی جو اُس وقت مصر میں پوجے جاتے تھے۔ بیخ کنی فرمائی - اور بتلادیا - کہ یہ دیوتا اور دیویاں فرضی نام ہیں - دنیا میں کوئی مسمی ان کا نہ تھا۔

مشرکین اپنے معبود خود بناتے ہیں | یہی حال کل دنیا کا ہے۔ کسی درخت یا پتھر یا پہاڑ کی چوٹی یا غار کی گہرائی - یا چشمہ یا دریا پر کسی دیوتا کسی ٹھاکر - کسی جن کسی عامل - کسی بزرگ کا نام رکھ دیتے ہیں - اور پوجا شروع کر دیتے ہیں - فرضی قبریں بنائی جاتی ہیں - اور کسی بزرگ سے منسوب کر دیتے ہیں - مَا اَنزَلَ اللّٰہُ بِهَا مِن سُلطَان - نے بتلادیا - کہ اثبات شرک کے متعلق کوئی دلیل عقلی یا نقلی مل ہی نہیں سکتی - اب جو کوئی جواز شرک کے مسئلہ

جواز شرک پر کوئی علمی دلیل موجود نہیں |

پر خدا پرستوں کے ساتھ بحث کریگا - وہ اپنے ہی ناقص فہم - یا شیطانی الہام سے بات کریگا - خدا نے تو جواز شرک کی کوئی دلیل پیدا ہی نہیں کی۔

اِنِ الحُکمُ اِلَّا لِلّٰہِ ط حکم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔

حکم دینے کی شان صرف اللہ ہی کی ہے" یہ فقرہ پہلے فقرہ کو مضبوط بناتا ہے۔ اور دلیل کو قوی کرتا ہے۔ شرک کرنے والے اکثر اسی اُمید۔ اسی گمانِ فاسد پر غیر اللہ کی پوجا نذر و نیاز کیا کرتے۔ اُن کو پکارا کرتے۔ اُن کو حاجت روا و مشکل کشا سمجھا کرتے ہیں۔ کہ وہ اُن کے مقاصد کو پورا کردیں گے۔ اُن کی مشکلات کو کھول دینگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ گمان اُس وقت صحیح ہوسکتا تھا۔ جب کسی کے ہاتھ میں کچھ اختیار بھی ہوتا۔ کوئی شخص کوئی حکم دینے کا مجاز بھی ہوتا۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے۔ کہ حکم دینے کی طاقت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے۔

اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ ؕ

اللہ نے حکم دیا ہے۔ کہ اور کسی کی عبادت نہ کرو صرف اللہ ہی کی عبادت کرو۔

حکم الٰہی

پہلی آیت میں بتلایا تھا۔ کہ حکم دینے کی شان صرف مالک انس وجان کی ہے۔ اب اپنا حکم بھی بتلا دیا۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ عبادت صرف اللہ کی کرو۔ دوسرے کی عبادت نہ کرو۔ سورۂ فاتحہ میں بھی جسے ہر ایک نمازی دن میں چالیس بار ضرور پڑھ لیتا ہے۔ یہی سکھلایا گیا ہے۔ اور ہر ایک بندہ خدا کی حضور میں اسی اقرار کے ساتھ حاضر ہوتا ہے۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (ہم تو خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں ہم تو خاص تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔) اُس مسلمان کی حالت پر بہت ہی افسوس ہے کہ خدا کے سامنے جائے۔ تو ایسا اقرار و اظہار کرے۔ اور دربار سے باہر آئے تو پھر غیر کی عبادت و استعانت میں مبتلا ہو جائے۔

نماز میں پیش ہو کر اقرار — نماز کے بعد کچھ اور اطوار

ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

سیدھا مضبوط راستہ دین کا یہی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

دین ۔ ۔ ۔ طریقہ ۔ زبان شرع میں ۔ وہ طریقہ ۔ جس سے عبادتِ الٰہی کی جاتی ہے ۔ قرآن مجید میں ہے ۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔ (اللہ کے نزدیک اسلام ہی وہ صحیح طریقہ ہے ۔ جس کے مطابق بندوں کو چلنا چاہیئے) ۔

دین کے معنی

دین القیم ۔ وہ محکم دین ۔ جو رب واحد کا ہمیشہ سے اور ہمیشہ کے لئے واحد دین رہا ہو ۔ جس کا انکار کوئی صاحب فطرۃِ سلیم نہ کر سکے ۔ وجود باری تعظیم خالق ۔ جزا و سزائے اعمال ۔ سلسلہ وحی و نبوت ۔ یہ ایسے اصول محکم ہیں ۔ کہ دنیا میں خواہ ہزاروں ۔ لاکھوں مذاہب موجود ہیں ۔ تاہم اگر ہر ایک متمدّن یا وحشی اقوام کے عقائد کا تجزیہ کیا جائیگا ۔ تو اُس میں مندرجہ بالا اصول ضرور مل جائینگے ۔ اگرچہ اُس مذہب باطلہ میں اِس سچے اصول کی مثال ایسی رہ گئی ہو جیسے کیچڑ میں پانی ۔ اب ان اصولوں کو جب اصل واحد کی طرف لایا جائے گا ۔ تو یہی رہ جائیگا ۔ کہ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ یاد رکھو ۔ کہ توحید دین قیم ہے ۔ اور ردّ شرک دین محکم ہے ۔ یوسف علیہ السلام کا یہ وعظ جو کلام اللہ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے ۔ ایسا زبردست ہے ۔ جس نے شرک کو بالکل میٹ دیا ۔ اور فنا کر دیا ہے ۔ اب کوئی شخص بھی جس میں فہم کا ذرا سا مادہ بھی ہو گا کبھی شرک کا روادار نہ ہو گا ۔

دین القیم

ہر مذہب کے اصول سب جگہ ملتے

توحید خالص کا حکم

ہر ایک مومن کو لازم ہے ۔ کہ وہ ہمیشہ اپنے عقائد و اعمال کو ان آیات کے سامنے پیش کیا کرے ۔ اور دیکھ لیا کرے ۔ کہ کیا وہ اسی دین قیم کا پابند ہے ۔ اس میں کوئی نقص یا کمی تو واقع نہیں ہوئی ۔ اگر اپنے آپ کو ایسا ہی پائے ۔ تو ہادیٔ برحق کا شکر بجا لائے ۔ لیکن اگر ذرا بھی تفاوت معلوم ہو ۔ تو جلدی سے اِدھر

مومن کو لازم ہے ہمیشہ اپنے عقائد کی پڑتال اس حکم الٰہی سے کرتا رہے

رجعت کرے - توبہ و استغفار سے تلافیٔ مافات کرے -

مسلم اور جھوٹی تاویلیں

مسلم کی یہ شان نہیں - کہ اپنے غلط افعال و کردار کے صحیح ثابت کرنے میں دور و دراز کی تاویلیں کیا کرے - اور جھوٹ موٹ کے حیلے بہانے ڈھونڈے - مسلم کی شان تو یہ ہے - کہ رب العالمین کے بتائے ہوئے دین محکم پر قائم ہو جائے -

يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِن رَّأْسِهِ

اے میرے زندان کے ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلائیگا - اور جو دوسرا ہے وہ صلیب پر لٹکایا جائیگا - اور پرندے اُس کے سر کو نوچیں گے - اور کھائیں گے -

پرندے

ربّہ بمعنی

رَبّہٗ - اُس زمانہ میں غلام اپنے آقا کو رب کہا کرتے تھے - یوسف علیہ السلام نے اُنہی کی زبان کا استعمال فرمایا - اور "ربّہ" بطور عَلَم کہا - عَلَم میں معنی کا لحاظ نہیں ہوتا -

صلیب کیا ہے

صَلیب - ایک لکڑی کو زمین پر گاڑتے - پھر اُس کی ۹ - ۱۰ - فٹ کی بلندی پر اُس میں دوسری لکڑی لگاتے - (متقاطع ترچھی) اُس کا نام صلیب ہوتا - آڑی لکڑی کے ساتھ مجرم کے دونوں بازؤں کو باندھ دیتے - اور لمبی لکڑی کے ساتھ مجرم کے جسم کو - اور بعض اوقات ہاتھوں اور ٹانگوں میں میخیں بھی ٹھونک دیتے - اور پھر مجرم کو مرجانے کے لئے چھوڑ دیتے بھوک - پیاس - اور زخموں کی شدت سے مجرم بے چارہ مرجایا کرتا تھا - یہ قتل کی وحشیانہ صورت اور نہایت درجہ سنگ دلی کا نمونہ تھا -

تصلیب مسیح کے واقعہ سے یہودیوں عیسائیوں کے دو متضاد نتیجے

عیسائیوں کا دعویٰ اور ایمان ہے کہ مسیح کو یونانی حاکم نے یہودیوں کی درخواست پر ایسی ہی لکڑی

پر لٹکایا تھا۔ اب عیسائی صلیب کی شکل کو اپنے ساتھ رکھنا یُمن و برکت کا موجب سمجھتے ہیں۔

مسیحؑ کو صلیب پر لٹکائے جانے کا واقعہ یہودیوں میں بھی مسلّمہ ہے وہ نہایت شوخی سے کہا کرتے ہیں۔ کہ مسیح لعنتی ہے۔ کیونکہ وہ صلیب پر لٹکایا گیا۔ اور توراۃ میں ہے کہ جو صلیب پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔

قرآن مجید اور نفی تصلیب

عیسائی نہایت فخر و اطمینان سے کہا کرتے ہیں۔ کہ مسیحؑ صلیب پر لٹکا گیا۔ اس لئے کہ اُس نے گنہگار عیسائیوں کے گناہ اپنے اوپر لے لئے تھے۔ قرآن مجید نے اسی لئے واقعہ تصلیب کی نفی فرما دی۔ تاکہ یہودیوں کا ادعائے باطل اور عیسائیوں کا زعم باطل آشکار ہو جائے۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَمَا صَلَبُوْہُ (مسیحؑ کو صلیب پر نہیں لٹکایا گیا)

عیسائی اگرچہ آج صلیب کے نشان کو حضرت مسیحؑ کے واقعہ سے منسوب کر کے اُس کا استعمال کرتے ہیں لیکن اُن کا یہ خیال بھی غلط ہے۔

صلیب دراصل نقطۂ اعتدال شمسی یا ربیعی اور متھرازم والوں کا نشان

مورخین بخوبی واقف ہیں۔ کہ نشان صلیب کا استعمال بطور نشان مقدس حضرت مسیحؑ کی ولادت سے بھی سینکڑوں سال پیشتر "متھرازم" میں موجود تھا۔ اس مذہب میں سورج کی پوجا کی جاتی تھی۔ اور صلیب کا نشان دائرہ فلکی کے خطوط طولانی و عرضی کے جائے اتصال کو جب کہ آفتاب نقطۂ اعتدال پر ہوتا ہے نمایاں کرتا تھا۔

قسطنطین اوّل جب داخل عیسائیت ہوا۔ تو وہ اپنے ساتھ اپنے مذہب قدیم کی بھی بہت سے رسوم لایا تھا۔ نشان صلیب اور اتوار کی حرمت بھی اُنہی گمراہ کن رسوم میں سے ہیں۔ انگریزی میں یکشنبہ کو سن ڈے۔ اور ہندی میں ایت وار کہتے ہیں۔ سن اور ایت کے معنی سورج ہیں۔

یورپ قبل از عیسائیت سورج پرست تھا

یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ متھرا ازم عیسائیت سے بہت پہلے روما و انگلستان و فرانس کا مذہب تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسی اشیاء کا استعمال ناپسند فرمایا کرتے۔ جس پر صلیب بنی ہوئی ہو۔ اس لئے یورپ کا مال خریدتے وقت احتیاط سے دیکھ لو۔ کہ اس پر صلیب تو بنی ہوئی نہیں۔

تصلیب کا رواج قدیم

معلوم ہوتا ہے۔ کہ صلیب پر لٹکانے کی رسم مصر میں بہت دیر سے جاری تھی۔ فرعون نے بھی ساحروں سے کہا تھا۔ لَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ (یعنی تم کو درختوں پر لٹکا دوں گا)۔

اس آیت میں یوسف علیہ السلام کے آداب مصاحبت پر غور کرو۔ یہ نہیں فرمایا۔ کہ تو ساقی بنے گا۔ اور تو پھانسی پائیگا۔ کیونکہ اس میں صلیب پانے والے کی سخت دل شکنی تھی۔

انبیاء کے اخلاق کریم

بیشک انبیاء علیہم السلام کے اخلاق ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ ہم کو بھی لازم ہے۔ کہ کسی شخص کو اس کے عیوب اس طریق سے نہ جتایا کریں جس سے اُسے شرمساری لاحق ہو۔

قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْہِ تَسْتَفْتِیٰنِ ۭ جو تم نے پوچھا۔ اُس میں یہی حکم ہے۔

امام سفیان ثوری کی روایت

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ۔ اور محمد بن فضیلؒ نے اپنے اسناد کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ جب یوسف علیہ السلام نے یہ تعبیر سنادی۔ تو قیدی بولے۔ کہ ہم نے تو کچھ نہیں دیکھا تھا۔ تب یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ کہ اللہ پاک کے ہاں سے یہی فیصلہ ہو چکا ہے۔ بائیبل میں ہے۔ کہ تیسرے دن بادشاہ کی سالگرہ

تھی۔ ساقی عہدہ پر بحال ہُوا۔ دوسرا جو نان پز تھا۔ وہ صلیب پر لٹکا یا گیا۔

خواب ربیعہ اور تعبیر فاروق رضؓ

کتاب الاستیعاب میں ہے۔ کہ ربیعہ بن امیہ بن خلف نے عمر فاروق رضؓ کو اپنا خواب سُنایا۔ کہ وہ پہلے تو ایک سرسبز و شاداب وادی میں چلتا رہا اور پھر ایک صاف چٹیل میدان میں جا نکلا۔ اُسی میدان میں چل رہا تھا۔ کہ آنکھ کھُل گئی۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تو اسلام میں داخل ہوگا۔ اور پھر مرتد بنے گا۔ اور پھر کفر ہی میں مرجائیگا"۔ وہ بولا کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی یہی آیت پڑھی۔ قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ۔ یہی ہُوا۔ کہ وہ مسلمان بنا۔ پھر جب دیکھا کہ مسلمان رہ کر شراب نہیں پی سکتا۔ تب نصرانی بن گیا۔ اور اُسی مذہب میں تھا۔ کہ مرگیا۔

تعبیر کے متعلق ایک روایت

مسند امام احمدؒ میں معاویہؓ بن جیدہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ اَلرُّؤْیَا عَلٰی رِجْلِ طَائِرٍ مَّالَمْ تُعَبَّرْ۔ خواب جس کی تاویل نہ کی گئی ہو۔ وہ ایسی چیز ہے۔ جو پرندہ کے پنجہ میں ہو۔ تعبیر کردی۔ تو گر پڑی۔

فصل رہائی کیلئے یوسف علیہ السلام کی ایک تدبیر

"اُس تدبیر کا احسان فراموش کی غفلت سے سرسبز نہ ہونا"

وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ ؗ فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ ؕ

اُن دونوں میں سے جس کی نسبت رہائی کا گمان تھا یوسفؑ نے کہا۔ کہ اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا۔ مگر شیطان نے اُسے بادشاہ کے پاس ذکر کرنا بھلا دیا۔ اور یوسف چند سال تک زندان میں رہا۔

ظن - شخص اور شے کے متعلق استعمال میں اس کے معنی مختلف ہوتے ہیں جب لفظ ظن کسی شخص کے متعلق مستعمل ہو۔ تو اُس کے معنی بدگمانی ہونے ہیں۔ اِجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ (لوگوں پر بدگمانی سے بچو) يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ۔ (س ۴ ع ۱۶) اللہ تعالیٰ کی نسبت بیہودہ جاہلانہ بدگمانیاں کرتے تھے۔

ظن شخص و شے کے معنی

جب ظن کا استعمال کسی شے کے متعلق ہو۔ تو وہاں گمان نیک اور ایقان مراد ہوتا ہے۔ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ (توبہ۔ ع ۱۴) انہوں نے یقین کر لیا۔ کہ اللہ کے سوا اور کہیں ٹھکانہ نہیں۔

بعض اوقات لفظ ظن عام معنی میں ہوتا ہے۔ اُس وقت وہ طرف راجح کا اظہار کرتا ہے۔ آیت زیر تفسیر میں گمان نیک کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔

تدبیر یوسفی

یوسف علیہ السلام نے رہائی پانے والے اور ساقیٔ شاہ بننے والے کو اپنا ذکر بادشاہ سے کر دینے کے لئے فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ

قیدیوں کے اپیل کا ضابطہ

اُس زمانہ میں قیدیوں کے واسطے اپیل کرنے کا کوئی ضابطہ نہ تھا۔ جس ظالم افسر نے چاہا۔ کسی ناکردہ گناہ کو پکڑا۔ قید میں بھیج یا۔ دہ بھائی متقرر ہے۔ نہ عذر و فریاد کرنے کا کوئی چارہ کار ہے۔

یہ ایک حسن اتفاق تھا۔ کہ صدیق علیہ السلام کو ایک ایسا قیدی مل گیا تھا۔ جو رہائی پاکر قرب شاہ میں بھی جانے والا تھا۔ اور وہ حضور کا مرہون احسان بھی تھا۔ اللہ کے نبی نے اس حسن اتفاق سے فائدہ اُٹھایا۔ اور اپنے متعلق ذکر کر دینے کی اُسے ہدایت فرمائی۔

یوسف علیہ السلام کا فعل سبق آموز ہے

یوسف علیہ السلام اپنے اس فعل سے ہمارے لئے یہ سبق چھوڑ گئے۔ کہ جب کسی شخص کو اپنی بہبود و سود کا کوئی موقعہ ہاتھ لگے

تو اُسے ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ لوگ اس نکتہ کو نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ کہا کرتے ہیں کہ یوسفؑ کا ایسا کرنا توکل کے خلاف اور رضا بقضا کے مخالف تھا۔

حدیث کی تضعیف لیکن ایسا سمجھنا بالکل غلط ہے۔ ممکن ہے۔ کہ یہ غلطی اس روایت کی وجہ سے ہوئی ہو۔ لَوْلَمْ یَقُلْ یعنی یوسف علیہ السلام الکلمۃ التی قال الخ۔ یعنی اگر یوسف علیہ السلام وَاذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ کا پیغام نہ کہتے۔ تب وہ اتنے برس تک زندان میں نہ رہتے۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ روایت حد درجہ ضعیف ہے۔ اس روایت کے جملہ طرق میں سفیان بن وکیع آتا ہے۔ جو ضعیف ہے۔ نیز ابراہیم بن یزید الجوزی بھی آتا ہے۔ جو ضعیف تر ہے۔

قرآن میں اسقاط اسباب کا حکم نہیں اگر کوئی شخص قرآن حمید کو بغور پڑھے۔ اور کتاب مجید پر تامل کرے۔ تو اُسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اسقاط اسباب اور ترکِ تدبیر کا حکم کسی جگہ بھی نہیں آتا۔

قوانین کونیہ و اسباب مسبب الاسباب نے نو طُرق متنوعہ اور اسالیب بدیعہ کے ساتھ یہ ظاہر فرمایا ہے۔ کہ قوانین کونیہ اور احکام شرعیہ اور اصول ثواب و عقاب مرتب بر اسباب ہیں۔

قرآن میں بیان اسباب کے طریقے بیانِ اسباب کے متعلق قرآن مجید میں مفصلہ ذیل طریقے کھلے طور پر واضح فرمائے گئے ہیں۔

کبھی ل یا ب سببیہ سے ذکر فرمایا۔ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ پانی کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کیا۔

کِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ۔ ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی تاکہ تو لوگوں کو نکالے۔

کبھی امر و نہی کے مقتضی کا بیان فرمایا۔ وَذٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِیْنَ ظالموں کی جزا

یہی ہے۔ وَهَلْ نُجَازِی اِلَّا الْكَفُوْرَ۔ نافرمانوں کے سوا اور کو بدلہ نہیں دیا جاتا

کبھی جزاء اعمال کو سمجھایا۔ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ

یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے اُن پر چیزیں حرام کی گئیں۔

اِن آیات اور ان کے اشباہ و نظائر پر غور سے معلوم ہو جائیگا ۔ کہ قرآن مجید نے جا بجا بیان اسباب۔ ذکر اقتضا ہیں۔ صراحت علت اور وضاحت سبب فرمائی ہے۔ پس ترک اسباب ایک ایسا مذہب ہے جس کا بُطلان حِس و نظر۔ عقل و فطرت۔ اور تعلیم الٰہی سے بخوبی ہوتا ہے۔

اس مدعا پر احادیث صحیحہ بھی بکثرت پائی جاتی ہیں۔ حدیث میں ہے قالوا یا رسول اللہ اَفَلَا نَدَعُ الْعَمَلَ وَنَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا۔ قال لا۔ اِعْمَلُوْا۔ لوگوں نے کہا۔ اے رسول خدا کیا ہم عمل کرنا نہ چھوڑ دیں۔ اور اپنے نوشتہ پر بھروسہ نہ کریں۔ فرمایا ایسا نہ کرو۔ بلکہ عمل کیا کرو۔

احادیث صحیحہ

سنن میں صحابہ کا یہ سوال بھی ملتا ہے کہ کیا ادویہ و رقیہ کا استعمال تقدیر الٰہی کو بدل دیتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ هِیَ مِنْ قَدَرِ اللّٰہ ان اشیاء کا استعمال بھی تو تقدیر الٰہی ہی میں سے ہے۔

عمر فاروق رضؓ و امین الامۃ و طاعون

بایام طاعون امیر المؤمنین عمر فاروق رضؓ نے امین الامۃ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا۔ کہ فوج کا کیمپ بدل دیا جائے۔ اور انہوں نے یہ شک ظاہر کیا تھا۔ اَتَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ۔ کیا تقدیر الٰہی سے فرار کیا جائے۔

عمل بر تقدیر نہ منافی تقدیر ہے نہ توکل کے متضاد

تب امیر المؤمنین نے فرمایا تھا۔ اَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ اِلٰى قَدَرِ اللّٰہِ۔ ہاں میں تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی ہی کی جانب جاتا ہوں۔ المختصر اسباب و تدبیر کا عمل میں لانا منافیٔ تقدیر نہیں اور توکل کے متضاد نہیں۔ اہل توکل وہ ہیں۔ جو اسباب و تدابیر کرتے

اہل توکل کون ہیں

ہیں۔ مگر اُن پر اعتماد نہیں کرتے۔ اُن کا اعتماد اور وثوق و اطمینان قلب و سکینہ تو مسبب الاسباب ہی پر ہوا کرتا ہے۔

یوسف علیہ السلام کا فعل سنن ہُدیٰ میں سے ہے

یوسف علیہ السلام کا اس رہائی پانے والے اور شاہ تک پہنچنے والے قیدی سے اپنی بات کو کہنا ایک تدبیر اور سبب تھا۔ اور اُن کا یہ فعل اُن سنن ہُدیٰ میں سے ہے۔ جس پر جملہ انبیاء کرام گام زن رہے ہیں۔

جنگ بدر، احزاب، حنین، صلح حدیبیہ میں بعض تدابیر کا ذکر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از جنگ بدر۔ مکہ کے راہوں پر فوجی دستے بھیجنا۔ اور قریش کے ارادوں سے علم حاصل کرتے رہنا بھی ایک تدبیر ہی تھا۔

جنگ احزاب میں خندق کا کھدوانا بھی ایک تدبیر ہی تھا۔

جنگ حنین میں فراہمی اسلحہ کے لئے اہل فرس سے بھی سلاحات کا جمع کرنا ایک تدبیر ہی تھا۔

صلح حدیبیہ میں مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللہِ کی جگہ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللہِ لکھنے کی اجازت فرما دینا بھی انعقادِ صلح کے لئے ایک تدبیر ہی تھا۔

الغرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے ایسے بیسیوں واقعات کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔

جو کوئی شخص توکل کے معنی ترکِ تدبیر سمجھتا ہے۔ وہ توکل کے معنی ہی سے بے خبر ہے۔

ساقی نے کیا کیا

اب اس شخص کی سنو۔ وہ زندان سے نکل کر بادشاہ کا ساقی بن گیا۔ دنیا کی ہوا لگتے ہی یوسف علیہ السلام جیسے پاک منش کی یاد نہ رہی۔ وہ صدیق کی تعلیم۔ حضور کے اخلاق۔ حضور کے احسانات کو یکبارگی بھول گیا۔ اور اس نے بھولے منہ سے پادشاہ کے پاس ذکر بھی نہ کیا۔

شراب کا اثر قیدی دماغ پر

یہ ظاہر ہے۔ کہ جو شراب پلانے کی خدمت شاہی پر مامور ہوتا ہے۔ وہ خود مدمن شراب (شراب کا عادی ہوتا ہے۔ شراب پینا عمل الشیطان ہے۔ اور جملہ قوای دماغی واخلاقی کا ستیاناس کرنے والا ہے۔ اس لئے رب العالمین کا ارشاد صحیح ہے۔ کہ شیطان نے اُسے بھلا دیا۔ مجاہد وابن اسحٰق

انساہ الشیطان کی ضمیر بجانب ساقی ہے۔ قرآن و بائیبل

وغیرہ ائمہ کا مذہب یہی ہے۔ کہ اَنْسَاهُ الشَّيْطٰنُ کی ضمیر ساقی کی طرف ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۰۵) بائیبل ۲۳/۴۰ میں ہے۔ پھر سردار ساقی نے یوسف کو یاد نہ کیا۔ بلکہ اُسے بھول گیا۔"

بعض مفسرین نے لکھ دیا ہے۔ کہ ضمیر کا مرجع یوسف علیہ السلام کی طرف ہے۔ مگر یہ معنی غلط ہیں۔ اس معنی کی تائید میں ایک روایت ابن جریر میں بیان کی گئی ہے۔ مگر اُس روایت میں ایک تو سفیان بن وکیع ہے۔ وہ ضعیف ہے۔ دوم ابراہیم بن یزید جوزی ہے۔ وہ اضعف ہے ایسی روایت کا یہ درجہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک اصولی مسئلہ کو طے کر سکے۔

اس معنی کے غلط ہونے پر قرآن مجید سے دو دلائل بیان کئے جا سکتے ہیں۔

اوّل۔ قرآن مجید میں آگے چل کر آتا ہے۔ وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ قیدی کر دینے کے بعد وہ بات یاد آئی۔ ظاہر ہے کہ یاد آنا بھولنے والے کے لئے ہوتا ہے۔

دوم۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرما دیا تھا۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ میرے بندوں میں تیرا کچھ قابو نہ چلیگا۔

غرض مطلب آیت یہ ہوا۔ کہ بادشاہ کو خبر تک نہ ہوئی۔ کہ ایک مظلوم۔ بے گناہ۔ پاک منش جیل میں پڑا ہے۔

ساقی خود شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہو گیا۔
عزیز مصر کو کیا ضرورت تھی۔ کہ یاد کرتا۔ اُس کے ظالمانہ حکم سے تو
حضرت صدیق علیہ السلام جیل میں پہنچے ہی تھے۔
امراۃ العزیز کو کیا غرض تھی۔ کہ ایسے عصمت پرور۔ اللہ سے ڈرنے
والے بندہ کی خبر لیتی۔ جو اُس کی جہنمی خواہش میں اُس کا شریک
نہ بنتا تھا۔

ساقی۔ عزیز۔ امراۃ العزیز۔ نے یوسف کا ذکر نہ کیا

بِضْعَ سِنِیْن۔ بضع ۳ سے ۹ تک کے لئے آتا ہے۔ اکثر مفسّرین کا
اتفاق اس پر ہے۔ کہ یوسف صدیق ؑ زندان میں سات سال تک
رہے تھے۔ اور چونکہ عمر چاہ میں گرانے کے وقت ۱۷ سال تھی۔ اور وزارت
کے وقت ۳۰ سال۔ اور مدّت قید ۷ سال۔ تو یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ عزیز کے
گھر میں یوسف علیہ السلام کا قیام ۶ سال تک رہا تھا۔ واضح ہو۔ کہ بضع سنین
کا لفظ سورہ روم میں بھی آیا ہے۔ جہاں بطور پیشگوئی بتلایا گیا ہے۔ کہ رومیوں
کو شکست ہو گئی ہے۔ مگر وہ بضع سنین میں پھر غالب ہو جائیں گے۔
اس پر اُبی بن خلف نے سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ سے مناحبت (شرط)
کی کہ اگر رومیوں کو ایرانیوں پر ۹ سال میں فتح ہو گئی۔ تو ابوبکر رضؓ ۱۰۰ اشتر
لے لیں گے۔ اور اگر فتح نہ ہوئی۔ تو اُبیؓ لے لے گا۔ ساتویں سال اللہ تعالیٰ
نے رومیوں کو فتح دی۔ اور صدّیق رضی اللہ عنہ نے اُبیؓ ملعون کے
ضامن سے شرط کے اونٹ وصول کر لئے۔ اور صدقہ میں دیدیئے۔
اُس وقت خود اُبیؓ بدر میں ہلاک ہو چکا تھا۔

تفسیر بضع سنین

قرآن مجید۔ مناحبت صدیق و اُبی بن خلف۔ شرط کا جیتنا

اس واقعہ میں چونکہ قرآن مجید کی صداقت اور پیشگوئی کے پورا ہونے کا
ذکر ہے۔ اس لئے اسے یاد رکھنا چاہیئے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ شرط

جیتنے کا زمانہ سنہ ہجری کا ہے جب کہ شرط لگانا منع نہ ہوا تھا۔

یہ واقعہ جواز سود کی دلیل نہیں۔ ہمارے زمانہ کے لوگ صدیق رضی اللہ عنہ کے فعل کو جواز سود کی دلیل میں پیش کیا کرتے ہیں۔ لیکن اس واقعہ سے ایسا استدلال نہیں ہو سکتا۔

وجہ اول۔ اس لئے کہ اول حرمت ربا کے احکام سنہ ھ کو جاری ہوئے۔ اور یہ واقعہ سنہ ۲ھ کا ہے۔

وجہ دوم۔ (۲) صدیق امت نے اپنا روپیہ قرض دیکر یا امانت رکھ کر اس پر سود نہیں لیا۔ اس لئے اس واقعہ کو بنک کے زر امانت کا شبیہ و نظیر بتانا غلط ہے۔

وجہ سوم۔ صدیق امت نے اُن اونٹوں کو صدقہ کر دیا تھا۔ اس لئے یہ واقعہ بینک کا سود لینے والوں کے لئے کچھ مفید نظیر نہیں۔

وجہ چہارم۔ اس واقعہ سے یہ بھی نہیں نکل سکتا۔ کہ سود خوار اقوام سے سود لیا جا کر پھر اسلامی ضروریات میں اُسے صرف کر دیا جائے۔ اگر یہ اصول صحیح ہوتا۔ تو صحابہ کرام یہود جیسی سود خوار قوم سے ایسا معاملہ ضرور کرتے حالانکہ صحابہ اخیار کو فتح شام کے مکمل ہو جانے تک روپیہ کی ازحد ضرورت رہتی تھی۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی سقیم الحالی

سقیم الحال مسلمانانِ ہند۔ اور بے زری بہت زیادہ قابل توجہ ہے۔ مگر اس کی اصلاح دو طریق سے ہو سکتی ہے۔

مسلمان سود دینے کی وجہ سے تباہ ہوتے ہیں۔ اول۔ مسلمانوں کو سود دینے سے روکا جائے۔ افسوس یہ ہے۔ کہ مسلمان سود دینے کی حرمت کو پورا نہیں سمجھتے۔ اگر سود دینے کی حرمت بھی اُن کے دلوں میں محکم و جانشین ہو جائے

جیسا کہ سود لینے کی حرمت کا حال ہے۔ تب وہ کروڑوں روپیہ جو مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل کر غیرمسلموں کی جیبوں میں پہنچ جاتا ہے۔ اور جس نے مسلم جماعت کا قومی افلاس اور غیرمسلم جماعت کا قومی تمول سال بسال روز افزوں ہے بالکل رک جائے۔

بیت المال شرعی کا نہ ہونا مسلمانوں کی تباہی کا سبب ہے

دوسری تدبیر۔ بیت المال کا قائم کرنا ہے جس کی ابواب آمد و صرف وہی ہوں۔ جو کلام اللہ العظیم میں بتلائے گئے ہیں۔ بیت المال اُن تمام قومی ضروریات کا کفیل ہو سکتا ہے۔ جن کے لئے ہمارے بھائی آج جواز سود کی دلائل پیش کیا کرتے ہیں۔

علماء کرام توجہ کریں

اس زمانہ میں علمائے کرام نے قومی ضروریات کی جانب توجہ فرمانا شروع کر دیا ہے۔ امید ہے۔ کہ وہ ان ہر قسم امور پر کامل اور جلد توجہ ضرور فرمائیں گے۔

فصل مسبب الاسباب کا رہائی صدیق علیہ السلام کیلئے خود ایک سبب بنانا

بادشاہ کا خواب دیکھنا۔ تعبیر خواب سے اہل دربار کا عاجز ہو جانا۔ ساقی کا زندان میں جاکر یوسف علیہ السلام سے تعبیر معلوم کرنا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنْبُلَاتٍ

بادشاہ نے کہا۔ کہ میں نے دیکھا۔ کہ سات فربہ گائیں ہیں۔ اُن کو سات دُبلی گائیوں نے کھالیا۔ اسیطرح سات سرسبز بالیں ہیں۔

يَاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِىْ فِىْ رُءْيَاىَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ

اے سردارو! میرے خواب کی بابت بیان کرو۔ اگر تم خواب کی تعبیر جانتے ہو۔

اَلْمَلِكُ - مصر کا بادشاہ اُس زمانہ میں ریّان بن ولید تھا۔ جسے یورپین مورخ ای پونس لکھتے ہیں۔ یہ مصری خاندان ہفدہم کا جو راعی خاندان کے نام سے مشہور ہے۔ بادشاہ تھا۔ یہ خاندان سامی النسل تھا۔ لیکن عہد موسیٰ کا فرعون قبطی نسل سے تھا۔ اس اختلاف قومیت کو بھی ان دونوں فراعین کے اختلاف مزاج کا سبب قرار دیا جاسکتا ہے۔

(حاشیہ: فراعنۂ مصر)

سِمَانٌ - سمین اور سمنہ کی جمع ہے۔ فربہ۔ تیار۔

عِجَافٌ - عجفاء کی جمع ہے۔ یہ جمع سماعی اور خلاف قیاس ہے۔

مَلَأٌ - ملی کی جمع ہے۔ مُلَاء بھی جمع آتی ہے۔ محاورہ ہے۔ هُوَ اَمْلَأُ الْقَوْمِ وہ ساری قوم میں زیادہ مقدرت اور دولت والا ہے۔

تَعْبُرُوْنَ - عبور سے بنایا گیا ہے۔ عبور کے معنی ہیں۔ پانی چیر کر دوسرے کنارہ پر پہنچ جانا۔ یہ تو لغوی معنی تھے۔ اب اصطلاح میں صُوَرِ خیالیہ سے معانی نفسانیہ تک پہنچنے کا نام تعبیر ہوگیا ہے۔

(حاشیہ: تعبیر کے لغوی و اصطلاحی معنی)

(حاشیہ: قدیم مصریوں میں گائے کی حرمت)

قدیم مصریوں میں گائے کی بڑی حرمت تھی۔ جیسا کہ اب ہندوؤں میں ہے۔ بادشاہ کے لئے یہ خواب اس لئے وحشت خیز تھا۔ کہ گئوؤں نے گئوؤں کو کھالیا۔

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ

دربار کے سرداروں نے کہا۔ یہ تو پریشان خواب کی باتیں ہیں۔ ایسے خوابات

بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ کی حقیقت ہم نہیں جانتے۔

ضغث کے لغوی معنی

اضغاث - ضغث کی جمع ہے۔ برسات کے موسم میں جس زمین پر بیسیوں قسم کی بوٹیاں نکلی ہوئی ہوں۔ اُن کو مٹھی بھر کر توڑ لو۔ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں آجائیگا۔ وہ ضغث ہے۔

چونکہ مٹھی میں مختلف بوٹیوں کے پتے۔ ڈنٹھل وغیرہ آجاتے ہیں۔ اس لئے ایسے خواب پریشان کو جس میں غیر متعلق۔ بے جوڑ۔ باتیں ہوں اضغاث کہتے ہیں۔

امرائے فرعون کی ناقابلیت

احلام - حُلم کی جمع ہے۔ رویائے کاذبہ۔ بے اصل خواب۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس بادشاہ کے یہ سردار لیاقت تو کچھ نہ رکھتے تھے۔ مگر باتونی پورے تھے۔ علم تعبیر سے اُن کو ذرا مَس نہ تھا۔ اپنی عدم قابلیت کا اقرار تو نہ کیا۔ بلکہ بادشاہ کے خواب ہی کو جھوٹا بتا دیا۔ اور خواب کے لئے اضغاث احلام دو لفظ جمع کر دینے سے اُس کے بے اصل محض ہونے کا پورا مبالغہ کر دیا۔

وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّکَرَ بَعْدَ اُمَّۃٍ اَنَا اُنَبِّئُکُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ

وہ جو دو قیدیوں میں سے ایک رہائی یافتہ تھا۔ بولا۔ (اُسے عرصہ کے بعد بات بھی یاد آگئی) کہ میں تم کو اس خواب کی حقیقت بتاؤں گا۔ تم مجھے (جیل تک) جانے دو۔

اُمّۃ - عرصہ طویل یہ قول عکرمہ کا ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں۔ کہ بعض نے اسے اَمَہُ الرّجل یا اَمَہ سے لیا ہے۔ اور اس کے معنی انسیان بتلائے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ شخص افسروں کی ذیل میں شامل نہ تھا۔ کیونکہ یہ بادشاہ

کو مخاطب نہیں کرتا - بلکہ سرداران دربار کو مخاطب کرتا ہے -

ساقی کی فرومایہ طبیعت

علاوہ ازیں اُس کی طبیعت کی فرومائگی بھی ظاہر ہے - (۱) یوسف علیہ السلام کے احسان کو بھولا یا - (۲) اب وہ یاد بھی آئے - تو اُن کا ذکر سرداروں سے نہیں کرتا - بلکہ صرف اس قدر چاہتا ہے - کہ اُسے دربار سے جانے کی اجازت دی جائے - تاکہ وہ اتنے عرصہ میں یوسف علیہ السلام سے دریافت کر آئے - اور اُن کے علم سے خود فائدہ اُٹھائے -

شاہی درباروں کے لوگ اکثر کیسے ہوتے ہیں

اس قسم کے لوگ شاہی درباروں میں اکثر ہوا کرتے ہیں - جو دوسروں کی قابلیت اور محنت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں - اور دوسروں کی کمائی سے اپنے لئے عزت اور منفعت چاہتے ہیں -

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ

اے یوسف - اے سراپا صدق - ہمیں بتلاؤ سات موٹی گئوئیں - اُن کو سات دُبلی گئوئیں کھا رہی ہیں - اور سات سرسبز خوشے سات خشک خوشوں کو - اس کی حقیقت بتلادو - تاکہ میں لوگوں کے پاس جاؤں - اور وہ بھی سمجھ جائیں -

صدیق کے معنی

صِدِّيقٌ - کثیر الصدق - دائم الصدق - وہ شخص جس کے قول کی تائید اُس کے فعل سے ہوتی ہو -

ابراہیم علیہ السلام صدیق ہیں

قرآن مجید میں یہ لقب شیخ الانبیاء ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی آتا ہے - وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا

نَبِیّاً (س مریم ع ۳) - حدیث پاک میں بہ لفظ شیخ الخلفاء الراشدین ابوبکر رضی اللہ

ابوبکر صدیق ہیں

تعالے عنہ کا ہے - سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے - کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معہ ابوبکر و عمر و عثمان جبل اُحد پر تھے - پہاڑ ہلا - تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اُثْبُتْ اُحُدُ فَمَا عَلَیْکَ اِلَّا نَبِیٌّ اَوْ صِدِّیْقٌ اَوْ شَہِیْدَانِ (اُحد ٹھہر جا - تجھ پر نبی اور صدیق اور دو شہید ہی ہیں) -

تصدیق قرآنی

اس حدیث کی تائید قرآن مجید کی آیت اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِہٖ کی تفسیر سے ہوتی ہے - معالم التنزیل میں ابوالعالیہ رح سے روایت ہے - کہ جَآءَ بِالصِّدْقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صَدَّقَ بِہٖ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں -

صدق کا بیان

صدق کی تعریف

یہ یاد رکھنا چاہیئے - کہ صدق ہی روح اعمال ہے - اور صدق ہی محک احوال - اگر اعمال میں صدق شامل نہیں - تو وہ مردہ ہیں - اور اگر صدق کی کسوٹی پر احوال پورے نہیں اُترتے - تو وہ محض تخیلات ہیں - صدق کی مختصر تعریف یہ ہے - کہ ظاہر و باطن یکساں ہو -

صدق میں تفاوت درجات مردم

صدق کے تفاوت درجات

صدق سے تین الفاظ بمعنی فاعل آتے ہیں - صادق اور صدوق - اور صدیق - صادق سے صدوق کا درجہ بڑا ہے - اور صدوق سے صدیق کا درجہ بڑا ہے -

صادق کا بیان

صادق کی تعریف

صادق کے قلب میں ایک ایسا داعیہ موجود ہوتا ہے۔ جو کسی دباؤ یا روک سے نہ دبتا ہے نہ رُکتا ہے۔ اُس میں ایسی طلب پائی جاتی ہے۔ جسے انقطاع نہیں ہوتا۔ وہ ایسے عزم درست کا شخص ہوتا ہے۔ جو ہر ایک مانع پر غالب آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ۔ (اے ایمان والو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور صادقین کے ساتھ ہو)

صدوق کا بیان

صدوق کی تعریف

وہ عزائم اعمال پر عمل کرنے کا مشتاق ہوتا ہے۔ وہ جلال الٰہیہ کے سامنے ہمیشہ اپنے نقص و کمی کو محسوس کیا کرتا ہے۔ وہ زندگی کو صرف حق کے لئے پسند کیا کرتا ہے۔ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر دُنیا میں جہاد اور نماز اور علم نافع کا وجود نہ ہوتا۔ تو میں اس جہان میں رہنا کبھی پسند نہ کرتا

صِدّیق کا بیان

صدیق کی تعریف

وہ معرفتِ صدق کا عارف ہوتا ہے۔ اس کے احوال و اقوال عزم و ارادہ مستقیم و احسن و قوی و راسخ ہوتے ہیں۔ اُس کا واحد مقصود "رضائے حق" ہوتا ہے۔ یہ وہ کمال ہے۔ جو کمال نبوت سے ملا ہوا ہے۔ یہ وہ سراج ہے۔ جو چراغ نبوت سے روشن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ" (خدا و رسول کی اطاعت کرنے والوں کو اللہ کے انعام یافتہ بندوں یعنی انبیاء اور صدیقوں کی معیت

دی جاویگی) لہ

شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں صدیقیت و محدثیت پر بحث لطیف لکھی ہے۔ انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ

شاہ ولی اللہ اور صفت صدیق

"صدیق اصل فطرت میں ذات پاک نبیؐ سے قریب تر ہوتا ہے وہ جو تعلیم نبی اللہ سے حاصل کرتا ہے۔ اُس کے دل میں ایسی راسخ ہو جاتی ہے گو یا وہ علوم اُسی کے دل سے نکلے تھے۔"

"صدیق پر انوار وحی نبوت کا انعکاس ہوتا ہے۔ اور تعاقب ورود انوار سے "تاثیر و تاثر فعل و انفعال کا ایسا تسلسل قائم ہو جاتا ہے۔ کہ صدیق فنا و فدا کے منصب پر ممتاز ہو جاتا ہے۔ اور اُس وقت یہ کیفیت ہوتی ہے۔ کہ نبی کی روحانیت صدیق کی زبان پر تکلم کیا کرتی ہے۔"

فضائل صدیق اکبرؓ

صدیقیت کے انہی احوال پر اُن احادیث میں اشارہ ہے۔ جو سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہیں۔ حدیث میں اُن کو اَمَنَّ النَّاسِ عَلَیَّ فِی صُحْبَتِہٖ وَمَالِہٖ فرمایا گیا ہے۔ (یعنی مصاحبت اور زر و مال کے فدیہ میں ابو بکرؓ کا احسان و منت مجھ پر سب سے بڑھ کر ہے) دوسری حدیث میں ہے لَوْ کُنْتُ اتخذت خلیلاً لَاَتَّخَذْتُ ابا بکر خلیلا ولکن اللہ اتخذنی خلیلاً یعنی اگر میں مخلوق میں سے کسی کو خلیل بناتا۔ تو ابو بکر کو بناتا۔ مگر مجھے تو اللہ نے اپنا خلیل بنالیا۔

صدیق اُمت بالاتفاق ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ آپ کے سوا اور کوئی .... اس لقب سے ملقب نہیں ہُوا۔ ابو محجن ثقفی رضی اللہ عنہ کا شعر ہے۔

وَسَمَّیْتَ صِدِّیْقًا وَکُلُّ مُهَاجِرٍ سِوَاکَ یُسَمّٰی بِاسْمِہٖ غیر مُنکر

لہ ماخوذ از منازل السالکین لامام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ۔ ۱۲

قرآن مجید میں انہی کو ثَانِیَ اثْنَیْن فرمایا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام میں کسی دوسرے کو ثانی رسولؐ نہیں بتایا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ ہی کو سب سے پہلے حج اسلام کا سردار "امیر الحاجؓ" بنایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ ہی کو سب سے بڑی فوج اور سب سے آخری غزوہ "تبوک" میں فوج کا سپہ سالار بنایا۔ اور وراثت نبی انہیں سپرد کیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ ہی کو مسجد نبوی میں اپنی آنکھوں کے سامنے نماز کے لئے امام المؤمنین بنایا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی صرف وہ ہیں ۔ جو خلیفہ رسول اللہ کے خطاب سے ملقب ہوئے۔ دیگر خلفائے راشدین جہد ہین امیر المومنینؓ کے لقب سے مخاطب کئے جاتے تھے۔ ان سب واقعات کی وجہ یہی ہے۔ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ "صدیق" تھے۔ اور صدیق ہی نبی اللہ سے قریب تر ہوتا ہے۔

اَفْتِنَا ۔ افتی افتاءٌ سے ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ سوال کا جواب واضح طریق سے دینا۔

خود غرض لوگوں کے حالات

آیت کے مضمون پر غور کرو۔ کہ یہ خود غرض شخص اب یوسفؑ کو اَیُّهَا الصِّدِّیْق کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ وہ تو فی الواقع اسی خطاب کے شایان تھے)۔

لیکن اس سے پیشتر اس نے نبی اللہ کو کبھی یاد بھی نہ کیا تھا۔

یہ شخص اب بھی یہ بات صدیق علیہ السلام سے چھپاتا ہے۔ کہ خواب کس کا ہے۔ وہ صرف اس قدر کہتا ہے۔ کہ لوگوں کو اس خواب کی تعبیر کی ضرورت ہے

اس دورخی چال کو دیکھو۔ کہ دربار میں یوسف علیہ السلام کا نام نہیں لیتا۔ اور یوسف صدیق کے سامنے بادشاہ کا ذکر نہیں کرتا۔

سچ ہے۔ خود غرض لوگ۔ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا ج یوسفؑ علیہ السلام نے کہا۔ تم سات سال

فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ۝ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ۝ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَ فِیْهِ یَعْصِرُوْنَ۝

متواتر زراعت کرتے رہوگے۔ جو اناج کاٹا جائے اُسے خوشہ کے اندر ہی رہنے دو۔ صرف کھانے جتنا نکالو۔

تعبیر یوسف علیہ السلام

پھر اُس کے بعد سات سال بہت سخت آئینگے۔ جس میں سارے ذخیرے جو بچائے ہوئے ہونگے۔ کھالوگے۔ صرف تھوڑا ہی غلہ رہ جائیگا۔ جو بڑی حفاظت سے رکھا ہوگا۔

پھر ایسا سال آویگا۔ جس میں لوگوں کی فریاد سُنی جائیگی۔ اور لوگ رس حاصل کرسکیں گے۔

تَزْرَعُوْنَ۔ مضارع ہے بمعنی امر۔ زرع کے معنی زمین میں بیج گرانا ہے۔

دَاَبًا۔ متواتر۔ متوالی۔ پے درپے۔ دؤوب لگاتار کام کرنا۔

تُحْصِنُوْنَ۔ حصن حِصَانَۃً سے ہے۔ جس کے لغوی معنی روک ہیں۔ قلعہ کو اسی لئے حصن کہتے ہیں۔ کہ وہ حملہ آور کو روکتا ہے۔ شوہر دار عورت کو اسی لئے محصنہ کہتے ہیں کہ اُس سے دوسرے کی شادی نہیں ہوسکتی۔

یُغَاثُ۔ غیث سے بنا ہے۔ غیث وہ بارش جو احتیاجِ شدید کے بعد برسے وہ زراعت جو بارانی ہو۔ اغاثت۔ مدد۔ واغاثت۔

تعبیر سے بڑھ کر بشارت

مصر میں قحط امساکِ بارش سے نہیں بلکہ دریائے نیل کے نہ اُچھلنے سے پڑا کرتا ہے۔ اس لئے یُغاث سے مطلب فریادرسی اور فراوانی نیل ہے۔

یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بھی بتلائی۔ اور حفاظت غلّہ وحبوب کی

تدبیر بھی بیان فرمادی ۔

یَعۡصِرُونَ کے معنی | بادشاہ کے خواب میں تو پندرھویں سال کی بابت کوئی اشارہ نہ تھا۔ مگر آنسوؤں کی آس بندھوانے کے لئے صدیق علیہ السلام نے پندرھویں سال کی خبر بھی بتلادی ۔ اس سال کے متعلق لفظ یَعۡصِرُونَ کا استعمال فرمایا ہے ۔ اس سے یہ نکلتا ہے ۔ کہ دودھ ۔ شہد ۔ انگور ۔ انار لیموں ۔ رنگترے ۔ وغیرہ ۔ تل ۔ سرسوں ۔ زیتون ۔ بادام وغیرہ بکثرت ہونگے ۔ اور یہ ظاہر ہے ۔ کہ جو سال ایسا شاداب ہو ۔ جس میں میوجات وفواکہ ۔ اور روغن دار حبوب کی کثرت ہو ۔ اُس میں اناج بھی بکثرت ہوا کرتا ہے ۔ معہذا اناج ۔ نیرہ کی بہتات لفظ یُغَاث میں شامل ہے ۔

یوسفؑ کے محاسن | اس واقعہ میں بھی یوسف علیہ السلام کے اعلیٰ محاسن بخوبی آشکار ہوتے ہیں ۔ اس احسان فراموش سے یہ دریافت بھی نہیں کرتے ۔ کہ اُس نے اپنے وعدہ کے موافق کیا کام کیا ؟ اور اب اُسے دوبارہ کہنے کے لئے فرماتے بھی نہیں ۔ کیونکہ آزمودہ کا آزمانا کیا ؟

اللہ اکبر ۔ رضا بر قضا کی صفت کتنی نمایاں ہے ۔ ذاتی آرام وتنعم سے کتنی بے اعتنائی ہے ۔ اور جمہور کے ساتھ کس قدر دل سوزی ومحبت وہمدردی ہے ۔ کہ آئندہ آنے والے قحط سخت کے متعلق تدبیر بھی بتلاتے ہیں ۔ اور ایک ارزانی والے زمانہ کی بشارت سے اُنہیں شادکام بھی فرمادیتے ہیں ۔ اور ذاتِ خاص کے متعلق کچھ بھی نہیں کہتے ۔ فضولیات سے اس قدر پرہیز ہے ۔ کہ یہ بھی سوال نہیں کرتے ۔ کہ خواب کس کا ہے اور اُسے کس نے بھیجا ہے ۔

فصل۔ بادشاہ کا یوسف علیہ السلام کو بلانا۔ نبی اللہ کا زندان سے نکلنے سے انکار فرمانا

آپ نے الزام کی بابت عدالتانہ تحقیقات کا مطالبہ۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۚ بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ۔

بصیرت افروز

معلوم ہوتا ہے۔ کہ آخر بادشاہ کو سرداروں سے اور ساقی سے معلوم ہو گیا تھا۔ کہ تعبیر بتلانے والا کون ہے۔ کیونکہ دربار والے تو سب کے سب خواب کو خیالاتِ پریشان ہی بتلا چکے تھے۔

عدالتی تحقیقات کا مطالبہ

فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ

جب یوسفؑ کے پاس قاصد آیا۔ تو اُنہوں نے کہا۔ کہ اپنے آقا کے پاس واپس جا۔ اور اُس سے پوچھ۔ کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے۔ جنہوں نے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ میرا مالک تو اُن کے فریبوں سے خوب آگاہ ہے۔

یوسف علیہ السلام میں صبر و سکون کی اعلیٰ شان نظر آتی ہے۔ اس لئے وہ زندان سے نکلنے میں جلدی نہیں کرتے۔

یوسف ع کے اوصاف حزم و دور بینی

یوسف علیہ السلام میں حزم و دوربینی کے اوصاف صاف درخشاں ہیں۔ اسی لئے وہ تہمت و افترا کے معاملہ کو گومگو کی حالت میں نہیں رکھنا چاہتے۔ وہ تو اپنی برأت و عصمت کو آفتاب نیمروز کی طرح روشن کر دینا چاہتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام میں عفو و درگزر۔ اور چشم پوشی و حیا اتنی ہے۔ کہ امراۃ العزیز کے جور و ستم کا وہ اب بھی ذکر نہیں کرتے۔

بیشک انبیاء اللہ کے نفوسِ قدسی ایسے ہی ارفع و اعلیٰ ہوتے ہیں۔

"فصل دربارِ شاہی میں یوسف علیہ السلام کے الزام کی تحقیقات"

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوسُفَ عَن نَّفْسِهِ ۚ

پادشاہ نے عورتوں سے پوچھا۔ کہ جب تم نے یوسفؑ کو پھسلانا چاہا تھا تو اُس وقت کا معاملہ کیا ہے۔

[illegible]

خَطْب۔ کوئی معاملہ۔ کوئی بات۔ چھوٹی موٹی ہو۔ اُسے لغت میں خطب کہتے ہیں۔ مگر محاورہ میں امرِ مکروہ یا امرِ عظیم کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔

بادشاہ کو حضرت یوسفؑ کے پیغام پر تحقیقات کرنی پڑی۔ اُسے دست بُریدہ عورتوں کے پتہ سے وہ عورتیں بُلانی پڑی ہونگی۔ پھر خفیہ طور پر تمام داستان معلوم کرنی پڑی ہوگی۔ اور اسی سلسلہ میں امراۃ العزیز کی دعوت کا قصہ معلوم ہُوا ہوگا۔

اور ان تمام مراتب کے بعد ان سب کو دربار میں بلا یا گیا ہوگا۔

سوال کے الفاظ بتلاتے ہیں۔ کہ بادشاہ تمام قصہ سے واقف ہوچکا ہے۔

قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِن سُوءٍ ۚ

سب عورتوں نے کہا پناہ بخدا ہمارے علم میں بھی یوسفؑ کی کوئی بُرائی نہیں۔

[illegible]

حَاشَ۔ حوش سے ہے۔ اس کے لغوی معنی کسی جانور کو گھیر کر لانا ہے۔

حاش للّٰہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ اب اس قول کا قائل شخص سب اطراف سے منہ موڑ کر متوجہ بخدا ہوتا ہے۔ اور یوں بتلاتا ہے۔ کہ یہ شخص اس معاملہ میں بالکل پاک صاف ہے۔ اور اسی لئے وہ رب العالمین کے منزہ و مقدس ہونے

گویا دلاتا ہے۔

اَمراۃ العزیز کا بیان۔ جواب مُفصّل۔ اقبالِ جُرم

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

امراۃ العزیز بولی۔ اب تو سچ کھل گیا۔ ہاں میں نے اُسے خود پھسلایا تھا۔ اور وہ سچا ہے۔

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

یہ اس لئے کہتی ہوں۔ کہ یوسفؑ کو معلوم ہو جائے۔ کہ میں نے پس پشت اُس کی خیانت نہیں کی۔ اور اللہ تو خیانت والوں کی چالوں کو چلنے نہیں دیتا۔ اور میں تو اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہراتی کیونکہ نفس تو بُرائی پر اُکسایا ہی کرتا ہے۔ بجز اُس کے جس پر پروردگار رحم کرے۔ میرا رب تو غفور و رحیم ہے

"اقبالِ جرم" امراۃ العزیز کا بیان دربار شاہی میں

حَصْحَصَ۔ اصل لغت حَصَّ ہے۔ تکرار سے معنی میں مبالغہ مقصود ہوتا ہے۔ جیسے کبکبو کبو سے اور کفکف کف سے اور رورو رو سے مستعمل ہے۔

حَصَّ الْاَمر۔ معاملہ کا ظاہر و اضح ہو جانا۔

حَصْحَصَ الْبعیر۔ اونٹ کا زمین پر گھٹنے ٹیک دینا۔

حَصْحَصَ الْحَق۔ اب سچائی کا پورا انکشاف ہو گیا۔

اب سچائی نے پورا پورا استحکام پالیا۔

[illegible]

اس آیت کا جو ترجمہ ہم نے لکھ دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوگا۔ کہ قالت امراۃ العزیز سے غفور رحیم تک سارا مسلسل بیان اس عورت کا ہے۔ اکثر مفسرین نے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ تک کو عورت کا بیان بتلایا اور ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ سے آخر تک یوسف ؑ کا قول بتلایا۔ لیکن ان بزرگوں کو اس قدر خلش ضرور ہوئی۔ کہ دونوں مقولے کیونکر گڈمڈ ہو گئے۔ اس خلش کے دور کرنے کے لئے انہوں نے فراء نحوی کا قول نقل کیا۔ کہ ایک شخص کے کلام میں دوسرے شخص کے کلام کا ملا دینے میں کوئی حرج نہیں۔ جب کہ کوئی قرینہ صارفہ ہر دو کلام کے علیحدہ علیحدہ بنانے کو موجود ہو۔ ہم علامہ فراء نحوی کا قول درست سمجھتے ہیں۔ سوال یہ ہے۔ کہ اس کلام میں وہ قرینۂ صارفہ کونسا ہے؟ امام ابن تیمیہ رح نے اپنے فتاویٰ جلد دوم میں ایسے مفسرین کی رائے کی تغلیط کی ہے۔

خلش سینہ

فراء نحوی

علامہ ابن تیمیہ

وہ فرماتے ہیں۔ کہ اس تمام بیان کے بعد بادشاہ کا یہ قول آتا ہے۔ اِیْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ۔ (یوسف کو میرے پاس لاؤ۔ میں اسے اپنا بناؤں گا)۔ اور اس فقرہ سے ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ مندرجہ بالا بیان جب دربار میں ہوا۔ اس وقت تک یوسف صدیق زندان ہی میں تھے۔ اندریں صورت یوسف صدیق کا مقولہ عورت کے مقولہ کے ساتھ کیونکر شامل ہو سکتا ہے۔

علامہ ابن کثیر (المتوفی ۷۲۱ھ) نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے۔ کہ امام ابن تیمیہ رح نے اپنے اس بیان کردہ معنی کی تائید میں ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے کتاب مذکور تو ہماری نظر سے نہیں گذری۔ ہاں فتاویٰ جلد ۲ کی عبارت ہم نے خود پڑھی ہے۔

علامہ ابن کثیر رح نے مجاہد و ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت

کی ہے۔ کہ یہ تمام قول امراۃ العزیز ہی کا ہے۔

ابن کثیر خود بھی کہتے ہیں۔ کہ اس تمام عبارت کو امراۃ العزیز ہی کا قول بتلانا سیاق قصہ کے ساتھ اَنسَبُ وَاَسبَق ہے۔ اور یہی قول اشہر بھی ہے۔ اس کا ذکر ماوردی نے اپنی تفسیر میں کیا ہے۔

بیضاوی نے اس قول کو اَوّل لکھ کر بیان کیا ہے۔

لِیَعْلَمَ۔ کا فاعل قرار دینے میں بھی اختلاف ہوا ہے۔ اُن بزرگوں میں بھی اختلاف ہوا۔ جنہوں نے ان تمام آیات کو امراۃ العزیز ہی کا قول قرار دیا ہے۔

ان میں سے بعض وہ ہیں۔ جنہوں نے لِیَعْلَمَ کی ضمیر کا مرجع شوہر زن کو بتلایا ہے۔ اور معنی یہ بتلائے ہیں۔ کہ گو آج میں اقبال گناہ کر رہی ہوں۔ مگر اس اقبال سے بھی میرے شوہر کو اس قدر تو معلوم ہو جاویگا۔ کہ اقبال کنندہ عورت نے اپنے شوہر کی خیانت تو نہیں کی تھی۔

ہم کو اس سے اتفاق نہیں۔ اور اس کا فیصلہ آسان ہے۔ کیونکہ اس لِیَعْلَمَ سے پیشتر (۱) اَنَا رَاوَدتُّہٗ (۲) اِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ کے جملے موجود ہیں۔ اور ہر دو جگہ ان ضمائر کا مرجع سب ہی علمائے کرام نے یوسف علیہ السلام کو بتلایا ہے۔ پس لِیَعْلَمَ کا مرجع بھی وہی ہیں۔

اقبال جرم

غالباً بعض صاحبان کے لئے یہ امر تعجب خیز معلوم ہوا۔ کہ امراۃ العزیز کو اقبال جرم کی ضرورت ہی کیا تھی؟

لیکن یہ امر کچھ بھی حیرت خیز نہیں۔ خود ہمارا تجربہ ہے۔ کہ بیسیوں ملزم ہمارے سامنے ایسے آئے۔ جنہوں نے قتل اور ڈکیتی جیسے سنگین مقدمات

میں صاف صاف اقبال جُرم کیا تھا۔ حالانکہ اُن سے ایسے اقبال کے قلم بند کرنے سے پیشتر یہ دریافت کر لیا جاتا تھا۔ کہ وہ کسی جبرو اکراہ۔ یا اُمید غلط پر تو مبنی نہیں۔ اور اُسے یہ بھی بتا دیا جاتا تھا۔ کہ اُس کا اقبال اُس کے خلاف استعمال ہو سکیگا۔ ایسے اقبال کی اصلی وجہ تب سمجھ میں آتی ہے۔ جب کوئی شخص فطرت انسان کی بناوٹ پر غور کرتا ہے۔

فطرت انسانی پاک وصاف واقع ہوئی ہے۔ اور جب کسی بشر سے کوئی جُرم کسی وجہ سے صادر ہو جاتا ہے۔ تب فطرت سلیمہ اُسے ملامت کیا کرتی ہے بعض اوقات یہ ملامت و نفرین اس قدر پُر زور ہو جاتی ہے۔ کہ مجرم انسان اپنے ضمیر کی نفرین سے رہائی حاصل کرنے کو زیادہ ضروری اور مقدّم سمجھتا ہے اور اُس کے مقابلہ میں اُس قید یا تکلیف کی پرواہ نہیں کرتا۔ جس کا گمان بطور نتیجہ اقبال جرم ہو سکتا ہے۔

دوسری وجہ جو اس سے درجہ دوم پر ہے۔ یہ ہے۔ کہ جب مجرم کے لئے انکار کی تمام راہیں بند ہو جاتی ہیں۔ تو وہ اقبال جرم ہی میں آسودگی خیال کرتا ہے۔

امراۃ العزیز کے اقبال کو دیکھو۔ کہ اُس کا بیان اُس کی تمام سہیلیوں کے بعد ہوا ہے۔ اُس نے دیکھ لیا۔ کہ سہیلیوں کی تمام شہادت متفق ہے۔ اور ان سب نے یوسف صدیقؑ کو ایسا پاک۔ ایسا عفیف بتلایا ہے۔ کہ رویت و مشاہدہ کا تو ذکر کیا۔

اُن کے خلاف اپنے علم میں بھی کسی بُری بات کے ہونے کی نفی کر دی ہے ایسی صورت میں امراۃ العزیز نے دیکھ لیا۔ کہ اب اقبالِ جُرم سے کوئی مَفَر و چارہ نہیں۔

اقبال پر پورا غور کرو۔ وہ اَلْاٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ کہتی ہے۔ اور اس سے یہی وجہ دوئم آشکار ہو جاتی ہے۔ من بعد اُس کے بیان کے آخری حصہ کو دیکھو۔ جس میں وجہ اوّل کا بھی سایہ نظر آتا ہے۔

اَنَا رَاوَدْتُّہٗ پر نظر ثانی

اَنَا رَاوَدْتُّہٗ عَنْ نَّفْسِہٖ وَاِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ پر وہ لوگ زیادہ غور کریں۔ جو آیت وَھَمَّ بِھَا کی تفسیر کرتے ہوتے ایسے افعال و حرکات کو یوسف علیہ السلام کے نفس قدسی سے منسوب کیا کرتے ہیں۔ جن افعال و حرکات کا یہ خود اپنے سے منسوب ہونا بھی اپنی کسرِ شان سمجھیں۔ یہ دوسرا موقعہ ہے۔ کہ عورت حضرت صدیقؑ کی پاکیزگی اور اپنے قصور کا اعتراف کرتی ہے۔ یہ اعتراف سرِ دربار ہے۔ پہلی موقعہ کا اعتراف وہ ہے۔ جب اس عورت نے اپنی سہیلیوں میں یہ بات کہی تھی۔ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّہٗ عَنْ نَّفْسِہٖ فَاسْتَعْصَمَ۔ کیا اب بھی یہ لوگ اپنے فہم کی غلطی کو تسلیم نہ کرینگے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ۔

نفس کی تعریف

واضح ہو۔ کہ نفس نام ہے شہوۃ اور غضب کے مجموعہ کا۔ اور جہاں یہ دو بلائیں جمع ہوں۔ وہاں کیا ہوگا؟ ہر قسم کی بدی کی تحریک (۲) ہر طرح کی بُرائی کا شوق و اقدام۔

جہل و علم اور ظلم و عدل

وجہ یہ ہے۔ کہ نفس کی ترکیب جہل و ظلم سے ہوئی ہے معالجہ نفس میں ضرور ہے۔ کہ جہل کا مقابلہ علم سے۔ اور ظلم کا عدل سے کیا جائے۔

نفس امّارہ

نفس کی تین حالتیں ہیں۔ (الف) جب کہ وہ اصلی حالت میں ہو۔ اُس وقت انواع شہوت اور اقسام غضب کی ہر ایک نوع ہر ایک قسم زور پر ہوتی ہے۔ اسی کو نفس امّارہ کہتے ہیں۔ (ب) جب علم کا جہل پر۔ اور عدل کا ظلم پر غلبہ ہو۔ اُس وقت یہ نفس خود اپنے آپ کو بُرا کہنے والا۔ اپنی ضمیر سے ندامت اُٹھانے والا خود اپنی نظر میں ذلیل نظر آنے والا ہوتا ہے۔ یہ وہ حالت محمودہ ہے،

نفس لوامۃ — جو جملہ محاسن کی بنیاد و اساس ہے۔ اسی کو نفس لوّامہ کہتے ہیں۔

(ج) جب نفس اپنے نقصان و خسران سے آگاہ ہو جاتا ہے۔

جب اس میں مالکِ نفس کی عظمت و جلال کا نور سایہ فگن ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ ہر ایک قلق و اضطراب سے دور ہو جاتا ہے۔ اور لذائذِ نفسانی سے

نفس مطمئنہ — نفرت کرنے لگتا ہے۔ اور اپنی تمام تر مسّرت و شادمانی اسی میں سمجھتا ہے۔ کہ اپنی خواہشات کو رضاءِ مولیٰ پر قربان کر دے۔ اور تسلیم و توکل کے میدان میں گام زن ہو کر منصبِ ارتضےٰ تک پہنچ جائے۔ اسی کا نام نفس مطمئنہ ہے۔

اعتراف گناہ مع عذر گناہ — امراۃ العزیز نے اعترافِ گناہ کے ساتھ عذرِ گناہ بھی بیان کر دیا۔ اور وہ یہ کہ اس میں بھی نفس ہے! اور نفس کے خواص میں سے ہی ہے۔ کہ وہ بدی ہی پر برانگیختہ کیا کرتا ہے۔

اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ کے مصداق — اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف مخفی اشارہ ہے۔ یہ اشارہ درست ہے۔ اور یہی بات اس عورت کے عذر کو قوی بنانے والی ہے۔ کہ نفس کے آہنی پنجہ سے صرف وہی لوگ بچ سکتے ہیں۔ جن کو رحمتِ ربّانی نے بچا لیا ہو۔ آیت میں تعمیم ہے۔ اور اس لئے ہر شخص کو لازم ہے کہ شرورِ نفس سے بچاؤ کے لئے رحمتِ ربانیہ کا سوال کیا کرے۔

واقعہ کا خاتمہ اسماء غفور الرحیم پر — اس واقعہ کا خاتمہ اللہ تعالیٰ کے دو اسماءِ حُسنےٰ غفور و رحیم پر کیا گیا ہے۔ اور اس سے سب گناہگاروں کے لئے بڑی بشارت ہے۔

امراۃ العزیز کے جوان بن جانے یا نکاح یوسفؑ میں آنے کی داستان صحیح نہیں — قرآن پاک میں اب اس عورت کا کوئی ذکر نہ آئیگا۔ لوگوں نے بنا لیا ہے۔ کہ پھر یہ عورت از سرِ نو جوان بنائی گئی تھی۔ پھر یوسف صدیقؑ کے نکاح میں آگئی تھی۔ مگر اس امر کے ثبوت میں کوئی صحیح روایت اسلامی یا اسرائیلی موجود نہیں۔

فخر رازیؒ

فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ یہی امراۃ العزیز حضرت یوسف علیہ السلام کے دونوں فرزندوں مَنَسِّیَ و فرائیم[۵] کی والدہ ہے۔ لیکن توراۃ سے اس قیاس کی تردید ہوتی ہے۔

کتاب بائیبل میں فرزندانِ یوسفؑ کی والدہ کا نام

کتاب پیدائش ۴۱ باب ۵۰ تا ۵۲ درس میں تو یہ ہے۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے شہر اُون کے کاہن مسمی فوطی فرع کی دختر مسماۃ آسناتھ سے نکاح کیا تھا۔ اور مذکورہ بالا ہر دو پسر اُسی کے بطن سے ہیں۔

دونوں نام متشبہ الصوت ہیں

ہمارے علماء بزرگ کو غالباً اس لئے مغالطہ ہُوا۔ کہ العزیز کا نام فوطی فار تھا۔ اور اس کاہن کا نام فوطی فرع تھا۔ یہ دونوں نام بہت زیادہ متشبہ الصوت ہیں۔

فوطیفار اور فوطیفرع کی شخصیتوں کا فرق

لیکن جب مؤرخ غور کریگا۔ تو اُسے معلوم ہو جائیگا کہ ان دونوں کی شخصیت میں بہت بڑا فرق ہے۔

فوطی فرع کاہن تھا۔ یعنی امامِ مذہب۔ اُس کی دختر کنواری تھی۔ اُس کا نام آسناتھ تھا۔ فوطی فار۔ فرعون کے جلوداروں کا سردار تھا۔ اُس کی عورت بیوہ یا مطلقہ ہوسکتی ہے۔ اُس کا نام لوگوں نے زلیخا یا راعیل بتاتا ہے پھر یہ دونوں عورتیں ایک کیونکر سمجھی جاسکتی ہیں۔

الطیبات للطیبین کا اصل

استدلال بالا کے بعد جو تاریخی ہے۔ اور بائیبل کی تصدیق سے مضبوط ہے۔ ہم یہ بھی لکھ دینا چاہتے ہیں۔ کہ اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ اور اَلْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ کا اصول ایسا زبردست ہے۔ جو ناممکن ٹھہراتا ہے۔ کہ کسی نبی یا

---

[۵] توراۃ میں ہے۔ کہ مَنَسِّی نام اس لئے رکھا کہ خدا نے مجھے میری مصیبت فراموش کرادی۔ اور فرائیم نام اس لئے رکھا کہ خدا نے مجھے ثمردار بنایا۔ یہ دونوں لڑکے آغاز قحط سے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ ۱۲ محمد سلیمان +

رسول کے پہلو میں ایسی عورت پائی جائے۔ جو حیا باختہ ہو۔

امراۃ لوط امراۃ نوح

امراۃ لوط اور امراۃ نوح بھی ہم کو یاد ہیں۔ ان دونوں کی خیانت کا ذکر ہے۔ کہ انہوں نے اپنے میکے والوں کو اور اپنی قوم کو اپنے اپنے شوہر کے خلاف مددوی تھی۔ لیکن ان دونوں عورتوں کی عصمت کے خلاف تو کسی روایت میں ایک حرف بھی موجود نہیں۔

خاندان نبوت میں گناہ پر عتاب الٰہی پر کی سرعت

ہاں امراۃ لوط اور امراۃ نوح کے حالات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن سے جب ایک جرم صادر ہُوا۔ تب عتاب الٰہی نے اسی وقت اُن کو پکڑا۔ اور دنیا ہی میں اور اُن کے شوہروں کی آنکھوں کے سامنے اُن پر عذاب بھیجا۔ اور ذرا بھی مہلت نہ دی۔ کیونکہ نبی کی خیانت ایسے ہی تعجیل عذاب کی مستوجب ہے۔ یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں تو تمام صورت معاملہ ہی بگڑ جاتی ہے۔

امراۃ العزیز کی صورت اس کے افعال میں

یہ ایک عورت ہے۔ جو منکوحہ ہے۔ پھر بھی کسی دوسرے جوان کو چاہتی ہے۔ اور جب اپنی تمام تدبیروں میں ناکام رہ جاتی ہے تب پاک معصوم نبی کو زندان خانہ میں بھیج دیتی ہے۔ اور پھر سالہا سال تک کبھی بھی اُن کی مصیبت کو یاد نہیں کرتی۔ کیا ایسی عورت نبیؑ کے پہلو میں بیٹھنے کی اہل ہو سکتی ہے؟

ہرگز نہیں۔

نیک دل لوگوں کی باتیں

بعض نیک دل انسان یہ سمجھ کر کہ اس عورت نے ایک نبی اللہ کے ساتھ اپنا دل لگایا تھا۔ نہ صرف اُس کے افعال سے درگذر ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ بلکہ اُسے خوبی میں بھی شمار کرتے ہیں۔ بہتر ہے۔ کہ یہ لوگ عشق نفسانی اور

عشق نفسانی اور محبتِ ایمانی

محبتِ ایمانی میں فرق کرنا سیکھ جائیں۔

مہاجراۃ و انصاریات رضی اللہ عنہن کے حالات

اوّل مہاجراۃ و انصاریات کے حالات پڑھ ہو۔ کہ اُن کو سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی کے ساتھ کیسی محبت صادقہ

و ایمانیہ تھی۔ بیبیوں نے عزیز و اقارب کو چھوڑا۔ وطن ترک کیا۔ دشمنانِ دین کے ہاتھوں سخت سخت عذاب سہے۔ مگر حضور کی محبت میں ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹیں۔ بیبیوں وہ ہیں۔ جنہوں نے خوشی خوشی جوان بیٹوں کو حضور پر نثار ہونے کے لئے میدان جنگ میں بھیجدیا۔ اور جب اُن کے شہید ہو جانے کی خبر ملی۔ تو سجدۂ شکرانہ ادا کیا۔

کوئی ایسی کا ملیگی۔ کہ پدر و شوہر اور فرزند و برادر ایک ہی دن میں جنت کو سدھار گئے ہیں۔ مگر وہ رُخ زیبائے نبویؐ کے مشتاق۔ جب حضور کے جمال سے اپنی آنکھیں روشن کر لیتی ہے۔ تو نہایت تمکنت و ثبات کے لہجہ میں بول اُٹھتی ہے۔ کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ۔ حضور صحیح و سلامت ہیں۔ تو اب ہر ایک مصیبت کی برداشت آسان ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن مردانہ

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسنِ مردانہ کا بھی تصور کرو۔ جو اُس درجہ کمال پر تھا۔ جس سے برتر کوئی درجہ نہیں ہو سکتا۔

روایت جابر بن سمرہ رضؓ

ترمذی و دارمی کی حدیث عن جابر بن سمرۃؓ کو پڑھو۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ چودھویں رات کا چاند پوری روشنی میں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاندنی میں لیٹے ہوئے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا۔ اور کبھی حضور کے رُخ انور پر نظر ڈالتا تھا۔ مجھے تو حضور ہی کا چہرہ زیادہ روشن نظر آیا۔

روایت بنت معوذ رضؓ

رُبَیِّعؓ بنت معوذ صحابیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پڑھو۔ اُن سے عمار یاسر رضی اللہ عنہا کے پوتے نے دریافت کیا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حُسن کیا تھا۔ تو جواب میں اس پیکر عصمت نے فرمایا۔ لَوْ رَاَیْتَہٗ رَاَیْتَ الشَّمْسَ طَالِعَۃً۔ اگر تو حضورؐ کو دیکھ پاتا۔ تو سمجھتا۔ کہ سورج نکل رہا ہے۔

روایت انس بن مالک رضؓ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بھی (صحیحین و ترمذی)،

پڑھ جاؤ - وَلَا مَسِسْتُ خَزًّا وَلَا حَرِيْرًا وَلَا شَيْئًا كَانَ اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

وَلَا شَمِمْتُ مِسْكًا قط وَلا عنبرۃ كَانَ اطيب من لاٗحتہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

ترجمہ - میں نے ریشم کا کوئی دبیز یا باریک کپڑا ایسا کوئی نہیں چھوا - جو نبی صلعم کی کفِ دست سے زیادہ نرم ہو -

میں نے کوئی کستوری یا عنبر ایسا نہیں سونگھا - جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جسدِ مبارک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہو -

امراۃ العزیز اور مومنات اور اُمت محمدیہ کا تقابل

مومنات کے اس محبّت صادقہ - اور حضورؐ کے اس حسن کاملہ کے علم کے بعد اب آپ دیکھئے - کہ کیا کسی مسلم منکوحہ عورت نے حضور کے سامنے اُن الفاظ کا استعمال کیا - جو امراۃ العزیز کے منہ سے یوسف صدیقؑ کے سامنے نکلے تھے ؟ ہر گز نہیں -

اس تقابل سے پتہ لگ جائیگا - کہ حُبِّ ایمانیہ اور ہی شے ہے - اور خواہش نفسانیہ اور ہی شے - اور یہی وہ وجہ امتیاز ہے - جو صحابیات

امتیازاتِ صحابیات

کے درجہ کو بلند کر دیتی ہے - اور امراۃ العزیز کو پست ٹھہراتی ہے -

المختصر یہ یاد رکھئے - کہ ایسی کوئی روایت صحیحہ موجود نہیں - کہ امراۃ العزیز کا نکاح یوسف صدیق علیہ السلام سے ہوا تھا -

فصل یوسف علیہ السلام کا دربار شاہی میں پہنچنا

اور نائب السلطنت مقرر ہونا -

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِىْ بِهٖ

اب تحقیقات کے بعد بادشاہ نے کہا کہ اُسے

یوسف صدیق کا دربار شاہی میں اعزاز

اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ○

میرے پاس لاؤ۔ میں اُسے خاص اپنا بناؤں گا۔ (حضرت آ گئے) جب بادشاہ کی اُن سے بات چیت ہوئی۔ تب بادشاہ نے کہا کہ تم آج سے ہمارے پاس عزت حفاظت سے رہا کرو گے۔

صبر و معصومیت کا ثمرہ

اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ کے الفاظ پر غور کرو۔ پہلی دفعہ بادشاہ نے صرف **اِیْتُوْنِیْ بِهٖ** کے الفاظ کہے تھے۔ اس دفعہ اُسے یہ الفاظ اور بھی ایزاد کرنے پڑے۔ یہ یوسف علیہ السلام کے صبر کا نتیجہ اور معصومیت کا ثمرہ ہے۔ کہ منکرین کی نگاہوں میں بھی اُن کا ادب و وقار اس درجہ بڑھ گیا۔

اہل ایمان خلوص کے معنی پر غور کریں

اہل توحید کو اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ کے الفاظ پر مکرر غور کرنا چاہیئے۔ کہ جب ایک دنیاوی پادشاہ کی آرزو یہ ہے۔ کہ اس کا وزیر یا مصاحب خالص اُسی کا بن کر رہے۔ تو اُس شہنشاہِ حقیقی کو کس قدر زیادہ حق ہے۔ کہ وہ اپنے بندہ کو خالص اپنا ہی بندہ دیکھنا چاہتا ہے۔

یہی راز ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ شرک کو گوارا نہیں کر سکتا۔

منصب کی طلب

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ

یوسفؑ نے کہا۔ مجھے ملک کے خزانوں کا سردار بنا دے۔ میں حفیظ و علیم ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ یوسف علیہ السلام نے درخواست کر کے

---

۵ جو لوگ مصر جاتے ہیں۔ اُن کو ایک چاہ دکھلایا جاتا ہے۔ جس کا نام بئر یوسف ہے اور کہا جاتا ہے۔ کہ یہی زندان یوسف علیہ السلام تھا۔ یہ بات غلط ہے۔ یہ چاہ تو صلاح الدین یوسف رح کا بنوایا ہوا ہے۔ اور اب اس کے نقلی کرے مرمت طلب ہیں۔ ۱۲

ملازمت غیر مسلم

بلند ہمت مفت روٹی نہیں کھایا کرتے

ایک غیر مسلم بادشاہ کی ملازمت کو حاصل کیا۔ اِس درخواست سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام کی بلند ہمت نے کام کے بغیر بادشاہ کی نعمت و دولت سے استفادہ حاصل کرنے کو پسند نہیں فرمایا۔ نیز اس سے ایسی ملازمت کا جواز بھی نکل آیا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہُوا۔ کہ تعریف و شناخت کے مواقع

بوقت ضرورت اظہار اوصاف صحیحہ درست ہے

میں اپنی ضروری اور صحیح اوصاف کا اظہار جائز ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بلاضرورت جو لوگ ایسا کرتے ہیں۔ وہ خود ستائی میں داخل ہے۔ اور اس سے وہ لوگ بے وقوف سمجھے جایا کرتے ہیں۔

خزانوں کا سب سے بڑا افسر عموماً وزیر اعظم ہی ہُوا کرتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کی مراد بھی اسی منصب سے تھی۔

وزیر خزانہ کے اوصاف

حفیظ ہونا اس لئے فرمایا۔ کہ سردارِ خزانہ کو سب سے پہلے ابواب آمدنی کی پوری پوری واقفیت ہونی چاہیئے۔ اُسے معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ کیونکر مالی حالت کو پائدار و مستحکم کیا جاسکتا ہے۔

علیم اس لئے فرمایا۔ کہ سردار خزانہ کو ابوابِ مصارف کا بھی پورا پورا علم ہونا چاہیئے۔ وہ ضروریاتِ سلطنت کو سمجھتا ہو۔ وہ نہایت ضروری۔ اور ضروری اور غیر ضروری میں فرق و امتیاز کرسکتا ہو۔ جب کوئی وزیر ان ہر دو صفات کا جامع ہوگا تو وہ صحیح طور پر ملک کو آباد و شاداب اور بارونق اور خزائن کو معمور کرسکیگا۔

بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو شاہانہ اختیارات دیدیئے

توراۃ میں ہے۔ کہ یہ درخواست فوراً منظور کرلی گئی۔ بادشاہ نے اپنی انگشتری اُن کو پہنائی۔ اپنا لباس دیا۔ سواری دی اُن کا شاہانہ جلوس نکالا گیا۔ اُن کا لقب "جہان پناہ" رکھا گیا۔ اور اس حکم کا اعلان کیا گیا۔ کہ جملہ اختیارات شاہی اُن کو حاصل ہونگے۔ اُس وقت یوسف صدیق

کی عمر تیس سال کی تھی۔ (کتاب پیدائش باب ۴۱)

قرآن پاک کی آئندہ آیت سے اس تفصیل کی تائید ہوتی ہے۔

ایمان اور احسان

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ

اور ہم نے اس طرح سے یوسف کو ملک بھر میں اقتدار دیا۔ وہ جس طرح چاہتا تھا اُس میں رہتا تھا۔ یہ ہماری رحمت کا حصہ ہے۔ جسے ہم چاہتے ہیں دیتے ہیں۔ اور ہم احسان والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ

اور آخرت کا اجر تو ایمان اور تقوے والوں کے لئے بہت بہتر ہے۔

حکومت رحمت ہے

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے حکومت و اقتدار کو اپنی رحمت بتلایا ہے۔ اور پھر وعدۂ آخرت بھی اس کے ساتھ شامل ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ حکومت بجائے خود کوئی بُری شے نہیں۔ لیکن نااہل لوگوں کے پاس آ کر وہ ضرور بُری بن جاتی ہے۔

نااہل لوگ حکومت کو بُرا بنا دیتے ہیں

آیت استخلاف

آیت استخلاف میں بھی حکومت و اقتدار کا ذکر ایمان اور عمل صالح کے نتیجہ کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ اور اُس آیت میں مُكِّنَتْ فِي الْاَرْضِ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى ۔

اللہ نے تم میں سے ایمان اور عمل صالح والوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے۔ کہ ان کو الارض کا خلیفہ بناؤنگا۔ جیسا کہ اُن سے پہلوں کو خلیفہ بنایا

لَهُمْ[۱] تھا۔ اور میں اُس دین کو بھی اُن کے لئے تمکنت وثبات دوں گا جس دین کو میں اُن کے لئے پسند کر چکا ہوں۔

فصل۔ برادران یوسف کا مصر آنا۔ غلّہ لے جانا۔

بن یامین کو ساتھ لانے کا وعدہ کر آنا۔

وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ۞ وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ۞ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۞ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ

یوسف کے بھائی آئے۔ اور اُس کے سامنے پیش ہوئے۔ یوسف نے اُن کو پہچان لیا۔ مگر انہوں نے اُسے نہ پہچانا۔ جب یوسف نے اُن کا سامان درست کر دیا۔ تب یوسف نے اُن سے کہا۔ کہ تم اپنے بھائی کو جو تمہارے باپ کا بیٹا ہے۔ میرے پاس لانا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا۔ کہ میں پورے ناپ کا غلّہ دیتا ہوں۔ اور میں اچھی میہمانی بھی کرتا ہوں۔ لیکن اگر تم اُسے نہ لاؤ گے۔ تب تمہارے لئے میرے پاس غلّہ نہیں۔ اور تم میرے پاس بھی نہ آنا۔ وہ بولے کہ ہم اُسے اُس کے باپ سے پھسلائینگے۔ اور ہم یہ کام ضرور کریں گے۔

بن یامین کو مصر بلانے کی تدبیر

---

[۱] یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اُمت محمدیہ میں خلافت راشدہ کے متعلق یہی ایک آیت ہے۔ اور یہ آیت خلافت راشدہ کے جملہ صفات کی جامع ہے۔ ۱۲

جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ ۔ لغت میں جہاز کا استعمال میت اور عروس اور مسافر کے لئے ہوتا ہے۔ جہاز میں وہ جملہ سامان جس کی اشخاص بالا کو ضرورت ہوتی ہے داخل ہے پس فقرہ ہذا کے معنی یہ ہوئے۔ کہ جب اُن کے سفر کا سب سامان مکمل کر دیا۔

فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ محاورہ ہے۔ دَخَلَ عَلَی السُّلْطَانِ۔ حاجت لیکر سلطان کے سامنے گیا۔

> یوسف علیہ السلام نے بن یامین کی ہستی کا اقرار کیونکر بھائیوں سے لیا؟

بعض مفسّرین رحمہم اللہ نے اس بات کے لئے کہ یوسف علیہ السلام نے کیونکر اپنے بھائیوں کے مُنہ سے یہ اقرار لے لیا تھا۔ کہ اُن کا ایک بھائی اور بھی ہے۔ بہت سی کہانیاں بیان کی ہیں مگر توراۃ کا بیان بالکل سادہ ہے۔

کتاب پیدائش ۴۳ باب ۶ و ۷ ورس میں ہے یعقوب علیہ السلام نے اُن کو کہا۔ کہ تم نے حاکم کو کیوں بتلایا۔ کہ ہمارا اور بھائی بھی ہے۔ تو اُنہوں نے کہا۔ کہ اُس نے ہمارے کنبہ کا حال پوچھا۔ اور باتوں کے سرشتہ میں ہم نے یہ بھی کہہ دیا۔

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ

یوسف علیہ السلام نے اپنے غلاموں سے کہدیا۔ کہ ان کا مال ان کی خورجیوں میں رکھ دینا۔ تاکہ جب یہ اپنے گھروں میں پہنچیں۔ تو پہچان لیں۔ تاکہ یہ دوبارہ بھی یہاں آئیں۔

فِتْيَان ۔ فتی کی جمع ہے۔ فتیہ اور فتوہ بھی اس کی جمع ہے۔ اصل لغت میں فتی نوجوان۔ سخی۔ معزز شخص کو کہتے ہیں۔ اور مجازاً غلام کو۔ اس جگہ یہی مراد ہے۔

بضاعت ۔ مال کا وہ حصّہ۔ جو تجارت کے لئے خاص کر دیا گیا ہو۔ سرمایہ۔

رِحَال - رَحل کی جمع ہے۔ اس کی جمع اَرحُل بھی آتی ہے - رَحل - خُرجی - جس میں مسافر اپنا سامان رکھے۔

صلہ رحم و احسان | یہ مثل مشہور ہے۔ کہ اپنا گھر سو کوس سے نظر آتا ہے۔ بھائیوں کی مالی حالت یوسف علیہ السلام کو بخوبی معلوم تھی۔ اُنہوں نے اندازہ کر لیا تھا۔ کہ بھائی جو کچھ لائے ہیں۔ اس سے زیادہ ان کے پاس اور کچھ نہیں ہو سکتا اس لئے اُنہوں نے احسان اور صلہ رحم فرمایا۔ کہ اُن کا مال واپس کر دیا۔ اور حقیقی بھائی کے بُلانے کی زبردست تحریک و تدبیر بھی فرمائی۔

غیر ضروری بحث | اس غیر ضروری بحث میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ کہ شاہی غلہ کی قیمت کیونکر ادا ہوئے۔ خدا کا نبی سب سے بڑھ کر امین ہوتا ہے۔

فَلَمَّا رَجَعُوٓا اِلٰٓی اَبِیۡهِمۡ قَالُوۡا یٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الۡکَیۡلُ فَاَرۡسِلۡ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَکۡتَلۡ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝

جب وہ باپ کے پاس لوٹ کر گئے تب بولے۔ اے ہمارے باپ ہمارا تو غلہ روک دیا گیا۔ ہمارے بھائی کو بھیجیئے۔ تاکہ ہم غلہ لے سکیں اور ہم اُس کی حفاظت پوری پوری کرینگے۔

(حاشیہ: [illegible])

ان لوگوں کے مزاج عجب واقع ہوئے تھے۔ غلہ لانے میں جو کامیابی ہوئی۔ سفر جس خیر و عافیت سے پورا ہوا۔ حاکم نے جس عزت و احترام سے اُن کی مہمانی کی۔ اُس کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔ پہلی بات جو گھر پہنچتے ہی باپ سے کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہم کو تو غلہ ملنا بند ہو گیا۔

حرص مفرط کی خرابیاں | یہاں سے یہ نتیجہ ملتا ہے۔ کہ حرص مُفرط انسان کے تمام خوبیوں کو مغلوب کر لیتی ہے۔

قَالَ هَلۡ اٰمَنُکُمۡ عَلَیۡهِ اِلَّا کَمَا

یعقوب علیہ السلام نے کہا۔ کیا میں تم پر

اٰمِنُکُمْ عَلٰٓی اَخِیْهِ مِنْ قَبْلُؕ فَاللّٰهُ خَیْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۝

بن یامین کی بابت ویسا ہی بھروسہ کروں جیسا کہ قبل ازیں اُس کے بھائی کی بابت بھروسہ کر چکا ہوں پس خدا ہی بہتر حفاظت کرنے والا ہے۔ اور وہی سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر بعقوب علیہ السلام کا افسوس

ارحم الراحمین۔ رحم کی معنی دل سوزی شفقت عطوفت ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِهَا (ماں کو بچّے کے ساتھ اتنا پیار نہیں۔ جتنا اللہ کو اپنے بندوں سے ہے)

ارحم الراحمین اس جگہ۔ اور اعراف و انبیاء میں بھی آیا ہے۔ سورہ مومنون میں خیر الراحمین ہے۔

دعائے سفر طائف کا ایک ٹکڑہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور دعا میں بھی۔ جو سنہ ۱۰ نبوی کے سفر طائف سے واپس ہوتے ہوئے فرمائی تھی۔ یہ اسم مستعمل ہوا ہے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْکُوْٓا اِلَیْكَ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّةَ حِیْلَتِیْ وَهَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ یَا رَبَّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ وَیَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۝

انسان کو لازم ہے۔ کہ ہر معاملہ میں اپنے آپ کو حفاظت الٰہی کے سپرد کرے۔ اور خود کو خدا کے رحم پر چھوڑ دے۔

جھوٹ کی بُرائی

یعقوب علیہ السلام کے جواب پر غور کرو۔ اُس سے جھوٹ کی بُرائی ثابت ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ آئندہ کے لئے جھوٹ بولنے والے کا اعتبار نہیں رہتا۔ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کا جملہ اگرچہ علم ادب و لسان کے لحاظ سے نہایت مؤکد فقرہ ہے۔ لیکن یعقوب علیہ السلام اس کے کہنے والوں کا اعتبار نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ وہی الفاظ ہیں۔ جو فرزندان یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف کو ساتھ لے جاتے وقت بھی استعمال کئے تھے۔

اگر لوگ جھوٹ کی اس بُرائی پر پورا پورا غور کرلیں۔ کہ ایک جھوٹ سے مُدتوں تک کا اعتماد جاتا رہتا ہے۔ تو ضرور ہے۔ کہ جھوٹ سے نفرت کرنے لگیں۔

وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي هَٰذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ذَٰلِكَ كَيْلٌ يَسِيرٌ ○

اور جب اُنہوں نے اپنے سامان کو کھولا۔ تو پایا کہ اُن کا مال واپس کردیا گیا ہے۔ تب سب نے کہا۔ اے ابا۔ اور ہم کو کیا چاہیئے۔ یہ ہمارا مال ہمیں واپس کردیا گیا۔ اب ہم اپنے کنبہ کیلئے اور غلّہ لائینگے۔ اور اپنے بھائی کی حفاظت کرینگے اور ایک اونٹ کے بوجھ کا غلّہ زیادہ حاصل کرینگے۔ کیونکہ جتنا اناج آیا ہے، وہ تھوڑا سا ہے۔

مَتَاع۔ ہر ایک وہ چیز جس سے انسان فائدہ حاصل کرے۔ یہاں غلّہ مراد ہے

نَبْغِي۔ بَغَاهُ۔ يَبْغِيهِ۔ بُغَاءً کے معنی ہیں طَلَبَهُ۔

هٰذِهِ۔ حرف ہا۔ اور ذِہ سے مرکب ہے۔ ذِہ اسم مؤنث قریب کے لئے ہے۔ ہا تنبیہ اُس پر ایزاد ہوگئی ہے۔

نَمِيرُ۔ مَادَ۔ يَمِيرُ۔ مَيْرًا۔ کنبہ کے پاس طعام یا دوا لے کر آیا۔

مِيرَۃ۔ طعام۔ ضرب المثل ہے۔ مَا عِنْدَهُ خَيْرٌ وَلَا مَيْرٌ

بَعِير۔ اونٹ کے لئے اسم جنس ہے۔ نر و مادہ دونوں کے لئے مستعمل۔ مثلاً بولتے ہیں۔ حَلَبْتُ بَعِيرِي۔ میں نے اپنی بعیر کا دودھ نکال لیا۔ جَمَل نر کے لئے۔ ناقہ مادہ کے لئے خاص ہے۔ بعیر مضبوط اونٹ کے واسطے بولتے ہیں۔

فروخت غلہ کا انتظام ۔۔ لوم ہوتا ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام نے فروخت غلہ کے متعلق یہ انتظام کر رکھا تھا۔ کہ فی کس ایک بار شتر سے زیادہ نہ دیا جائے۔

بایام قحط غلہ کا انتظام یہ سبق ہے اُس افسر کے لئے۔ جو بایام قحط تقسیم غلہ کا ذمہ وار ہو۔ کہ شروع ہی سے ایسی مناسب مقدار مقرر کر دے۔ جو برابر نبھ سکے۔

ابو عبیدہؓ بن الجراح جنگ میں فوج کے لئے تقسیم خوراک کا انتظام اب لڑائیوں میں محصور فوجیں اسی اصول پر عمل کرتی ہیں۔ امین الامۃ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے سریۃ سیف البحر میں اسی اصول پر ایک ماہ تک لشکر میں چھوہارے تقسیم کیے تھے ایک غلط روایت عام طور پر مشہور ہے کہ یوسف علیہ السلام نے سال اوّل میں نقدی سال دوم میں اسباب۔ سال سوم میں مکانات۔ سال چہارم میں اولاد۔ سال پنجم میں خود لوگوں کو غلامی میں لیکر غلہ دیا تھا۔ اس کی کوئی صحیح روایت نہیں یہودی افسانہ ہیں۔ جو گھڑ لئے گئے ہیں۔

عہد لیا

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ

حضرت یعقوبؑ نے کہا۔ میں اُسے تمہارے ساتھ ہرگز نہ بھیجوں گا۔ جب تک تم مجھے اللہ کی طرف سے یہ عہد نہ دو گے۔ کہ اُسے ضرور میرے پاس لے آؤ گے بجز اس کے کہ تم سب گھیرے میں آ جاؤ۔

عہد سے مدعائے یعقوب علیہ السلام جو استثناء یعقوب علیہ السلام نے قائم فرمائی۔ اُس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہر ایک بھائی ذاتی طور پر بن یامین کی حفاظت کا ذمہ وار ہو۔ نیز یہ مطلب ہے۔ کہ اگر کوئی آفت ہو۔ تو ایسی عام ہونی چاہیئے۔ جو سب کے لئے ہو۔ یہ نہیں۔ کہ یوسف کی بابت آ کر کہہ دیا۔ کہ ہم تو دوڑ لگانے کے لئے گئے تھے۔ اور یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔

فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ط

جب اُنھوں نے اپنا عہد دیدیا۔ تب یعقوب علیہ السلام نے کہا۔ اللہ ہمارے قول و قرار کا وکیل ہے +

تدبیر اور شرط ایمانی

یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے عہد لیکر تدبیر انسانی کو مکمل کیا۔ پھر سارے معاملہ کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دینے میں شرط ایمانی کو پورا فرمایا۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ط وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ط اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝

حضرت یعقوب نے کہا اے میرے بیٹو۔ تم ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا۔ میں تم کو اللہ کے حکم سے تو ذرا بھی نہیں بچا سکتا۔ حکم تو صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔ میں نے تو اُسی پر بھروسہ کیا ہے۔ اور توکل کرنیوالوں کو لازم بھی یہی ہے کہ اُسی پر بھروسہ کیا کریں +

نظر بد سے یعقوب علیہ السلام کی نصیحت

وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ۔ میں حرف واؤ۔ و حرف فاء کو جمع کر دیا گیا ہے۔ واؤ افادہ عطف کے لئے ہے۔ اور ف افادہ سبب کے لیے ہے۔

حرف و حرف ف کا اجتماع

نظر بد یعقوب علیہ السلام کی اس نصیحت پر کہ ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا۔ علماء نے بہت کچھ تحریر فرمایا ہے۔ اور اکثر نے اس کی وجہ نظر بد قرار دی ہے۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ نظر کا لگنا حق ہے۔ اور اس لئے اُس کی تدبیر کرنا بھی صحیح ہے مگر اللہ تعالےٰ نے آگے چل کر فرمایا ہے۔ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ۔ اس لئے ممکن ہے۔ کہ اس نصیحت کی علت و حکمت کچھ اور ہی ہو۔

اس تدبیر کی مصلحت

(۱) ممکن ہے۔ کہ یعقوب علیہ السلام نے اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ

کی وسعت پر غور فرمایا ہو۔ اور پھر سمجھا ہو۔ کہ اگر احاطہ ہوا۔ تو سب ہی گھیرے میں آجائیں گے۔ اور مصیبت کا پیمانہ بہت وسیع ہو جائیگا۔

اب ہر ایک بھائی بن یامین کی حفاظت کا ذمہ وار تو ہو ہی چکا ہے اس لئے بہتر ہے۔ کہ کوئی ایسی صورت بھی نکال دی جائے۔ کہ کسی مصیبت کے پڑنے پر سب کے سب ہی گرفتار بلا نہ ہو جائیں۔

سپہ سالار کا فوج کو مختلف حصص میں روانہ کرنا

کسی سپہ سالار کا فوج کے مختلف حصوں کو مقام واحد کی طرف مختلف راستوں سے روانہ کرنا بھی بسا اوقات ایسے ہی خیالات پر مبنی ہوتا ہے۔

فتح مکہ و لشکر نبوی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فتح مکہ کے دن عسکر ظفر پیکر کو معلے و مسفلہ کی راہوں سے داخل مکہ ہونے کا حکم دیا تھا۔

عمل براسباب بے انقطاع از اسباب

الغرض اس ارشاد میں عمل براسباب کا سبق بھی ملتا ہے اور انقطاع از اسباب کی ہدایت بھی۔

خدا کے برگزیدہ اسرائیل نے اپنی حکمت و دانش سے عمل براسباب کا سبق دیا۔ اور مشکوٰۃ نبوت سے انقطاع از اسباب کی روشنی کو ظاہر فرمایا۔ ان ہر دو امور کا اجتماع بتلاتا ہے کہ حکمت الٰہیہ نے مسببات کو اسباب کے ساتھ مربط فرمایا ہے۔ اور ایمان کا خاصہ یہ ہے۔ کہ وہ بندہ کے دل کا مسبب الاسباب کے ساتھ ارتباط قائم کر دیتا ہے۔

دل کا تعلق مسبب الاسباب سے ہو اسباب پر عمل ہو

توکل اقرب الاسباب ہے

آیت کے آخر میں توکل کا ذکر ہے۔ یعنی توکل و دعا کو تحصیل مقصود کے لئے اقرب الاسباب ٹھہرایا ہے۔

انجام توحید توکل ہے حقیقت توحید توکل ہے

یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ انجام توحید توکل ہی ہے

بلکہ توکل ہی حقیقتہً توحید ہے۔

فصل۔ ابناءِ یعقوبؑ کا مصر میں داخلہ۔ بن یامین و یوسفؑ کا تعارف

وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُم مَّا كَانَ يُغْنِي عَنْهُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾

وہ مصر میں اُسی طرح داخل ہوئے جس طرح اُن کے باپ نے اُن کو حکم دیا تھا۔ داخلہ کا یہ حکم اُن کو خدا کے کسی حکم سے کچھ نہ بچا سکتا تھا۔ لیکن یہ ایک تدبیر تھی۔ جو یعقوبؑ کے دل میں آئی۔ اور اُس نے اُسے جاری کیا یعقوبؑ تو علم کا مالک تھا۔ ہم نے اُسے علم سکھلایا تھا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

یعقوب علیہ السلام ذوعلم تھے آیاتِ سابقہ میں یعقوب علیہ السلام نے اپنے قول کے متعلق خود ہی فرما دیا تھا۔ کہ یہ ایک تدبیر ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے بھی ان کی توثیق فرما دی ہے۔ آیاتِ زیرِ تفسیر میں وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ قابلِ غور ہیں۔ یعنی وہ کیا چیز ہے۔ جسے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ امام فخر رازی رحؒ وغیرہ نے فرمایا ہے۔ کہ لوگ یعقوب علیہ السلام کا ذوعلم ہونا نہیں جانتے۔

انبیاء کے علوم اکتسابی نہیں ہوتے لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کو براہِ راست جنابِ احدیت سے تعلیم ملا کرتی ہے۔ اور اُن کے علوم اکتسابی نہیں ہوتے۔ ایک اور معنی لطیف بھی بیان

کیئے جا سکتے ہیں۔

انقال و اقوال مبنی بحیثیت تبلیغ نبوت اور بشریت کا تفاوت

انبیاء علیہم السلام کی اپنے اقوال و افعال ہیں دو حالتیں ہوتی ہیں۔ (الف) وہ اقوال و افعال جو بحیثیت نبوۃ اُن سے صادر ہوتے ہیں۔ (ب) وہ اقوال و افعال جو بحیثیت بشریت اُن سے سادر ہوتے ہیں"۔ ان ہر دو کے درمیان جو باریک فرق ہے۔ اکثر لوگ اُسے نہیں سمجھتے۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس فرق کے بتانے میں بہت سی روشن نظائر قائم فرمائی تھیں۔ حدیث تابیر میں یہی راز سمجھایا گیا ہے۔ اور واقعہ بریرہ و مغیث میں یہی راز بتلایا گیا ہے۔ جنگ بدر و جنگ احزاب میں میدان حرب کے انتخاب کے متعلق بھی اسی اصول پر عمل کیا گیا تھا۔

آمرہم ابوہم

آیت زیر تفسیر میں ہم کو اس امر سے تقویت ملتی ہے۔ کہ حیث اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ فرمایا ہے۔ اور حیث اَمَرَهُمْ نَبِيُّهُمْ نہیں فرمایا۔

اگر اس اصولی بات کو سمجھ لیا جائے۔ تو بہت سی احادیث مشکلہ کا مطلب باسانی حل ہو سکتا ہے۔

جناب یوسف کا اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھنا

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّىْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

جب وہ یوسف کے سامنے حاضر ہوئے تب اُس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ اور کہہ دیا کہ میں ہی تیرا بھائی ہوں اب اُن باتوں کا رنج نہ کر۔ جو سوتیلے بھائی تیرے ساتھ کیا کرتے تھے۔

اٰوٰى اِلَيْهِ۔ اوی آوِیًا و اِوَاءً نزل لیلًا و نہارًا۔ اویتہ۔ ایواء۔ انزلتہ۔

ایک دعا۔ انہی معنی میں ہے۔ اَللّٰهُمَّ اٰوِنِیْ اِلٰی ظِلِّ کَرَمِكَ وَعَفْوِكَ۔

کہتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے حکم دیا۔ کہ دو۔ دو کو ایک مکان میں

ٹھہرایا جائے۔ جب بن یامین اکیلے رہ گئے۔ تو اُن کو اپنے پاس ٹھہرالیا۔
تبتئس۔ اِبتئاس (افتعال) سے ہے۔ بؤس۔ حزن والم۔ ابتئاس اظہار رنج وشکایت۔
یوسف علیہ السلام نے بن یامین کو تبلادیا۔ کہ وہی اُس کے ماں جائے بھائی اور برادر شفیق ہیں۔ یہ بھی فرمایا۔ کہ اب پچھلے غم وغصّہ کو فراموش کردو۔ ہم کو خدا نے ملادیا ہے۔
جس وقت سیّدنا یوسف علیہ السلام سے مصر میں ملے۔ اُس وقت بن یامین ۳۸ سال کے تھے۔ اور بیٹے پوتے والے تھے۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۝

پھر جب اُن کے سفر کا سامان یوسفؑ نے کمل کردیا۔ تب پانی پینے کا گلاس اپنے بھائی کے گوُن میں رکھ دیا۔ اُس کے بعد ایک پکارنے والے نے آواز بلند سے اُن کو پکارا۔ کہ اے قافلہ والو۔ تم تو چور ہو۔

(سرکاری ملازم)

سِقَايَة۔ آب خورہ۔ پانی کی کٹھیل۔
أَذَّنَ۔ اذان۔ بانگ بلند۔
عِير۔ قافلہ جو غلّہ لائے۔ گدھوں پر۔ خواہ اونٹوں پر۔ اب اس کا استعمال اونٹوں کے قافلہ پر ہوتا ہے۔ (عیر کے معنی)

(تعاقب کنندہ لوگ سرکاری ملازم تھے) معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیالہ کو بوری میں رکھنے کا کام یوسف علیہ السلام نے کیا تھا جس کا علم بن یامین کے سوا کسی کو نہ تھا۔ اب اس سے آگے سب کام اُن نوکروں کے ہیں جن کی حفاظت میں ابناء یعقوب

کے مکانوں کا سامان تھا۔ اِن نوکروں نے ان لوگوں کی روانگی کے بعد سامان کو دیکھا ہوگا۔ اور جب سِقَایَہ نہ ملا۔ تو اُس کے تلاش میں لگ گئے۔ پہلا قیاس اُنہی پر ہونا چاہیئے تھا۔ جو اُن کمروں میں اُترے ہوئے تھے۔ اس لئے انہی کا تعاقب کیا۔ اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ کا قائل وہی مُؤذن ہے۔

قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ۝

وہ بولے۔ اُس وقت انہوں نے اُن نوکروں کی طرف اپنا رُخ پھیر لیا تھا۔ کہ تم کیا کھو بیٹھے ہو۔

فِقْدَان ۔ فَقَدَ۔ فِقْدَانًا و فُقْدَانًا۔ غَابَ عَنْهُ وَعَدِمَهٗ ۔

فقدان کسی شئے کا غائب ہو جانا۔ یا ضائع ہو جانا۔

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ

اُنہوں نے کہا بادشاہی پیالہ ہم نہیں ملتا۔

وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ

اور جو کوئی شخص اُسے پیش کرے گا۔ اُس کو ایک مضبوط اونٹ کی مشکل سے اُٹھانے کا غلّہ دیا جائے گا۔

وَاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ

اور میں اُس کا ذمہ دار ہوں۔

صُوَاع ۔ پانی پینے کا وہ برتن جو چاندی یا سونے کا ہو۔ لیکن اگر کانچ کا ہو۔ تو اُسے (قَدَح) لکڑی کا ہو تو (عُس) چمڑے کا ہو تو (علبہ) مٹی کا کا ہو تو (مِرکن) کہتے ہیں۔

صُواع وہی ہے۔ جسے آیت بالا میں سِقَایہ کہا گیا تھا۔ وہ بلحاظ استعمال تھا۔ یہاں صُواع بلحاظ جنس ہے۔

حِمْل ۔ وہ بوجھ جس کا اُٹھانا اُٹھانے والے کو دشوار ہو۔

حَمْل کے معنی: حَمْل ۔ بالفتح وہ بوجھ جس کا اُٹھانا اُٹھانے والے کو ناگوار نہ ہو۔

کا پھل۔ یا عورت کے پیٹ کا بچہ۔

تبدیلی حرکات سے ضعف و قوۃ معنی۔ عربی زبان کی خصوصیت

فتحہ چونکہ اخف حرکات ہے۔ اس لئے خوشگوار بوجھ کو بالفتح بیان کیا۔ اور کسرہ چونکہ فتحہ سے زیادہ قوی ہے اس لئے بھاری بوجھ کے لئے حِمل کا استعمال کیا۔ یہ لطافت اور خوبی کسی دوسری زبان کی لغات میں نہیں۔

زعیم۔ بمعنی کفیل۔ حدیث میں ہے اَلزَّعِیْمُ غَارِمٌ۔ زعیم القوم۔ رئیس قوم۔

سرقہ پر انعام دینے کی رسم قدیم

مؤذن نے انعام کا بھی وعدہ کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسروقہ سامان کی برآمدگی پر انعام دیئے جانے کا قاعدہ اُس وقت بھی مروج تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ انعام دہندہ افسر کا تعیُّن بھی ضروری ہے۔ اَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ نے یہی بتلایا ہے۔

فرزندانِ اسرائیل کا بیان اپنی براءت

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِيْنَ

ابناءِ یعقوبؑ نے کہا۔ واللہ۔ تم جانتے ہو۔ کہ ہم ملک میں ابتری ڈالنے نہیں آئے۔ اور ہم چور بھی نہیں۔

تَاللّٰهِ۔ میں تؔ قسمیہ ہے۔ اور یہ حرف بمعنی قسم صرف اسم پاک اللہ ہی پر آتا ہے۔

لَقَدْ عَلِمْتُمْ۔ سے مُراد یہ ہے۔ کہ ہم کئی دفعہ آچکے ہیں۔ اور تم ہمارے اخلاق و آداب سے بخوبی واقف ہو چکے ہو۔

لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ۔ میں سرقہ کو باعث فساد اور سبب امن شکنی بیان کیا گیا ہے اور فی الواقع کثرت سرقہ کی انتہا اِنہی مدارج تک پہنچ جاتی ہے۔

وَمَا كُنَّا سَارِقِيْنَ۔ ابناء یعقوب کا یہ جواب اس لئے صحیح تھا۔ کہ اُس وقت اُنہوں نے کچھ نہ چُرایا تھا۔ اور ملازمین مصر کا اُن کو اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ۔

کہنے کا اس لئے حق تھا۔ کہ سرقہ کے بعد مالکِ مال کا جس پر شبہ ہُوا کرتا ہے۔ وہ اُسے چور کہہ دیا کرتا ہے۔

قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗ — مؤذن اور اُس کے ساتھی۔ بولے۔ کہ

اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ — اگر تم جھوٹے نکلے۔ تب چور کی (یا

چوری کی) سزا کیا؟

قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ — ابناءِ یعقوب نے کہا۔ چوری کی سزا یہ ہے۔

فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ — کہ جس کی بوری میں سے کٹورا نکلے۔ وہ

خود چوری کے بدلہ میں جائے گا۔

كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ — ہم (آلِ یعقوب) ظالموں کو یہی سزا

دیا کرتے ہیں۔

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ — مؤذن نے دوسروں کی بوریوں سے تلاشی

اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ — لینا شروع کیا۔ اور پھر کٹورے کو برادرِ یوسف

کے شلیتہ سے نکال لیا۔

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ مَا كَانَ — ہم نے یوسفؑ کو یہی تدبیر بتائی تھی

لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ — یوسف کو حق نہ تھا۔ کہ شاہی ضابطہ کے

اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ — مطابق اپنے بھائی کو پکڑ سکتا۔ مگر ہاں

تو اللہ نے ایسا چاہا۔

کِدْنَا۔ کید سے ہے۔ اس کے مختلف معانی ہیں۔ جنگ۔ مکر۔ قے۔ حیلہ وغیرہ

اور کَادَ یَکَادُ کے معنی اِحتمال کے آتے ہیں۔ پس کِدْنَا کے معنی حیلہ بنانا

اور تدبیر کرنا ہُوا۔ لَمْ یَکَدْ یَرَاھَا (سورہ نور ع ۵) اپنا ہاتھ دیکھنے کی

کوئی صورت نہیں ۔

یعنی یہ طریقہ کہ برادران یوسفؑ سے اسرائیلی ضابطہ کے موافق فیصلہ کئے جانے کا اقرار کرالیا گیا۔ ہم نے خود یوسفؑ کو بتلایا تھا۔

لفظ کِدنا سے حفاظت یوسف

لفظ کِدنا فرمانے سے اللہ تعالٰے نے اوّل تو یوسف علیہ السلام کی حفاظت فرمائی۔ کہ کوئی شخص نبی معصوم کی ذات پر کوئی اعتراض نہ کرسکے۔

احتیال باطل کی روک تھام

دوم کِدنا فرمانے سے آئندہ کے لئے ہر ایک شخص کے سامنے ایک روک بھی قائم کردی۔ تاکہ کوئی شخص اپنے کسی احتیال باطل یا مکر و فریب کے واسطے اس واقعہ کی آڑ نہ لے سکے۔

حکم الٰہی مختص صورت پیدا کرتا ہے

اللہ تعالٰے کے یہ فرما دینے کے بعد کہ ہم نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ ظاہر ہوگیا۔ کہ کوئی اور شخص ایسا نہیں کرسکتا۔ ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا۔ اور انہوں نے فرزند کی گردن پر چھری رکھ دی لیکن اب کوئی شخص ایسا نہیں کرسکتا۔ کیونکہ یہ اوامر الٰہی مختص صورت میں تھے۔

افعال بد کا بدلہ اور بدلہ میں رعایت

اب رہا یہ کہ اللہ تعالٰے نے کیوں ایسا کیا۔ سو یہ بطور بدلہ کے تھا۔ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ۔ کا اصول نہایت محکم ہے۔ یہ وہی ابنائے یعقوب ہیں۔ جنہوں نے اپنے باپ نبی اللہ سے یوسف کو کید کے ساتھ حاصل کیا تھا۔ زبان سے تو یہ کہہ رہے تھے۔ کہ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (ہم اس کی پوری پوری حفاظت کرینگے) گر مشورہ میں جو اس سے پہلے ہو چکا تھا۔ یوسف علیہ السلام کا قتل کیا جانا اور پھینک دیا جانا طے ہو چکا تھا۔ ہاں انہوں نے باپ کو چھل دیا۔ اور باپ کو نیز بھائی کو تکلیف شدید میں ڈالا جس کے لئے شریعت اسرائیلی میں کوئی صورت جواز نہ تھی۔ اور جس کے لئے یوسفؑ کی کوئی رضامندی شامل نہ تھی۔

اللہ تعالٰے نے ان مکاروں کے قبضہ سے بن یامین کو نکالا۔ جب کہ خود

بن یامین اُس تجویز پر متفق تھا۔ اور جس کی صورت ظاہری بھی اسرائیلی ضابطہ

استعمال الفاظ بطور تقابل کے مطابق تھی۔ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا وَّ اَکِیْدُ کَیْدًا کے معنی
بھی یہاں حل ہو جاتے ہیں۔

زبان دانی کی ضرورت جو شخص زبان عرب کے رموز سے واقف ہے۔ اُسے اس بات
کا سمجھنا آسان ہے۔ کہ ایسے الفاظ کا استعمال تقابل کے طریقہ پر ہوتا ہے۔ مثلاً
جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ پر غور کرو۔ جس کا ترجمہ ہے۔ کہ بدی کا بدلہ بد ہے۔ لیکن
حقیقت پر غور کرو۔ کہ اگر ہم کسی چور یا ڈکیت کو سزا دیتے ہیں۔ تو کیا سزا دہندہ
جج کو بھی بُرے فعل کا فاعل کہا جا سکتا ہے؟ نہیں۔ پس بدی کا بدلہ بد اس لئے
ہے۔ کہ قید وغیرہ بذاتِ خود بد ہیں۔ گو مجرم کے حق میں اُن کا نفاذ عدل و انصاف

جج۔ مجرم۔ سزا ہیں۔ اور سزا دہندہ حاکم فی الواقع عادل و منصف ہوتا ہے۔

دِیْنِ الْمَلِكِ۔ دین کے لغوی معانی بہت ہیں۔ یہاں اس کے معنی "ضابطہ و آئین"
ہیں۔

اُس وقت مصر میں تعزیرات کا کوئی قانون تھا اس سے یہ معلوم ہوا۔ کہ مصر میں تعزیراتِ جرائم
کا قانون اور تھا۔ اور یوسف علیہ السلام اُسی ضابطہ مصر کے مطابق فیصلہ کرنے پر مجبور تھے
اس سے اُن مسلمان افسروں کو جو کسی غیر اسلامی سلطنت کے ماتحت ہونے کی حالت
میں اُس سلطنت کے مجریہ قوانین پر فیصلہ دیتے ہیں۔ کچھ تھوڑی بہت اُمید نکلتی ہے ۔ کہ
اللہ تعالیٰ اُن کی خطاؤں سے درگذر فرمائے۔

قانون بین الاقوام اس آیت سے انٹرنیشنل لا (قانون بین الاقوام) کا وجود بھی نکلتا
ہے۔ اور یہ بھی واضح ہوتا ہے۔ کہ رعایائے ملک غیر کا فیصلہ اُن کے ملکی قانون کے
مطابق کرنا بہترین طریقۂ انصاف رسانی ہے۔

یہودان بنو قریظہ اور سعد بن معاذ رضؓ یہودان بنو قریظہ کا فیصلہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

(اِہتَزَلَہٗ عرش الرحمٰن) نے بھی توراۃ ہی کے بموجب فرمایا تھا۔

نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَّشَاءُ ۔ ہم بلند کرتے ہیں درجے اُن کے جن کے چاہتے ہیں ۔ اور ہر ایک مالکِ علم کے اُوپر

وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۔ علیم ہے ۔

علم صحیح اور فیصلجات مقدمات — یہ آیت اللہ تعالیٰ نے ایک اچھے فیصلہ کے ذکر کے بعد فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ عمدہ فیصلجات تب ہی صادر ہوسکتے ہیں۔ جب علم صحیح سے حاکم متصف ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ بلندی مدارج کا صرف ایک ہی سبب ہے۔ اور وہ "علم" ہے۔

رفعت درجات علم — پھر یہ بھی بتلا دیا۔ کہ خواہ کوئی شخص علم کے کیسے ہی درجہ بلند پر پہنچ جائے۔ تب بھی اُسے مغرور نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ دنیا میں عالم کے اوپر

عالم پر عالم موجود ہے — عالم موجود ہیں۔ حتیٰ کہ اس سلسلہ کی انتہا ذات واجب الوجود تعالیٰ شانہٗ پر ہو جاتی ہے۔ جو جملہ علوم کا انسان کو القا کرنے والا ہے۔ اور اپنے علم ازلی الابدی کی وجہ سے "علیم" کے اسم پاک سے موسوم ہے۔

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ ۔ فرزندانِ یعقوب بولے۔ اگر اس نے چوری کی ہے۔ تو اس کے بھائی نے بھی

اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ ۔ اس سے پہلے چوری کی تھی۔

تقسیم بطون مادری — وہ بھائی جواب تک مَا كُنَّا سَارِقِيْنَ کہہ رہے تھے یعنی ہم چور نہیں۔ وہی اب جھٹ زبان بدل گئے۔ اب اُنہوں نے اپنی تقسیم بطون مادری پر کرلی ہے۔ چونکہ بن یامین کا بطنی بھائی صرف ایک ہی تھا۔ اس لئے گو اُس کا نام نہیں لیا گیا۔ مگر یوسف علیہ السلام کے تعیین میں شک بھی نہیں رہا۔

مفسرین رحمۃ اللہ علیہم نے فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ کی بابت

سرق اخ لہ کی تفسیر میں اقوال | بہت اقوال لکھے ہیں لیکن وہ سب اقوال نامعتبر اور غلط روایتوں

بے سند حکایات | اور بے سند حکایات پر مبنی ہیں۔ ہمیں کیا ضرورت ہے۔ کہ یوسف صدیق کی عمہ کرمہ دختر اسحٰق علیہ السلام پر چور بنانے کا بہتان قائم کریں ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم یوسف علیہ السلام کی بابت سرقۂ بتاں یا ماکیاں کی داستان کو زبان سے نکالیں۔ ہم کو تو ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ پہلے یہ دیکھ لیں۔ کہ اس قول کے

تنقید اقوال راوی | راوی کیسے ہیں۔ کیا یہ وہی راوی نہیں ہیں؟ جنہوں نے نبی اللہ باپ کے سامنے فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ جیسے قول زور کو بڑے زور اور حتمی الفاظ میں بیان کیا تھا۔

محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ اور علم اسماء الرجال | اور جب حقیقت یہی ہے تو ایسوں کی بات کا کیا اعتبار؟ اللہ تعالیٰ اپنے قرب و رضوان کے بہترین مدارج عالیہ محدثین امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے۔ جنہوں نے رسول اکرمؐ کی ذب و حمایت میں سینکڑوں ہزاروں راویوں کے احوال کی تنقید فرمائی۔ معائب و مثالب کو جتایا اور اعتماد و ثقاہت و عدالت کو نمایاں کیا۔ جس سے مبتدعین و منافقین کی تمام مساعی کو پامال کر دیا۔

محدثانہ اصول استعمال کرو | وہی اصول محدثانہ اس جگہ ہمارا بھی رہبر ہے۔ اور ہم نہایت اطمینان قلب سے سمجھتے ہیں۔ کہ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ کے راوی اس روایت میں ناقابل اعتبار رہیں۔

فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ

یوسف نے اس بات کو دل ہی میں رکھا اور اس کی بابت کچھ بھی ظاہر نہ کیا۔ اور کہا کہ تم بجائے خود شریر ہو۔ اور جو بات تم کہتے ہو اُسے اللہ خوب جانتا ہے۔

حضرت یوسف کا ان کی بات کا جواب

اس آیت سے غایت درجہ حلم و برداشت کی تعلیم ملتی ہے۔ غور کرو کہ یوسف علیہ السلام کو رو در رو بہتان لگایا گیا۔ مگر وہ صبر کرتے ہیں۔ پی جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں کہ حاکم ہیں۔ ذی مقدرت ہیں۔ اور کہنے والے اُن کے دست نگر ہیں۔ اور بحالت ذلیل ہیں۔ جب ہم جملہ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا کو فَاَسَرَّهَا کا محل قرار دیں۔ تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ اتنی بات بھی یوسف صدیق نے اُن کو زبان سے نہ کہی تھی۔ بلکہ دل ہی دل میں کہی تھی۔

بنیامین علیہ السلام کو روک لیا

قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اُنہوں نے کہا۔ اے حاکم۔ اس کا باپ بڈھا بزرگ ہے۔ تو ہم میں سے کسی ایک کو اس کے بدلہ میں رکھ لے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ احسان کرنے والوں میں سے ہیں ✣

شَيْخ ۔ ہمارے زمانہ میں ۶۰ سے ۸۰ سال تک کے شخص کو کہتے ہیں یعقوب علیہ السلام تو اُس وقت ۱۲۵ سال سے متجاوز ہو چکے تھے۔

شیخ کس عمر کے شخص کو بلحاظ عمر کہا جا سکتا ہے

كَبِيْرًا ۔ لفظ شیخ عمر کو اور لفظ کبیر منصب و منزلت کو ظاہر کرتا ہے۔

مُحْسِنِيْنَ ۔ مُتَعَوِّد باحسان۔ یعنی یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ آپ تو ہمیشہ احسان کرنے ہی کے عادی ہیں۔ اب بھی معمول کے مطابق احسان فرمایئے۔

ایک کے عوض دوسرے کو گرفتار نہیں

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝

یوسف ؑ نے کہا۔ ہم تو اُسے پکڑینگے جس کے پاس ہماری چیز ہم کو ملی ہے۔ نہ دوسرے کو ہم پکڑیں تو ہم خود ظالم ٹھیرینگے۔ معاذ اللہ۔

وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ کے الفاظ پر ذرا غور کرو۔ کیسے نپے تلے الفاظ ہیں۔
بن یامین کو سارق نہیں کہا۔ اور صورتِ معاملہ وہی بنی رہتی ہے۔

فَلَمَّا اسْتَايْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا — جب ان کو بن یامین کی رہائی کی اُمید نہ رہی۔
نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا — تب وہ ایک گوشہ میں مشورہ کے لئے چلے گئے
سب سے بڑے (روبن نامی) نے کہا تم جانتے
اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ — ہو۔ کہ تمہارے باپ نے تم سے بن یامین کے
مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا — متعلق عہد الٰہی لیا تھا۔ اور قبل ازیں تم
فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ — یوسف کے بارہ میں جو تقصیر کر چکے ہو۔
وہ تم کو معلوم ہی ہے۔ پس میں تو یہاں
الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ — سے ہلنے کا ہی نہیں۔ جب تک باپ
مجھے اجازت نہ دے۔ یا اللہ میرے لئے
اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ؕ — کوئی حکم فرمائے۔ اور وہ تو سب
حاکموں سے بہتر حکم دینے والا ہے۔

(برادرانِ یوسف کا خلوت میں مشورہ۔ گفتگو جو باپ کے سامنے کرنی چاہیے)

اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ — اب تم سب اپنے باپ کے پاس واپس جاؤ۔
اور جا کر کہو کہ ابا۔ آپ کے لڑکے نے چوری
اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ — کر لی۔ اور ہم نے جو شہادت دی۔ وہ اپنے
اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ؕ — علم کے موافق دی۔ اور ہم غیب کے نگہبان
نہ تھے۔
وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا — آپ اُس بستی سے پوچھ لیں جس میں ہم رہے
اور اُس قافلہ سے پوچھ لیں۔ جس میں لوٹ کر
وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ — آئے ہیں۔

وَاِنَّا لَصَادِقُوْنَ ○ اور ہم تو بالکل سچے ہیں +

اِسْتَایْئَسُوْا - یاس سے ہے۔ امید منقطع ہو جانا۔

خَلَصُوْا - خلص علٰحدہ ہونا۔ مخلص وہ بندہ جو سب سے علٰحدہ ہو کر ایک کا ہو گیا ہو۔

نَجِیًّا - سرگوشی کرنا۔ چپکے چپکے بات کرنا۔

فَرَّطْتُّمْ - فرط آگے بڑھ جانا۔ حدیث پاک میں ہے۔ اَنَا فرطکم علی الحوض (میں تم سب سے پہلے حوض کوثر پر پہنچ جاؤں گا) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عائشہ صدیقہؓ کو اُن کی حالتِ نزع میں کہا تھا۔ تَقْدَمِیْنَ عَلٰی فَرَطِ صِدْقٍ۔ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا رہے ہو۔

افراط تفریط میں فرق | افراط اور تفریط دونوں میں یہ معنی پائے جاتے ہیں یعنی افراط میں بیشی کی جانب اور تفریط میں کمی کی جانب بڑھ جانا پایا جاتا ہے۔

اَبْرَحَ - بَرِحَ بَرْحًا وبراحًا - برح المکان زال عنہٗ

قَرْیَہ - لغت میں اُس جگہ کو کہتے ہیں۔ جہاں انبوہ ہو۔ قَرْیَۃُ النَّمل - چیونٹیوں کا بھون۔ آبادی مردم۔ متاخرین نے بلدہ اور مصر اور قریہ میں اصطلاحی فرق کرلئے ہیں۔ قرآن مجید میں ان الفاظ کو مرادف معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ مکہ معظمہ کو ایک آیت میں۔ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ بھی فرمایا ہے۔ اور ایک آیت میں هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْٓ اَخْرَجَتْكَ قریہ بھی فرمایا ہے۔ (وہ زیادہ قوت والے تھے۔ تیرے قریہ سے جہاں سے تجھے نکالا ہے)۔

قریہ کے معنی

قرآن مجید میں مکہ کو قریہ بھی کہا اور بلد بھی

عِیْر - جو اونٹ گدھے - اناج لاتے ہیں۔ اُسے عِیر کہتے ہیں۔ اور جو سامان جنگ

ملیشیان بار برداری کے مختلف سامان بار برداری کے اعتبار سے

لاتے ہیں۔ اُسے قیروان کہتے ہیں۔ اور جو کپڑا وغیرہ لاتے ہیں۔ اُسے لطمہ بولتے ہیں۔

یہاں عیر سے عیر والے مُراد ہیں۔

فرزندان اسرائیل کی تقریر ہذا کا تقریر اول سے مقابلہ

اس تقریر پر عمل کیا گیا۔ بڑا بھائی مصر میں ٹھہر گیا۔ اور سب واپس چلے گئے۔ اس تقریر کو ذرا اُس تقریر سے ملا کر دیکھو۔ جب ابنائے یعقوب نے باپ سے آکر کہا تھا۔ کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔ یہاں تو بڑے وثوق سے اپنے سچے ہونے کا دعویٰ ہے۔ مصر خاص اور کارروان سے شہادت دلانے کی بھی آمادگی ہے۔ اور پہلے موقع پر جب دل میں چور تھا۔ خود ہی کہہ دیا۔ کہ تم کو ہماری بات سچی نہ لگیگی۔

یعقوب علیہ السلام کا صبر جمیل

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ عَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

یعقوب نے کہا۔ نہیں۔ تم لوگوں نے ایک بات بنالی ہے۔ اب صبر ہی بہتر ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالےٰ ان سب (یوسف۔ بن یامین۔ روبن) کو میرے پاس واپس لائیگا۔ وہ تو کامل علم اور کمال حکمت والا ہے۔

یعقوب علیہ السلام کی حسن رجا

یعقوب علیہ السلام کو جو حُسنِ رجا اپنے مالک پر ہے۔ اُسے یہ تازہ بتازہ مصیبت خیز واقعات کم نہ کر سکے۔ نہ مٹا سکے۔ یہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہی کی شان ہے۔ کہ مصیبت بڑھ رہی ہے۔ مگر اُن کو جو اعتماد رب العالمین پر ہے۔ اُس میں ذرا تزلزل نہیں آتا۔

وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ

یعقوب علیہ السلام نے ان بیٹوں کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور کہا۔ کہ یوسف کا بڑا افسوس

عَلٰی یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰہُ مِنَ الْحُزْنِ فَھُوَ کَظِیْمٌ

ہے۔ اب اُس کی آنکھیں دل کے رنج سے سفید پڑ گئی تھیں۔ وہ پھر بھی رنج و اندوہ کو دل ہی میں چھپائے ہوئے تھا۔

اَسَفٰی۔ کا الف یٔ متکلم کا بدل ہے۔

کَظِیْم۔ کظم مشک کا منہ باندھنا۔ دروازہ بند کرنا۔ کِظَامہ وہ رسّی جو اونٹ کے ناک میں ڈالی جائے۔

حُزن۔ رنج دل۔ اور گریہ۔ آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ روتے روتے اُن کی آنکھیں سفید پڑ گئی تھیں۔

لیکن لفظ کَظم کی شمولیت سے یہ زیادہ موزوں ہے۔ کہ معنی یہ کئے جائیں کہ اندوہ دلی سے آنکھیں سفید پڑ گئی تھیں۔ کیونکہ جو شخص رو لیتا ہے۔ اُس کا رنج ہلکا ہو جاتا ہے۔ مگر جس کا غم اندر ہی اندر گھٹا رہتا ہے اُسے رونا بھی نہیں آیا کرتا۔ اور یہ غم کی انتہائی حالت ہے۔

کظم اور حزن کی مجموعی کیفیت سے کیا نتیجہ

وَابْیَضَّتْ عَیْنٰہُ۔ کے مفہوم میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ روشنی بالکل بند ہو گئی تھی۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ کچھ دھوپ چھاؤں معلوم ہوتی تھی۔ اس بارہ میں کوئی روایت صحیح نہیں ملی۔ قرآن مجید میں آگے چل کر آئیگا۔ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا۔ اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ روشنی چشم بالکل بند ہو گئی تھی۔

بصارت یعقوب علیہ السلام کے متعلق اختلاف مفسرین

قَالُوْا تَاللّٰہِ تَفْتَؤُا تَذْکُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَکُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَکُوْنَ مِنَ الْھٰلِکِیْنَ

لڑکوں نے کہا بخدا۔ تم تو برابر یوسف ہی کا ذکر کرتے رہو گے۔ حتّٰی کہ تمہارا جسم اور تمہاری صحت برباد ہو جائے۔ یا تم ہلاک ہی ہو جاؤ +

حَرَضَ - عربی میں بیمار کے نام حسب مراتب ذیل ہیں -
علیل - پھر سقیم - پھر مریض - پھر وقید - پھر دنف پھر حَرَض - اور مُحْرَض -
حَرَض کے لیئے ضرب المثل ہے کہ لَا مَیِّتٌ فَیُرْجٰی وَلَا مَیِّتٌ فَیُنْسٰی
(نہ مرے نہ منجا دے) -
اَبناء یعقوبؑ پر باپ کے یٰاَسَفیٰ والے فقرہ کا بہت اثر ہوا تھا - اور
اُنہوں نے ہمدردی کے لہجہ میں تَاللّٰہِ تَفْتَؤُا والا فقرہ کہا تھا - اگرچہ یعقوب علیہ السلام
کے قول کے مخاطب وہ نہ تھے -

قَالَ اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

یعقوب علیہ السلام نے کہا میں اپنے کھلے اور چھپے رنج کی فریاد اللہ تعالےٰ سے کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں جو علم مجھے حاصل ہے وہ تم کو نہیں

بَثِّیْ - بَثَّ بَثًّا - پھیل جانا - ظاہر ہوجانا - بَثّ غم کی وہ حالت جو چھپائے
چھُپ نہ سکے -

بث و حزن میں فرق

حُزْنِیْ - حُزْن وہ حالتِ غم جو دل کے اندر مخفی ہو -
یعقوب علیہ السلام اُس سخت درجہ کے ابتلا سے بھی واقف تھے - جو انبیاء کیلئے

یعقوب علیہ السلام کا تفویض و توکل میں منصب عالی

خاص ہوتا ہے - اور اُس رحمت ربّانیہ پر بھی
یقین رکھتے تھے - جو بلا مددِ اسباب اور تعبیر تدبیر انسانی کے انسان پر نازل ہُوا
کرتی ہے -

کلام باری کی شوکت

آیت بالا میں غایت درجہ کی تفویض و توکل اور انتہائی وثوق
بر ذاتِ الٰہیہ پایا جاتا ہے - باری تعالیٰ کے کلام میں یہ ایسے اسلوب سے بیان
فرمایا گیا ہے - کہ دل اور روح پر بے اختیار عظمت طاری ہوجاتی ہے -

یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

ارشاد یعقوب علیہ السلام

اے بیٹو جاؤ (مصر جاؤ) اور یوسف ؑ و بن یامین کی خوب تلاش کرو۔ تلاش کرنے میں رحمت آلہی سے مایوس نہ ہو۔ رحمت آلہی سے مایوس ہو جانا تو کافر لوگوں ہی کا کام ہے۔

تَحَسَّسُوْا۔ حس سے بنایا ہے۔ یعنی چشم و گوش اور عقل و ہوش سے کام لو۔ اور اس راز کو حل کرو۔

روح اللہ سے یاس کفر ہے

تجسّس اور تحسّس میں فرق یہ ہے۔ کہ تجسّس میں طلب شر اور تحسّس میں طلب خیر کے معنی خاص ہیں۔ اسی لئے اس شخص کو جاسوس کہتے ہیں۔ جو منجانب دشمن ادہر کے لشکر کی خبر لینے آیا کرتا ہے۔ لیکن جو اپنا آدمی دشمن کے لشکر میں جاوے اُسے جاسوس نہیں بلکہ عین بولتے ہیں۔

رَوْح۔ راحت۔ فرح۔ سرور۔ رحمت۔ روح اللہ۔ رحمتِ آلہی۔

اعلیٰ تعلیم توحید و توکل

یعقوب علیہ السلام کہتے ہیں۔ کہ یوسف اور اُسے بھیڑیئے کا کھا جانا۔ بن یامین اور اُس کا چوری میں پکڑے جانا ان خیالات کو دماغ سے نکال دو۔ اور پھر عقل و ہوش سے کام لیتے ہوئے یوسف ؑ و برادر یوسف ؑ کی تلاش مصر ہی میں کرو۔

اس ارشاد کے ساتھ بیٹوں کو روحانی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ کہ مادی احوال سے آزاد ہو کر خود کو رحمتِ ربانی کا مستحق ٹھہراؤ۔ اور اُس خصوصیت کو حاصل کرو۔ جو مومن کو کافر سے الگ ٹھہراتی ہے۔

اس پُرزور فقرہ کے فرمانے کی ضرورت اس لئے تھی۔ کہ انہی بیٹوں سے کام لینا تھا۔ جو یوسف کو بھیڑیا کا کھا جانا۔ اور بن یامین کے قبضہ سے مال مسروقہ کا برآمد ہونا خود اپنا چشم دید بتلاتے تھے۔

یوسف صدیق کے حضور میں بھائیوں کی عاجزانہ التماس

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ۝

پھر وہ یوسف کے سامنے گئے۔ سب نے کہا اے حاکم ہم کو اور ہمارے کنبہ کو نقصان مال و جان پہنچا ہے۔ اور ہم تیرے پاس کچھ ناکارہ سامان لے کر آئے ہیں۔ اب ہم کو پورا اپورا غلہ دیا جائے۔ ہم کو صدقہ دیا جائے۔ اللہ تعالےٰ صدقہ دینے والوں کو بدلہ دیا کرتا ہے۔

ضُرّ۔ نقصان۔ نقصان جان و مال دونوں پر حاوی ہے۔

مُزْجَاۃٍ۔ زجاہ۔ یزجوہ زجواً۔ لوٹا دیا۔ پھینک دیا۔

بِضَاعَتٍ مزجاۃٍ۔ ایسا گلا سڑا سامان۔ ٹوٹی پھوٹی چیزیں۔ جسے بازار میں کوئی قبول نہ کرے۔

تَصَدَّقْ عَلَيْنَا۔ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ۔ فقیر کو صدقہ دیا۔ غالباً اُس زمانہ میں اولادِ نبیؑ پر صدقہ کا لینا حرام نہ ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی ذات پاک پر اور اپنی اہل بیت۔ اور جملہ بنو ہاشم پر۔ اور اُن کے غلاموں پر صدقہ کا لینا حرام فرما دیا تھا۔ سیدنا امام حسن علیہ السلام نے

اہلبیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقہ کی حرمت

اس روایت کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔ کَخْ کَخْ أَمَا عَلِمْتَ إِنَّا آلَ مُحَمَّدٍ لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ۔ تھوک دے تھوک دے۔ تجھے

امام حسن علیہ السلام کی طفلی کی حکایت

علم نہیں - کہ آلِ محمد کو صدقہ حلال نہیں -

بھائیوں کی درد انگیز تقریر نے یوسف علیہ السلام کو بیتاب کر دیا

قرآن مجید یا کسی روایت صحیحہ سے یہ تو معلوم نہیں ہُوا - کہ فرزندانِ یعقوبؑ نے مصر جا کر تجسّس کے کس کس طریق پر عمل کیا تھا - قرآن پاک نے تبلایا ہے کہ یہ لوگ اپنے ساتھ بے بضاعت مال لے گئے تھے - اور غلّہ لانے کا تہیّہ کر کے گئے تھے - اُنہوں نے جو تقریر کی - وہ بہت درد انگیز تھی - سیّدنا یوسف علیہ السلام جیسے رقیق القلب کے لئے یہ تقریر بہت دل ہلا دینے والی تھی - بھائیوں کی حالت بھی صورت بیں حالت مپرس کی مصداق تھی - اور تَصَدَّقْ عَلَيْنَا کا لفظ تو ایسا تھا - کہ ان شیروں کو احتیاج ہی نے روباہ مزاج بنا دیا ہے - یوسف صدیقؑ کی کریم النفسی - و پاکیٔ فطرت نے اُن کو بے تاب کر دیا - اور اُنہوں نے جلد از جلد حقیقت احوال کے انکشاف کا ارادہ فرما لیا - اس لئے گفتگو کو ایک مختصر سی تمہید سے شروع فرمایا -

شفقت آمیز سوال

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ ۝

یوسفؑ نے فرمایا - تم نے وہ بھی جانا جو تم نے یوسف اور اُس کے بھائی سے کیا تھا - جبکہ تم نادان تھے -

یہ پہلا موقعہ ہے - کہ یوسف علیہ السلام نے اپنا نام بھائیوں کے سامنے بطور شخص دیگر لیا - اور برادرِ یوسف کا بھی ذکر کیا - ورنہ آج تک کسی گفتگو میں اشارہ و کنایہ بھی ان واقعات کی نسبت یوسف علیہ السلام نے نہیں کیا تھا -

بن یامین کے ساتھ بُرے سلوک کے اشارات

ان لوگوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ تو جو کچھ سلوک کیا تھا - وہ تو معلوم ہے - لیکن بن یامین کے ساتھ ان کے برتاؤ کا پتہ اجمالی طور پر یوں ملتا ہے -

(۱) فرزندانِ یعقوبؑ کو یوسفؑ اور برادرِ یوسف کے ساتھ حسد تھا - ان کے

ابتدائی مشورہ کے الفاظ ہیں۔ لَیُوسُفُ وَاَخُوْہُ اَحَبُّ اِلٰی اَبِیْنَا مِنَّا۔

(۲) فرزندانِ یعقوب کا برتاؤ بعد از علیحدگی یوسف بھی بن یامین کے ساتھ حاسدانہ ومعاندانہ تھا۔ یوسف علیہ السلام کے کلام فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا کَانُوْا میں اس کا اشارہ موجود ہے۔

(۳) یہ ظاہر ہے۔ کہ بن یامین اپنے برادر شفیق کی شفقت وحمایت سے محروم ہوگیا تھا۔ اور ضرور ہے۔ کہ اُس کے دل میں ہجوم رنج و درد تھا۔ اور اس کے سببِ اوّلین یہی لوگ تھے۔

قَالُوْٓا ءَاِنَّکَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ ؕ انہوں نے کہا۔ کیا تو ہی تو یوسف ہے؟

یوسف کو شناخت کر لیا

ءَ اِنَّکَ میں استفہام تقریری ہے سوال تعجب واستغراب سے پُر ہے۔

لَاَنْتَ یُوْسُفُ۔ میں ل ابتدا۔ انت مبتدا۔ اور یوسف خبر ہے۔ اور جملہ دو خبروں پر مشتمل ہے۔

اخوانِ یوسف نے کیونکر یوسف علیہ السلام کو شناخت کیا

قابلِ غور یہ ہے۔ کہ فرزندانِ یعقوب کیونکر اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ جو شخص اُن سے بات کر رہا ہے۔ وہی یوسف ہے۔

کوئی کہتا ہے۔ کہ یوسفؑ نے تاج سر سے اُتار لیا تھا۔ بھائیوں نے اُن کے سر کے مسّہ کو دیکھ لیا تھا۔ کوئی کہتا ہے۔ اُن کے دانتوں میں جو خاص چمک تھی۔ اُسے معلوم کر لیا تھا۔ اگر ہم ان روایتوں سے قطع نظر کر لیں۔ جو صحیح نہیں ہیں۔ پھر بھی خاص قرآن مجید کے اندر ایسی امارات موجود ہیں جن کی وجہ سے فرزندانِ یعقوب کا اس شناخت تک پہنچ جانا کہ "یوسف یہی ہیں" بالکل آسان تھا۔

(۱) یعقوب علیہ السلام کا قول اُن کو یاد تھا۔ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِہِمْ جَمِیْعًا

امید ہے۔ کہ اللہ جلد ان سب کو میرے پاس لائیگا۔

(۲) ۔باپ نے اُن کو مصر ہی میں یوسف و برادر یوسف کی تلاش کے لئے فرمایا تھا۔ اِذْهَبُوْا مِصْرَ ۔ (مصر جاؤ)۔

(۳) ۔باپ نے اُن کو ہدایت کی تھی ۔کہ جملہ واقعات پر عقل و ہوش سے کام لیں۔ فرمایا تھا۔ فَتَحَسَّسُوْا ۔

شناخت کی وجوہ متعدد تھیں

(۴) وہ دیکھتے تھے۔کہ عزیز مصر معمولی اخلاق کا حاکم نہیں۔ اُس کا عدل۔ اُس کی رعایا پروری۔ اُس کی مسافر نوازی ۔ اُس کا برتاؤ۔ اُس کی گفتگو بالضرور اہل دنیا سے برتر و اعلیٰ ہے۔

(۵) اُنہوں نے دیکھا۔کہ ان کے اہل و عیال کی مصیبت سُن کر حاکم پر اتنا زیادہ اثر ہوا ۔جو قریب ترین اور رحیم ترین رشتہ دار ہی پر ہو سکتا ہے۔

(۶) اُنہوں نے دیکھا کہ یہ یوسف کا نام جانتا ہے۔اور اُس کے برادر شقیق سے بھی واقف ہے۔

(۷) ۔اُنہوں نے دیکھا۔کہ وہ برادران یوسف کے مجرمانہ افعال کو صحیح طور پر اُنہی پر چسپاں کرتا ہے۔

(۸) ۔اُنہوں نے دیکھا ۔کہ وہ اُن کی طرف سے ایک معذرت بھی بیان کرتا ہے۔ جو اِذْ اَنْتُمْ کے الفاظ میں ملبوس ہے ۔

ان سب باتوں کا مجموعہ شخص واحد میں اور آن واحد میں پایا جانا ان سب کے لئے (جو باپ کے حکم سے یوسف کی تلاش میں بھی لگ گئے تھے۔) اس صحیح شناخت تک پہنچ جانے کے لئے کافی تھا۔

پہلے شناخت نہ کرسکنے کا سبب

بھائیوں کا یوسف علیہ السلام کو پہلے شناخت نہ کرسکنا اور اب بارِ سوم شناخت کر لینا معمولی مشاہدات انسانی کے موافق ہے۔ ہم جب

امتداد زمانہ کے بعد کسی شخص کو ایسی حالت میں دیکھتے ہیں۔ جو بلحاظ ثروت امارت یا باعتبار فقر و مسکنت اُس کی سابقہ حالت سے بالکل مغائر ہوتی ہے۔ تو اُسے فوراً شناخت نہیں کرسکا کرتے۔ گو ہمارے ساتھ ایک مدرسہ یا ایک

دماغ انسانی اور امتداد زمانی

جماعت میں برسوں پڑھتا رہا ہو۔ یا ایک ہی جگہ ہم خدمت بھی رہا ہو۔ لیکن پچھلے زمانہ کی باتوں کا سلسلہ شروع ہوتے ہی وہ نسیان دور ہونے لگتا ہے۔ دماغ اپنے پُرانے دفتر کی یادداشتوں کا مطالعہ کرتا ہے۔ اور یکایک ایسا ہوشیار بن جاتا ہے۔ گویا اُس سے پیشتر خواب میں تھا۔ پھر تو ہر ایک چھوٹی سی چھوٹی بات بھی یاد آتی جاتی ہے۔

گناہ اور جہالت

یوسف علیہ السلام نے اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ میں گناہ کا فلسفہ بیان فرما دیا ہے۔ قرآن مجید کے دوسرے مقام پر یہ اصول زیادہ واضح الفاظ میں ہے۔ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ (نحل ع ۱۵) جن لوگوں نے بُرے عمل جہالت سے کئے۔ ان آیات سے واضح ہے۔ کہ جملہ جرائم

کمی جہل، افزونی عرفان

اثم۔ سوء یعقوب یہودا اس بیجہ پر ہے۔ جہل جس قدر کم ہوتا جاتا ہے۔ اُسی قدر انسان ہے۔ اور جس قدر علم نے تاج سر سے اُتار لیا تھا ربانی میں افزونی ہوتی جاتی ہے ہوتا رہتا ہے۔

ئی کہتا ہے۔ آ اُ

قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

کہا۔ ہاں میں یوسف ہوں۔ اور یہ میرا بھائی ہے۔ خدا نے ہم پر احسان کیا۔ بیشک جو کوئی تقوے اختیار کرتا۔ اور صبر رکھتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا۔ میں یوسف علیہ السلام نے سب ہی بھائیوں کو شامل فرما لیا۔ تاکہ اُن کا قلق و اضطراب دُور ہو جائے۔ جو یوسف کے یوسف ہونے اور پھر بزبان یوسف اپنے اعمال نکوہیدہ کی جانب ایک مخفی اشارہ سن پانے سے اُن کے دل میں پیدا ہو گیا تھا۔

نبی اللہ نے چاہا۔ کہ جلدی سے بھائیوں کو مطمئن فرما دیں۔

یَتَّقِ ۔تقویٰ سے ہے۔ تقویٰ اُس ملکہ کو کہتے ہیں۔ جو قلب مومن میں قائم ہو جاتا ہے۔ اور ترقی کرتا رہتا ہے۔ اس ملکہ کے راسخ ہو جانے کے بعد بندہ کے دل میں عظمت و جلال ربانی مستحکم ہو جاتا ہے۔ اور پھر گناہ و معصیت کی جانب میلان پیدا نہیں ہوتا۔

تقویٰ کی تعریف

"سلوک کی ابتدا بھی تقویٰ پر ہے اور انتہا بھی تقوے پر"

یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ سالک کی ابتداء بھی تقوے سے ہوتی ہے۔ اور انتہا بھی تقویٰ پر۔

یَصْبِرْ۔ صبر حبس نفس کو کہتے ہیں۔ اس لفظ کی تحت میں یہ معنی بھی ہیں۔ کہ

صبر کی تعریف

(۱) نفس کو خواہشات نفسانی سے روک رکھے۔

(۲) یہ معنی بھی ہیں۔ کہ ابتلاء و امتحان کے مواقع پر استقامت و استقلال سے رہے۔

(۳) یہ معنی بھی ہیں۔ کہ عقائد صحیحہ و ارشادات دینیہ کا جو حصہ اُسے مل چکا ہے۔ اُس کی حفاظت ہمیشہ رکھے۔

اخلاق فاضلہ کی تعریف جس میں اپنی تعریف شامل ہو

یوسف علیہ السلام کا مقصود اس جگہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو انعام و اکرام اُن پر فرمایا ہے۔ وہ تقویٰ و صبر اور احسان بر خلق جیسے اعمال صالحہ کا اجر ہے لیکن وہ اسلوب کلام کو بدل دیتے ہیں تاکہ سامع کو یہ وہم نہ ہو۔ کہ وہ خود اپنے تقوے و صبر و احسانیات پر فخر یا خود ستائی

کرتے ہیں۔

بیشک خدا کے نبی و صدیق کی شانِ عالی کے یہی شایان تھا۔ کہ خود تو اضع و انکسار اختیار فرمائیں۔ اور مسائل بالا کا ذکر مسئلہ شرعیہ و انعام الٰہیہ کے طریق پر کر جائیں۔ تاکہ غور کرنے والے کے لئے ایک شاہراہ ہدایت بھی مل جائے۔ اور بھائیوں کو اُن کی فضیلت و برتری ذرا بھی ناگوار نہ گزرے۔

یوسف علیہ السلام کی بزرگی کا اعتراف

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ

سب نے جواب میں کہا بخدا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور ہم تو ضرور خطا کار ہیں۔

آثَرَکَ۔ آثرہ ایثاراً۔ (اختارہ واکرمہ وفضّلہ)

خَاطِئِیْنَ۔ خاطی۔ وہ جو نیت و ارادہ سے ارتکاب خطا کرتا ہے۔

مُخْطِی۔ وہ جس کی نیت میں ارتکابِ خطا نہیں گو اُس سے صدورِ خطا ہوتا ہے۔

جب برادران یوسف نے یوسف علیہ السلام کا مندرجہ بالا کلام جو حقائق عالیہ سے پُر اور شرافتِ نفس و کرم طبع و نزہتِ قلب پر مشتمل تھا۔ سنا۔ تو ان پر بہت گہرا اثر پڑا۔ اور اُن کو بے اختیار اقرار کرنا پڑا جس میں یوسف صدیق کی افضلیت کا اعتراف اور اپنی مجرمیت کا اقبال تھا۔

کامیاب زندگی کا دوسرا نظارہ

یوسف علیہ السلام کی شاندار کامیاب زندگی کا یہ دوسرا نظارہ ہے۔ (۱) ایک دفعہ تو امراۃ العزیز نے سرِ دربار اپنی خطا اور صدیق کی عصمت و پاکیزگی کا اقرار کیا تھا۔ اور (۲) آج وہی حسد کے مارے ہوئے جان کے دشمن بھائی سرِ دربار اپنی خطا کاری و جرم کا اقرار اور یوسف علیہ السلام کی فضیلت و برتری کا اعتراف کرتے ہیں۔ وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ۔

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ

یوسفؑ نے کہا۔ آج تم پر کچھ ملامت نہیں

اَلْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکُمْ — خدا تمہیں بخشے وہ تو سب رحم کرنے والوں

وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۝ — سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

تثریب - ثَرَبَ، ثَرْباً - گناہ پر ملامت کرنا - عار دلانا -

ثرب - وہ چربی جو جانور کے گوشت کے ساتھ لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔

تثریب - پوست اُتار کر چربی اُتارنا - دوسرے کے جرائم کو ایسے طعن و تشنیع سے گنوانا - کہ اُس کی چربی پگھلنے لگے۔

اللہ اکبر - یوسف علیہ السلام نے نہ صرف اپنی طرف سے عفو و درگزر کا اعلان فرمایا -

اسم اعظم کی تعلیم - امید غفران

بلکہ شرمسار بھائیوں کو غفران رحمٰن کا بھی امیدوار ٹھہرایا - اور ان کو اللہ تعالیٰ کے اُس اسم معظم کی تعلیم دی - جو بندہ کو رحم اور رحمت ربانی کا مستحق ٹھہراتا ہے - وہ اسم پاک "ارحم الراحمین" ہے -

قحط کا دوسرا سال تھا - جب بھائیوں نے یوسف کو شناخت کیا

توراۃ سے ثابت ہے - کہ قحط کا دوسرا سال تھا - جب یوسف علیہ السلام نے خود کو بھائیوں پر ظاہر کیا -

فصل قمیص یوسف کا کنعان جانا یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کا روشن ہو جانا

اسرائیل و ابنائے اسرائیل کا مصر پہنچنا -

اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا۝ۚ — میرا یہ قمیص لے جاؤ - اور اسے میرے باپ کے چہرہ پر ڈال دو - وہ سوجاکھے ہو جائینگے۔

وَاْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ۝ — اور تم سب اپنے اپنے کنبہ سمیت میرے پاس میرے پاس چلے آؤ -

قمیص۔ قمص۔ قماصاً و قماصاً۔ گھوڑے نے دونوں پاؤں اُٹھا لیئے۔ جب قمیص نکلا۔ تب اُس کی دونوں آستینوں کو گھوڑے کی اُٹھی ہوئی دونوں ٹانگوں سے تشبیہ دی گئی۔

قمیص۔ کورتہ اور غلاف۔ وہ کُرتہ جو روئی کے کپڑے کا ہو۔ اور اُس کا چاک کندھے کی طرف ہو۔

قدع۔ وہ کُرتہ جس کا چاک سینہ کی جانب ہو۔

یوسف علیہ السلام کا پہلا کُرتہ۔ اور دوسرا کُرتہ دونوں کے متضاد اثرات یعقوب علیہ السلام پر

یوسف علیہ السلام کا یہ کلام ربانی علام سے تھا۔ غور کرو۔ ایک وہ کُرتہ تھا۔ جسے دیکھ کر یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں میں جہاں تاریک ہو گیا تھا۔ اور ایک یہ کُرتہ ہے۔ جسے مُنہ پر ڈالنے سے آنکھوں کا نُور لوٹ آیا۔ یہ دونوں کُرتے یوسف علیہ السلام ہی کے جسم کے تھے۔ اور ان دونوں کے لانے والے بھی وہی فرزندان یعقوب علیہ السلام تھے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ نہ لانیوالے کی کوئی فضیلت ہے۔ اور نہ کُرتہ کی کوئی عظمت۔ مؤثر حقیقی وہی رب العالمین ہے۔ ہر ایک دوا۔ خواہ وہ

مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے

کیسی ہی مجرب کیوں نہ ہو۔ ہر ایک دعا خواہ وہ کیسی ہی مؤثر کیوں نہ ہو۔ اُن میں اثر و تاثیر اُسی وقت پیدا ہوتی ہے جب مالک الملک کا حکم ہوتا ہے۔

اب تیسرے کُرتہ کو بھی یاد کرو۔ جسے امراۃ العزیز کے رشتہ دار نے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یوسف صدیقؑ کی صدق و عفت کو اُنہی کے مقرر کردہ معیار کے مطابق پورا کر دکھایا تھا۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ

جب قافلہ نے مصر چھوڑا۔ تب یعقوبؑ نے کہہ دیا۔ کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو آتی

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝

ہے۔ اگر تم یہ نہ سمجھو۔ کہ یہ بہکی باتیں کر رہا ہے۔

نفیِ علمِ غیب سے حضرت یعقوب نے اطلاع دی

فصل ۔ فَصَلَ فصولاً علیحدہ ہُوا۔ الگ ہُوا۔ یعنی جب قافلہ شہر مصر سے باہر نکلا۔

رِیْح ۔ بمعنی رائحہ۔ یعنی خوشبو آتا ہے۔ متنبی کا مصرع ہے۔ وآخذت اطائب ریحہ تتضوع ۔

تُفَنِّدُوْن ۔ فَنِدَ فَنَدًا بڑھاپے یا بیماری سے عقل میں فرق آجانا۔ بہکی بہکی باتیں کرنا۔

اَبُوْھُم ۔ میں ہُم سے مراد پوتے ہیں۔ کیونکہ بیٹے تو سب مصر چلے گئے تھے

رجز نبی میدان حنین

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان حُنین میں یہ رجز فرمایا تھا۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ‏ ‏ ‏ ‏ اَنَا ابْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبْ

علم غیب اور انبیاء

ذرا غور کرو۔ ایک وقت وہ تھا۔ کہ یوسف صدیق خاص کنعان کی سرزمین میں چاہ کے اندر موجود تھے۔ اور یعقوب علیہ السلام کو اس کا کچھ علم نہ ہُوا۔ اور ایک وقت یہ ہے۔ کہ ابھی قافلہ دس دن کی راہ پر ہے۔ اور انہوں نے کنعہ میں بیٹھے ہوئے کہہ دیا ہے۔ کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے ؎

شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا قطعہ

یکے پرسید زان گم کردہ فرزند	کہ اے روشن گہر پیر خردمند
زمصرش بوئی پیراہن شمیدی	چرا در چاہِ کنعانش ندیدی
بگفت احوالِ ما برق جہان ست	دمے پیدا و دیگر دم نہان ست
گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینیم	گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینیم

قَالُوْا تَاللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ ۝

وہ بولے بخدا تو تو اپنی اُسی پُرانی غلطی میں ہے۔

ضَلال۔ کے معنی دین۔ یا حق یا راہ سے دُور ہو جانا ہے۔ یہ لفظ نسیان کے معنی میں بھی آ جاتا ہے۔ ہم نے ترجمہ میں سب سے ہلکا لفظ استعمال کیا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ خدا کے نبی اور اپنے پدر بزرگوار کو رُو در رُو اُنھوں نے جو لفظ کہے۔ وہ بہت سخت ہیں۔ غالباً یہ گستاخی بھی معاف ہو چکی ہو گی۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰہُ عَلٰی وَجْھِہٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ ۚ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

جب بشیر آیا۔ اُس نے کُرتہ یعقوب علیہ السلام کے چہرہ پر ڈال دیا۔ تو وہ پہلے جیسے سوجاکھے بن گئے۔ یعقوبؑ نے کہا کیا میں نے تم سے کہہ نہ دیا تھا۔ کہ مجھے اللہ کی جناب سے وہ علم ہے۔ جو تم کو نہیں۔

اَلْبَشِیْر۔ ابن جریرؒ نے چند روایات سے ثابت کیا ہے۔ کہ وہ یہودا ابن یعقوب تھا فرزندان یعقوب نے مسلسل و متواتر چند دفعہ یعقوب علیہ السلام کو یوسفؑ کی ہلاکت کا یقین دلانا چاہا۔ لیکن اُنھوں نے ہمیشہ اُن کی باتوں کو رد ہی کیا۔

اس فراق و جُدائی کو اُنھوں نے ابتلا و امتحان ہی سمجھا۔ اور دوران مدت ابتلاء میں نہ کبھی کسی مخلوق سے شکوہ کیا۔ نہ حرف شکایت کبھی زبان پر لائے اُنھوں نے ہمیشہ رضاء الٰہی کو اپنا مقصود و مراد بنایا۔ اور تفویض و توکل پر اعتماد

کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعتماد کو پورا کر دکھایا۔

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـٕيْنَ

سب نے مِلکر کہا اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی بخشش کا سوال (خدا سے) کیجیے ہم تو جان بوجھ کر خطا کرتے رہے +

[illegible]

فرزندانِ یعقوبؑ کا یہ اقبالِ جُرم اُس وقت کا ہے۔ جب اُن کے لئے انکار کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی۔ امراۃ العزیز کا دربار میں اقبال بھی اِسی قبیل سے تھا۔

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

یعقوبؑ نے کہا۔ میں اپنے پروردگار سے تمہاری بخشش کی درخواست کروں گا + میرا رب تو بہت معاف کرنیوالا اور کمال رحم والا ہے

[illegible]

سَوْفَ مضارع کو مستقبل بعید کے معنی میں خاص کر دیتا ہے۔

ابن جریر نے ابن عباسؓ سے ایک حدیث مرفوع روایت کی ہے۔ کہ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ سے یعقوب علیہ السلام کی مراد یہ تھی۔ کہ شب جمعہ کو دعا فرمائینگے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اس روایت کو ضعیف بتلایا ہے۔ اور یہ بھی لکھ دیا ہے۔ کہ اس کے مرفوع ہونے میں بھی کلام ہے۔

یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کا اور اُنہوں نے اُن کا انتظار کیا

لہذا یہ سمجھنا زیادہ مُناسب ہے۔ کہ یعقوب علیہ السلام نے اس دعا کو لقاء یوسف تک ملتوی کر دیا ہو۔

یوسف علیہ السلام نے بھی بھائیوں کی ایسی درخواست پر يَغْفِرُ اللّٰهُ بصیغہ مضارع فرمایا تھا۔ گویا یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کا اور یوسف علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کا انتظار کیا۔ بیشک یہ زیادہ مکمل صورت تھی۔ کہ معافی دونوں بزرگوں کی جانب سے بوقت واحد عمل میں آئی۔ ابن جریر نے ایک طویل روایت

بیان کی ہے۔ کہ یعقوب و یوسف علیہما السلام نے ۲۰ سال تک ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔ تب منظور ہوئی۔ یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔ اس میں یزید بن رقاشی اور صالح المری دونوں راوی سخت ضعیف ہیں۔ "یعقوب علیہ السلام تو اس واقعہ سے ۲۰ سال بعد تک زندہ بھی نہ رہے تھے۔

فصل اسرائیل و بنی اسرائیل کا مصر کو جانا۔ مصر کی اقامت

یوسف علیہ السلام اور اللہ کی نعمتوں کا اعتراف۔ مصر میں جانیوالوں کی تعداد کا نقشہ۔ مصر سے نکلتے وقت تعداد کی جدول۔

یوسف علیہ السلام کی ملاقات

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَؕ

جب یہ سب یوسف کے پاس پہنچے۔ تو اُس نے ماں باپ کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ اور کہا کہ چلو مصر میں داخل ہو۔ انشاء اللہ تم کو وہاں ہر طرح کا امن ملے گا۔

توراۃ میں اور تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام کی والدہ کا انتقال تو بن یامین کے نفاس ہی میں ہو چکا تھا۔ اُن کی خالہ جو زوج یعقوب تھیں یعنی لیاہ بیگم۔ وہ مصر میں گئی تھیں۔ پس لفظ اَبَوَیْهِ میں انہی سے مُراد ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ والدہ کے بعد سوتیلی ماں کا درجہ بھی مثل والدہ ہے۔

سوتیلی ماں کا درجہ

تعظیم والدین

وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًاۚ

یوسفؑ نے ماں باپ کو عرش کے اوپر بٹھایا۔ اور وہ سب اُس کے لئے سجدہ میں گر پڑے۔

وَقَالَ يَاَبَتِ هٰذَا تَاوِيْلُ
رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا
رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْ
اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ ؕ
وَجَاءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ
اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَ
بَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ
لِّمَا يَشَاءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ؕ

یوسف نے کہا پیارے باپ یہ ہے تاویل میری خواب کی۔ جو پہلے آیا تھا۔ میرے رب نے اُسے سچا کر دکھایا۔
اللہ نے میرے ساتھ احسان فرمایا۔ جب مجھے زندان سے نکالا۔
یہ بھی مجھ پر احسان فرمایا کہ تم کو بیابان سے یہاں لے آیا۔ اس کے پیچھے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں رنجش ڈال دی تھی۔
بیشک میرا رب اُن امور کا دانا ہے ۔ جو وہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ تو علیم و حکیم ہے۔

[illegible]

خدا کی شکر گزاری یوسف علیہ السلام کی زبان سے

خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۔ کی توجیہہ اکثر علمائے نے یہ کی ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام کے مل جانے کے شکریہ میں سب نے سجدہ کیا۔

کیا یوسف علیہ السلام صرف جہت سجدہ تھے

بعض نے یہ توجیہہ کی۔ کہ یوسف علیہ السلام صرف جہت سجدہ تھے۔ جیسا کہ کعبہ ہمارے لئے جہت سجدہ ہے۔ اور کعبہ کو سجدہ کرنا کسی کا مقصود نہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ان علماءِ کرام کے قلوب میں اسلامی تعلیم اس قدر محکم

اسلامی توحید کا اثر علما پر

جا گرفتہ ہے۔ کہ وہ مِلَل سابقہ کے افعال کی بھی توجیہہ کرنا چاہتے ہیں۔ خدا کرے۔ کہ سب ہی مسلمانوں کے دل میں سجدہ غیر اللہ کی حرمت ایسی ہی قائم و دائم رہے۔ اب اصلیت یہ ہے۔ کہ یعقوب علیہ السلام

شریعت موسوی اوّلین شریعت تھی

کے عہد تک کوئی شریعت نازل نہ ہوئی تھی جس میں تفصیلی احکام ہوں۔ اوّلین شریعت جو دنیا میں پائی جاتی ہے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت ہے۔ عہد موسیٰ سے پہلے کئی ایسی باتیں پائی جاتی ہیں۔ جن کا وجود نزول شریعت کے بعد اُٹھ گیا ہے۔

مثلاً نکاح واحد میں دو بہنوں کا وقت واحد میں پایا جانا توراۃ میں منع ہے۔ مگر یعقوب علیہ السلام کے گھر میں راخیل و لیاہ دونوں خواہران حقیقی موجود تھیں۔

عہد اسرائیل میں سجدہ شکرانہ باجازت ربانی جائز تھا

پس صحیح تفسیر خَرُّوا لَهُ سُجَّدًا کی یہی ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے عہد میں سجدہ شکرانہ جائز تھا۔ بشرطیکہ اُس کی اجازت مِنَ اللّٰہِ ہوگئی ہو۔ اس سجدہ کی اجازت یوسف علیہ السلام کے ابتدائی خواب ہی میں پائی جاتی تھی۔ اسرائیل و بنی اسرائیل نے جو کچھ کیا۔ وہ اِمْتِثَالًا لِاَمْرِ اللّٰہِ کیا تھا۔ اس میں رائے یا قیاس یا رسم کا دخل نہ تھا۔

اگر حکم الٰہی نہ ہوتا تو یوسف گوارا نہ کر سکتے

اگر حکم الٰہی موجود نہ ہوتا۔ تو یوسف علیہ السلام بھی خود گوارا نہ کر سکتے تھے۔ کہ باپ (جسے نبوۃ و علم میں بھی اُن پر تقدم تھا) بیٹے کو سجدہ کرے۔

غالباً حکمتِ الٰہیہ یہ تھی۔ کہ حاسد برادرانِ یوسف کو اُن کی ذلت و حقارت کا مجسمہ دکھلا دیا جائے۔ اور یہی فعل یوسف علیہ السلام کو اُن کے جور و ستم اُٹھانے کا بہترین انعام بن جائے۔

باقی رہے۔ ماں باپ۔ قدرۃً و فطرۃً اگر کوئی شخص کسی شخص کو اپنے سے

والدین کو ترقی ابنا کبھی شاق نہیں ہوتی

برتر و خوش تر حالت میں دیکھ کر شادمان ہو سکتا ہے۔ تو وہ والدین ہی ہیں۔ بیٹا اپنے والدین سے دولت و اقبال ظاہری اور عزت و افضال معنوی میں خواہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ بڑھ جائے۔ ماں باپ کو اُس کی ترقی و

افزونی پر ہرگز حسد نہ ہوگا۔ بلکہ اُن کی مسرت و شادمانی میں بھی اُسی قدر زیادہ ترقی ہوتی رہیگی۔ بعض لوگوں نے اس واقعہ سے یہ استنباط کرنا چاہا ہے۔ کہ مرید اپنے پیرو مرشد کو سجدہ کر سکتا ہے۔ مگر یہ غلطی ہے۔ اگر اُن کی دلیل ظاہر تسلیم ہے۔ تب تو یہ سمجھنا چاہیئے تھا۔ کہ پیرو مرشد اپنے مرید کو سجدہ کیا کرے۔ جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو کیا تھا۔ مگر خاص اذن الٰہی کی شرط کو ان لوگوں نے چھوڑ ہی دیا ہے۔ یاد رکھو۔ کہ اب مسلمانوں کو تو حکم یہ ہے۔ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ یعنی اللہ ہی کو سجدہ کرو۔ وَلَہٗ یَسْجُدُوْنَ اہل ایمان صرف اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام کے حسن ادب کو دیکھو۔ انہوں نے جیل سے نکلنے کو بھی احسان ربی بتلایا۔ اور کنبہ کا مصر میں آجانا بھی اللہ تعالےٰ کا اپنے حق میں احسان شمار کیا۔ اس طرز کلام سے تمام کنبہ کے دل سے یہ وہم خیال بھی دُور کرنا تھا۔ کہ کہیں اُن کا آنا یوسف کو ناگوار نہ گذرے۔

مِنَ الْبَدْوِ۔ بدو۔ صحرا۔ ان الفاظ پر غور کرو۔ صحرائی زندگی کو تمدنی زندگی سے کمتر بتلایا گیا ہے۔ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے۔ (مَنْ بَدَا جَفَا صحرا نشینی سے درشت خوئی پیدا ہوتی ہے) اس میں شک نہیں۔ کہ تحصیل علم و ادب اور آسائش و رفاہیت کے جو سامان شہری زندگی میں میسر ہوتے ہیں۔ وہ صحرائی اور دیہاتی زندگی میں کہاں۔ دہ مرد دِہ مرد را دہقان کند[1]

صحرائی و شہری زندگی

نَزَغَ۔ طعن کرنا۔ چونک لگانا۔ فساد ڈالنا۔ نزغ الشیطان وساوس۔ یوسف علیہ السلام کا خُلق عالی دیکھو۔ کہ گو اُنہوں نے بھائیوں کے خلاف کچھ بھی نہ کیا تھا۔ تاہم طرز کلام ایسا اختیار فرمایا۔ کہ آپ اپنے کو بھائیوں سے

[1] فارسی کا ایک مشہور شعر ہے۔ یوسف کہ بمصر پادشاہی میکرد + میگفت گدا بودن کنعان خوشتر + دیکھو کتنا غلط شعر ہے۔ قرآن کریم سے اس کا رد ہوتا ہے۔ ۱۲

متمیز نہیں کیا -

لطیف - جو اسماء حسنٰی میں سے اللہ تعالیٰ کا نام ہے - اُس کے معنی ہیں اُمور مخفی کا دانا - دل کی چھپی باتوں کو جاننے والا -

اسم پاک لطیف کا معنی

یہ اسم پاک اس امر کا اشارہ کر رہا ہے کہ یہ کون جان سکتا تھا - کہ یوسفؑ کا چاہ میں گرایا جانا مصر میں پہنچنے کا سبب ہوگا -

اور اُن کا جیل میں ڈالا جانا تخت امارت و حکومت پر تمکن کا ذریعہ ہوگا -

اور قحط عام کا پھیلنا اسرائیل و بنی اسرائیل کے مصر میں آباد ہونے کا باعث بنے گا -

حکمت ہائے ربانیہ

اللہ تعالےٰ جو لطیف بامور ہے - یہ سب کچھ جانتا تھا - اُسی نے ان جملہ اسباب کو پیدا کیا - اُسی نے عنا کو غنا سے اور محن کو منن سے تبدیل فرمایا -

الف - بندہ کو لازم ہے - کہ جب اُس پر کوئی مصیبت آئے - تو یوسف علیہ السلام کے مصائب کو معہ اُن کے نتائج کے یاد کرے -

ب - مومن کو واجب ہے - کہ یعقوب علیہ السلام کے صبر جمیل کو معہ اُس کے اجر جزیل کے یاد رکھے - تا کہ ایام مصیبت بھی بانتظار کشود کار باعث اطمینان و استقرار دل بن جائیں -

صبر جمیل کا اجر جزیل

ج - انسان کو شایان ہے - کہ جب آتش حسد کی جلن ستائے - تو وہ برادران یوسف کے انجام پر نظر ڈال لے -

د - مسلمان کو لابدی ہے - کہ جب اللہ تعالیٰ اُسے اپنے افضال لاتتناہی سے شادکام فرمائے - تو حاسدوں - اور دشمنوں - بدخواہوں - اور بد اندیشوں کے ساتھ عفو عام اور درگذر تام کا سلوک فرمائے -

اقبال اور عفو

مدتِ فراق یعقوب علیہ السلام اس جگہ یہ حساب بتانا ضروری ہے۔ کہ حضرت یعقوب و یوسف علیہما السلام کی مدتِ فراق کیا تھی۔

بائیبل سے ثابت ہے۔ کہ چاہ میں گرائے جانے کے وقت عمر یوسف علیہ السلام ۱۷ سال تھی۔ اور عمر بوقت وزارت ۳۰ سال۔ بھائیوں نے یوسف کو قحط کے دوسرے سال میں شناخت کر لیا۔ اسے ہم وزارت کا دسواں سال کہہ سکتے ہیں۔ پس مدتِ فراق ۲۳ سال تھی۔ اور ملاقات پدر کے وقت صدیق علیہ السلام بعمر چہل سال تھی۔ ابن جریر نے متعدد روایات میں مدت فراق ۱۸۔ و ۴۰۔ و ۸۰ سال بیان کی ہے مگر ۲۳ سال انشاء اللہ زیادہ صحیح ہے۔ البتہ ۴۰ و ۸۰ سال کی اعداد اس طرح صحیح رہ سکتی ہیں۔ کہ مدتِ وزارت اسی سال تھی۔ اور عمر بوقت ملاقات ۴۰ سال۔

اب جاءَ بِکُمْ کی تفسیر میں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ذیل میں ایک نقشہ درج کیا جائے۔ تاکہ مصر میں جا بسنے والوں کے نام ناظرین کو معلوم ہو جاویں۔

اوّل یعقوب علیہ السلام۔ جن کی عمر اس وقت (بقول بائیبل) ۱۳۰ سال تھی۔
دوم۔ لیاہ خاتون۔ زوج یعقوب علیہ السلام۔

جدول اسماء بنی اسرائیل جو کنعان سے مصر میں جا آباد ہوئے

خاندان یعقوب علیہ السلام [illegible] مصر میں

کیفیت	نام نبیرگان یعقوبؑ	نام فرزندان یعقوبؑ	بی بی کا نام
	ہنوک۔ پھلو۔ بھرن۔ کرمی	روبن	لیاہ خاتون
	یموائل۔ یمین۔ اہد۔ یکین۔ ساؤل	سمعون	
موسیٰ علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے موسیٰ بن عمران بن قہات بن لاوی	جیرسون۔ قہات۔ مراری	لاوی	

بیوی کا نام	نام فرزندان یعقوبؑ	نام نبیرگان یعقوبؑ	کیفیت
لیاہ خاتون	یہوداہ	سیلہ - پہارس - زارہ فرزندان پہارس حصرون - حمول	دو بیٹے یہوداہ کے اور تھے عیر و اونان۔ وہ مصر جانے سے پیشتر مر گئے تھے۔ حضرت داؤد و سلیمان و زکریا و یحییٰ و مسیح علیہم السلام یہوداہ کی اولاد میں سے ہیں
	اشکار	تولہ - فوہ - یوب - سمرون	
	زبلون	سرد - ایلون - یحلیل	
میزان اولاد لیاہ	فرزند - دختر - کل ٦ ١ ٧	نبیرگان - بنت اشکار - کل ٢٤ ١ ٢٥	کل ٣٢ بائیبل نے میزان ٣٣ دی۔ اس میں ایک غلطی یہ ہے کہ دینہ دختر یعقوبؑ کو شمار نہ کیا۔ دوسری غلطی یہ۔ کہ عیر و اونان کو بھی شمار کر لیا جو مصر جانے سے پہلے مر گئے تھے۔
زلفہ لونڈی کی اولاد	جد	سفیان - حجی - سونی - اسبان - عیری - ارودی - اریلی	٨
	آشر	یمنہ - اسواہ - اسوی بریعاہ بنی بریعاہ حبر - ملکیئیل دختر سرہ	فرزند - دختر - کل ٧ ١ ٨
میزان اولاد زلفہ	٢	پوتے - پوتی ١٤ ١	١٦

بیوی کا نام	فرزندان یعقوبؑ	نبیرگان یعقوب علیہ السلام	کیفیت
بلہہ لونڈی کی اولاد	دان	حشیم	۲
	نفتالی	یحصی ایل۔ جونی یصر سلیم	۵
میزان	۲	۵	۷
رخل خاتون کی اولاد	بنیامین	بلع۔ بکر۔ اشبیل۔ جیرا نعمان۔ اخی۔ روس مپم حصیم۔ ارد	۱۱
	یوسف علیہ السلام	منسی۔ افرائیم	فرزندان یوسف علیہ السلام مصر ہی میں پیدا ہوئے تھے
میزان	۲	۱۲	۱۴
میزان کل	فرزندان ۱۲ - دختر ۱	نبیرگان ۵۴ پوتیاں ۲	۶۹

تفصیل بالا کے بموجب میزان ۶۹ آتی ہے۔ بائیبل میں ۷۰ ہے۔ جو حضرت یعقوب علیہ السلام کو شامل کر کے صحیح ہے۔ مگر اعمال (تتمہ انجیل) باب ۷ ورس ۱۴ کو پڑھو۔ اس کے الفاظ یہ ہیں "تب یوسفؑ نے اپنے باپ یعقوبؑ کو اور اپنے سب کنبے کو جو پچھتر شخص تھے۔ بلوا بھیجا"۔ اب تو یعقوبؑ اور یوسفؑ اور ان کے دو بیٹوں کے ساتھ کل تعداد ۷۹ ہو جاتی ہے۔ پادری صاحبان فیصلے کر سکتے ہیں۔ کہ عہدنامہ قدیم کی تعداد صحیح ہے۔ یا عہدنامہ جدید کی۔ یا دونوں صحیح ہیں۔ یا دونوں غلط ہیں۔ یوسف علیہ السلام اور ان کے دونوں فرزندان کو

نکال کر (جو پہلے سے مصر میں موجود تھے) وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ کے تحت میں مصر جانے والوں کی تعداد نو (۶۶) صحیح ہے۔

یہ قابلِ غور ہے۔ کہ بائیبل نے اِس تمام قافلہ کے رجال کی عورتوں کو شمار میں شامل نہیں کیا۔ عورتوں کا عدم و وجود گویا برابر تھا۔ اب ہم چاہتے ہیں۔ کہ وہ تعداد بھی درج کردیں۔ جو خروج مصر کے وقت بنی اسرائیل کی تھی۔ مندرجہ ذیل تعداد میں حسب بیان بائیبل صرف وہ مرد شامل ہیں جن کی عمر شمار کے وقت زائد از بست سال تھی[1]

حاشیہ بائبل کی بیان کردہ مدتِ قیام بنی اسرائیل بلادِ مصر کی غلط

[1] بائیبل میں مُدّتِ قیام بنی اسرائیل (۴۳۰) سال درج کی گئی ہے۔ حالانکہ بروئے حساب اُن کی مُدّتِ قیام ۲۱۵ سال سے زائد نہیں ہوسکتی۔ موجودہ بائیبل میں اس قسم کی غلطیاں بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً ۶۰۳۵۵۰ کی جو تعداد ۱۱ بیٹوں کی اولاد کی درج کی گئی ہے یہ بھی محالات سے ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے۔ موسیٰ بن عمران بن قاہث بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔ یعنی موسیٰ و یعقوب علیہما السلام کے درمیان ۴ پشتیں ہیں۔ یہی حال دیگر اسباط کا ہے۔

نسل اوّل۔ جو فرزندان یعقوب علیہ السلام کی ہے۔ ۱۲ کی تعداد میں ہے۔

نسل دوم۔ کی تعداد بھی ۵۴ ذکور اور ۲ اناث کے نام بنام موجود ہے۔

نسل سوم۔ میں ان ۵۴ میں سے اگر ہر ایک کی اولاد ذکور فی کس ۵۴ فرزند بھی سمجھ لی جاوے تب بھی ان کی تعداد ۲۳۷۶ ہوگی۔ اب ان ۲۳۷۶ کے بھی فی کس ۵۴ فرزند قرار دیے جائیں۔ تب بھی تعداد ۱۲۸۳۰۴ ہوگی۔ یہ کل تعداد ہوگی۔ نہ کہ وہ تعداد جس میں سے ۲۰ سال سے کم مرد اور سب دختران نکال دیے گئے ہوں۔

اس تمام بحث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ موجودہ بائیبل کے اندراجات بہت کچھ صحت طلب ہیں۔ فقط۔

یہ تمام مردم شماری خروج کے بعد دوسرے سال کے دوسرے مہینے کی پہلی تاریخ کو کی گئی تھی ۔

(۱)	اولاد روبن	۴۶۵۰۰	
"	شمعون	۵۹۳۰۰	
"	لاوی	——	
"	یہوداہ	۷۴۶۰۰	
"	اشکار	۵۴۴۰۰	
"	زبلون	۵۷۴۰۰	میزان اولاد لیاہ خاتون ۲۹۲۲۰۰
"	جد	۴۵۶۵۰	
"	آشر	۴۱۵۰۰	میزان اولاد زلفہ ۸۷۱۵۰
"	دان	۶۲۷۰۰	
"	نفتالی	۵۳۴۰۰	میزان اولاد بلہہ ۱۱۶۱۰۰
"	بنیامین	۳۵۴۰۰	
"	اولاد یوسف	۷۲۷۰۰	میزان اولاد راخیل خاتون ۱۰۸۱۰۰
	میزان	۶۰۳۵۵۰	۶۰۳۵۵۰

تعداد بالا میں بنو لاوی کا شمار نہیں کیا گیا ۔ یہی حکم تھا ۔ کہ بنو لاوی کا شمار نہ کیا جائے ۔ کیونکہ وہ جنگ سے بھی مستثنے تھے ۔ کتاب الاعداد باب اوّل ۔ اگر ان گیارہ پسر کی اولاد سے ایک اوسط نکال کر بنی لاوی کا اندازہ کیا جاوے ۔ تب باور کرنے کی وجہ ہے ۔ کہ بنو لاوی کی تعداد پچپن ہزار ہو گی ۔ اس لیے کل تعداد ۶۵۸۵۵۰ ہوئی ؛

اسباط دوازدہ کو یعقوب و موسیٰ علیہما السلام کی برکات

ناظرین کے معلومات کو مکمل کرنے کی غرض سے میں چاہتا ہوں۔ کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت جن الفاظ سے اپنے بارہ بیٹوں کو برکت دی۔

اور پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے انتقال کے وقت ان بارہ اسباط کو جن الفاظ سے برکت دی۔ اُس کا اندراج بھی کیا جاوے۔

اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی دکھلایا جاوے۔ کہ ارادۂ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے۔ آج ان بارہ [۱۲] اسباط کا وجود دنیا میں غیر موجود ہے۔ جن محققین نے اسرائیلی نسلوں کی تلاش میں بہت کچھ تحقیقیں کی ہیں۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ آج صرف ڈھائی نسلیں دنیا پر پائی جاتی ہیں۔

اسماء عبرانی کے معانی

تکمیل فائدہ کی غرض سے فرزندان اسرائیل کے ناموں کے (جو عبرانی زبان کے ہیں) معانی بھی ہم تحریر کر دیتے ہیں۔ اسماء کا اندراج ترتیب پیدائش پر ہے۔

(۱) روبن . . . . . دیکھ ایک بیٹا —
(۲) سمعون . . . . . سمیع —
(۳) لاوی . . . . . جوڑا۔ یا جُفت —
(۴) یہوداہ . . . . . آفرین —
(۵) دان . . . . . منصف —
(۶) نفتالی . . . . . کُشتی گیر —
(۷) جد . . . . . لشکر —
(۸) آشر . . . . . نصیب —
(۹) اشکار . . . . . اجر یا حق المحنت —

(۱۰) زبلون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رفیق ۔

(۱۱) دینہ مسماۃ ۔ ۔ ۔ ۔ منصفہ

(۱۲) یوسف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مزید ۔ یا سوایا ۔

(۱۳) بن یامین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دہنے ہاتھ کا فرزند ۔

حضرت یعقوب و حضرت موسیٰ علیہما السلام کے ارشادات کا نقشہ

متعلق برکات اسباط دوازدہ عشرہ

نام سبط	ارشادات یعقوب علیہ السلام	ارشادات موسیٰ علیہ السلام
روبن	اے روبن تو میرا اپلوٹھا ہے ۔ میری قوت اور میری شہ زوری کا پہلا ۔ اور قدر میں بڑا ۔ اور عزت میں افضل ہے ۔ لیکن تو پانیوں کا سا جوش کھا کے بڑا نہ ٹھہرے گا ۔ کیونکہ تو اپنے باپ کے بستر پر چڑھا ۔ تب تو نے اُسے نجس کیا ۔ وہ بستر پر چڑھ گیا ۔	اے کاش کہ روبن جیوے اور نہ مرے ۔ اور اُس کے لوگ تھوڑے نہ ہوں ۔
سمعون و لاوی	سمعون اور لاوی تو سگے بھائی ہیں ۔ اور اُن کی مکاریاں ظلم کے ہتھیار ۔ اے میری جان ۔ ان کی مجلس میں شامل نہ ہو ۔ کیونکہ اُنہوں نے اپنے غضب میں	لاوی کے حق میں تیرا تمیم اور تیرا اُوریم اُس مقدس آدمی کی امانت میں رہے ۔ جسے تو نے مسہ میں امتحان کیا ۔ اور جس کے ساتھ تو مریبہ کے

مردوں کو قتل کیا۔ اور اپنی خود رائی سے
بیلوں کی کونچیں ماریں۔
لعنت اُن کے غضب پر کہ تُند تھا۔ اور
اُن کے قہر پر کہ سخت تھا۔
میں اُنہیں یعقوب میں چھتراؤں گا۔
اور اُنہیں اسرائیل میں بتھراؤں گا۔

چشموں پر جھگڑا کیا۔ جس نے اپنے
باپ اور اپنی ماں سے کہا۔ کہ میں
نے اُس پر نگاہ نہیں کی۔ اُس
نے اپنے بھائیوں کو بھی نہ مانا اور
اپنے بیٹوں کو بھی نہ پہچانا۔ اسلیئے
کہ اُنہوں نے تیری باتوں پر
دھیان رکھا۔ اور تیرے عہد کی محافظت
کی۔ وے تیرے عدالت کے فیصلے یعقوب
کو سکھاویں۔ اور تیری شریعت اسرائیل
کو۔ وے تیرے آگے بخور رکھینگے۔ اور کل
سوختنی قربانیوں کو تیرے مذبح پر
چڑھائینگے۔ اے خدا۔ اُس کے اسباب میں
برکت دے اور اُس کے ہاتھوں کے کاموں کو قبول کر
اور اُن کی کمروں کو جو اُس کا سامنا کریں
اور اُن کی جو اُس کا کینہ رکھیں۔ چھید کے
توڑ ڈال۔ تاکہ وے پھر نہ اٹھ سکیں۔

یہوداہ

اے یہوداہ۔ تیرے بھائی تیری مدح کریں گے
تیرا ہاتھ تیرے بیریوں کی گردن میں ہوگا۔
تیرے باپ کی اولاد تیرے حضور میں جھکیگی۔
یہوداہ شیر ببر کا بچہ ہے۔ اے میرے بیٹے
تو شکار پر سے اُٹھ چلا ہے۔ وہ شیر ببر

اے خدا۔ یہوداہ کی آواز سن۔
اور اُسے اُس کے لوگوں کے درمیان
پھرلا۔ اُس کے ہاتھ اُس کے
لیئے کافی ہوویں۔ اور تو اُس کے
دشمنوں کے مقابل اُس کا مددگار ہو

نام سبط	ارشادات یعقوب علیہ السلام	ارشادات موسیٰ علیہ السلام
	بلکہ پُرانے شیر ببر کی طرح جھکتا اور بیٹھتا ہے کون اُس کو چھیڑے گا۔ یہوداہ سے ریاست کا عصا جدا نہ ہوگا اور نہ حاکم اُس کے پاؤں سے جب تک کہ سیلا نہ آوے۔ اور قومیں اُس کے پاس اکٹھی ہونگی۔ وہ اپنا گدھا انگور کے درخت سے ہاں گدھی کا بچہ خاصہ انگور کے درخت سے باندھیگا۔ وہ اپنا لباس مے میں اور اپنی پوشاک آب انگور میں دھووے گا۔ اُس کی آنکھیں مَے سی لال ہوں گی۔ اور اُس کے دانت دودھ سے سفید ہونگے۔	
زبلون	مسکن زبلون کا سمندر کا کنارہ اور جہازوں کا بندر ہوگا۔ اور اُس کی سرحد صیدا تک پہنچے گی۔	اے زبلون تو باہر جانے میں شاد ہو۔
اشکار	اشکار مضبوط گدھا ہے۔ جو دو بھیڑ سالوں کے درمیان بیٹھتا ہے۔ اور جب دیکھے کہ آرام گاہ خوب اور زمین دل پسند ہے۔ تو اپنا کاندھا بوجھ اُٹھانے کو جھکائے گا۔ اور خراج گذار بنے گا۔	اشکار۔ تو اپنے خیموں میں شاد ہو۔ وے لوگوں کو پہاڑ پر بلائینگے۔ اور وہاں صداقت کی قربانیاں گذرانینگے کیونکہ وے سمندروں کی فراوانی کو اور خزانوں کو جو ریتی میں چھپے ہیں۔ چوس لیں گے۔

نام سبط	ارشادات یعقوب علیہ السلام	ارشادات موسیٰ علیہ السلام
دان	دان۔ اسرائیل کے فرقوں میں سے ایک کی مانند اپنے لوگوں کا نیاؤ کریگا۔ دان راہ کا سانپ ہے۔ اور رہ گزر کا افعی۔ جو گھوڑے کی تلیوں کو ایسا ڈسیگا۔ کہ اُس کا سوار پچھاڑی گر پڑیگا۔ اے خدا میں تیری نجات کی راہ دیکھتا ہوں۔	دان۔ ایک شیر بچہ ہے۔ جو بسن سے اُچھلے گا۔
جد	ایک فوج سے مغلوب ہوگا۔ پر وہ آخر کو غالب ہوگا۔	مبارک ہے۔ وہ جد کی ترقی کرے وہ شیر کی مانند پڑا رہتا ہے۔ جو سر کی چاندی کو بازو سمیت پھاڑتا ہے۔ اُس نے اوّل بخرا اپنے لئے تجویز کیا کہ وہ وہاں شرع دینے کے حصہ میں سلامت رہا۔ اور وہ اُمت کے رئیسوں کے ساتھ آیا۔ وہ خدا کے عدل کو اور اُس کی عدالت کو اسرائیل کے ساتھ عمل میں لایا۔
آشر	آشر سے اُس کی روغنی روٹی آوے گی۔ وہ بادشاہی خوش خوراکیں دے گا۔	آشر۔ اولاد کی برکت پاوے۔ وہ اپنے بھائیوں کا مقبول ہو۔ اور اپنا پاؤں تیل میں ڈبووے۔ تیرے جوتے پیتل کے ہوں۔ اور جیسے تیرے دن ہوں۔ ویسی تیری قوت ہووے۔

نام سبط	ارشادات یعقوب علیہ السلام	ارشادات موسیٰ علیہ السلام
یوسف	یوسف ایک پھلدار پودا ہے۔ وہ پھلدار پودا جو چشمہ پر لگا ہو۔ جس کی شاخیں دیوار پر چڑھ جاتی ہیں۔ تیرانداز اُس کو چھیڑتے اور مارتے۔ اور ستاتے تھے۔ لیکن اُس کی کمان زور میں پائدار ہے۔ اور اُس کے ہاتھوں کے بازوؤں نے یعقوبؑ کے خدائے قادر کے ہاتھوں سے قوت پائی۔ وہ اسرائیل کی چوپان اور چٹان ہے۔ تیرے باپ کے خدا سے جس نے تیری مدد کی۔ اور اُس قادر مطلق سے جس نے اوپر سے آسمان کی برکتیں اور نیچے سے گہراؤ کی برکتیں۔ اور چھاتیوں اور رحموں کی برکتیں تجھ کو دے کے متبرک کیا۔ جو برکتیں تیرا باپ تیرے لئے چاہتا ہے۔ سو پرانے پہاڑوں کی برکتوں سے اور قدیم کوہوں کی نفیس چیزوں سے بڑھ جاتی ہیں۔ وے یوسف کے سر۔ بلکہ سر کی چاندی پر جو اپنے بھائیوں سے جُدا ہُوا۔	اس کی سرزمین خدا کے حضور متبرک ہووے۔ آسمان کے تحفہ جات سے اور شبنم سے اور گہراؤ سے جو نیچے پڑا ہے۔ اور آفتاب کے تحفہ حاصلوں سے اور ماہتاب کی تحفہ اُگی ہوئی چیزوں سے اور قدیم پہاڑوں کی قیمتی چیزوں سے اور ابدی ٹیلوں کے تحفہ جات سے مجملاً۔ زمین اور اُس کی معموری کی قیمتی چیزوں سے اور اُس کی خیرخواہی کے سبب جو بوٹے میں رہتا ہے۔ اے کاش کہ وہ برکت یوسف کے سر پہ اور اُس کی چاندی پر جو اپنے بھائیوں سے چلا گیا تھا۔ نازل ہو۔ اُس کی شانداری ایسی جیسے اُس کی بیل کے پلوٹھے کی۔ اور اُس کے دو سینگ گینڈے کے سے سینگ۔ اُنہیں سے وہ قوموں کو ایک ساتھ زمین کی انتہا تک رہیگا۔

نام سبط	ارشادات یعقوب علیہ السلام	ارشادات موسیٰ علیہ السلام
	آویں۔	وے افراہیم کے دس ہزاروں ہیں۔ اور وے منسی کے ہزاروں ۔
بن یامین	بن یامین پھاڑنے والا بھیڑیا ہے۔ صبح کو شکار کھائے گا۔ اور شام کو غنیمت بانٹے گا۔	خدا کا پیارا۔ سلامتی سے اُس کے پاس رہیگا۔ اور خدا سارے دن اُس پر سایہ کریگا۔ اور اُس کے دونوں شانوں کے بیچ حکومت کریگا۔
نفتالی		اے نفتالی۔ تو فضل سے بھرپور اور خدا کی برکتوں سے معمور ہو۔ تو پچھم اور دکھن کا مالک ہو۔

فصل۔ یوسف صدیق کی دعا نعم الٰہیہ کا شکر۔ آخرۃ کی فکر

اسلام پر مرنے کی فضیلت

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۝

اے رب تو نے مجھے ملک دیا۔ اور تو نے مجھے تاویل الاحادیث کا علم سکھلایا تو آسمان اور زمین کو وجود میں لانیوالا ہے۔ تو دنیا و آخرت میں میرا کارساز ہے۔ اسلام پر میرا خاتمہ کیجیئو۔ اور مجھے صالحین کے ساتھ شامل کر دیجیئو+

"دعائے صدیق علی الصلوٰۃ والسلام"

فاطر - اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ ابتدائی حالت سے بنانے والا۔ یہ معنی اللہ تعالیٰ نے خود بتلائے ہیں۔ قُلِ الَّذِیْ فَطَرَکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ (بنی اسرائیل رکوع ۹) دوسری آیت ہے۔ اور وہ بھی یہی لغوی معنی بتلاتی ہے فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا (یہ وہ فطرت الٰہی ہے جس پر اللہ نے انسانوں کو پہلے سے پیدا کیا)۔

وَلِیّ - قرآن مجید کی چند آیات میں اس اسم ولی کا استعمال ذات پاک رب العالمین پر فرمایا گیا ہے۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (بقرہ ع ۲۶) وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ (آل عمران ع ۷) وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ (جاثیہ ع ۲)، فَاللّٰہُ ھُوَ الْوَلِیُّ (شوریٰ)، وَھُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ (شوریٰ ع ۳)، وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَلِیًّا (نساء ع ۷)۔

تَوَفّٰی - توفی کا مادہ وفی ہے جس کے معنی پورا کرنا۔ پورا ہوتا ہے۔

مُسْلِمًا - عموماً مومن اور مسلم کے الفاظ پر بحث کی جایا کرتی ہے۔ لفظ مسلم کا استعمال مندرجہ ذیل آیات سے واضح ہوگا۔

(۱) مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰھِیْمَ ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ (حج ع ۱۰) تمہارے باپ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے۔

(۲) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ (بقرہ ع ۱۵) ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی دعا تھی۔ کہ اے خدا ہم دونوں کو مسلمان رکھیو۔

(۳) وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ۔ خلیل الرحمٰن و ذبیح اللہ علیہما السلام کی دعا ہے کہ ہماری اولاد بھی مسلمان ہو۔

(۴) وَوَصّٰی بِھَآ اِبْرٰھِیْمُ بَنِیْہِ وَیَعْقُوْبُ ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے بھی وصیت کی تھی۔ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ کہ اے میرے بچو!

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ (بقرع ۱۶) خدا نے تمہارے دین کو برگزیدہ کیا ہے۔ اس لئے تم مرو تو مسلم رہ کر ہی مرنا۔

(۵) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ (آل عمران ع ۱۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے ایمان والو۔ اللہ کا تقویٰ کرو۔ جیسا کہ تقویٰ کرنے کا حق ہے اور تم مرو تو مسلم رہ کر مرو۔

(۶) قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (انعام ع ۲۰) اے رسول لوگوں سے کہدیجئے۔ کہ میری نماز میری قربانی۔ میرا جینا۔ میرا مرنا۔ اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو سب مخلوق کا پالنے والا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ کہدے۔ کہ مجھے یہی حکم ملا ہے۔ اور میں سب سے پہلا مسلم ہوں۔

اِن حوالجات سے ثابت ہوگا۔ کہ اہل اسلام نے جو باہمی مخاطبات وغیرہ میں خود کو مسلم اور مسلمان کہنا۔ کہلانا پسند کیا ہے۔ یہ امر مستند احکام الٰہی پر مبنی ہے۔

بِالصّٰلِحِیْن۔ قرآن مجید میں صالحین کا اطلاق انبیاء علیہم السلام کے لئے آیا ہے

قرآن مجید میں لفظ صالحین کا اطلاق انبیاء پر ہوا ہے

سورہ انعام کا رکوع ۱۰ دیکھو۔ کہ حضرت ابراہیم۔ واسحٰق۔ ویعقوب ونوح۔ وداؤد۔ وسلیمان۔ وایوب۔ ویوسف۔ وموسیٰ وہارون۔ وزکریا ویحیٰی۔ والیاس علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام لے کر اللہ تعالےٰ نے وَکُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ فرمایا ہے۔

لحاق بالصالحین میں بہشت بھی مقصود ہے

پس یوسف علیہ السلام کی دعا اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ کا مدعا یہ ہے کہ اپنے آباء کرام یعقوب واسحٰق وابراہیم علیہم السلام اور اُن سے اوپر کے انبیاء عظام کے ساتھ جا ملیں۔ یہ یاد رکھو۔ کہ جس طرح پناہ از دوزخ۔ اور داخلہ جنّت کی دعا کرنا مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح مسلمان کے لئے زمرہ صالحین میں شامل ہونے کی

آرزو کو بھی ایک مستقل آرزو بنانا۔ اور اس امر عظیم کے لئے مستقل اور علیحدہ دعا کرنا بہت زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ یہ نعمت بجائے خود ایک ازکی و اوفی۔ اتمی و اعلیٰ نعمت ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے۔ مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ؕ ترجمہ یہ ہے۔ کہ جو کوئی شخص اللہ کی اور محمد رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ تو وہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی اُن کو انبیاء اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کی معیت ملیگی۔ اور اُن کی رفاقت کیا ہی اچھی ہے۔ یہ ایک فضل ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور کافی ہے خدا جاننے والا۔

دعاء یوسف علیہ السلام کے مضامین پر غور

یوسف علیہ السلام کے دعا کے مضمون پر مکرر غور کامل کرنا چاہیئے۔

پہلے اللہ تعالیٰ کے احسانات مادی و روحانی کا اعتراف کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔

پھر اللہ تعالیٰ کی ولایت فی الدارین کا اظہار کیا۔

ان سب کے بعد اپنے مدعا و آرزو کا ذکر فرمایا۔

حکومت بُری چیز نہیں

جو لوگ دنیوی حکومت کو ہیچ پوچ سمجھا کرتے ہیں۔ وہ غور کریں۔ کہ یوسف صدیق رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ فرما کر حکومت کا ذکر بطور نعمت آلہی فرما رہے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ حکومت تو بُری چیز نہیں۔ ہاں بُرے شخصوں کے پاس جا کر یہ بھی بُری بن جاتی ہے۔ حضرت داؤد و سلیمان۔ موسیٰ کلیم اللہ۔ و یوشع نبی اللہ۔ و سیدنا محمد رسول اللہ صلواۃ اللہ علیہم اجمعین ایسے انبیاء ہیں۔ جو صاحب امر حکومت بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خلافتِ نبوۃ کو بھی جس میں مصالح دینی اور امور

انبیاء علیہم السلام و صاحبان حکومت

حکومت کا اجتماع ہوتا ہے۔ ایمان اور عمل صالح ہی کا نتیجہ قرار دیا ہے۔

حکومت اور خدمتِ دین

اس لئے مسلمان کی شان یہ ہے۔ کہ اپنے آپ کو حکومت کا اہل بنائے۔ اور حکومت کو نعمت الٰہی سمجھے۔ اور حکومت کو خادم دین بنا کر تائید توحید اور رد شرک اور تمکین دین کے کام اُس سے لیا کرے۔ کیونکہ انسان بحالتِ حکومت ہی عدل و رحم کے مظاہر دکھلا سکتا ہے۔ اور یہی دو اوصاف ہیں۔ جن سے دینِ

حکومت اور اخلاق فاضلہ

حقہ کی صداقت و نورانیت کا جلوہ ایک منکر بھی دیکھ سکتا ہے

علم کا درجہ حکومت سے بڑا ہے

اب یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ حکومت سے بڑھ کر علم صحیح کا درجہ ہے۔ اس دعا میں اُسے تاویل الاحادیث کہہ کر تعبیر کیا گیا ہے۔ بیشک یہ دونوں چیزیں یعنی علم اور حکومت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کا جمال و کمال اُس وقت جلوہ گر ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص ان ہر دو کا جامع

”حکومت بلا علم“
”علم بلا حکومت“

ہوتا ہے۔ کیونکہ حکومت بلا علم سراسر حماقت ہے۔ اور علم بلا حکومت بالکل بے زیب و زینت ہے۔ انسانی زندگی کا کمال ان دونوں کے حصول اور جامعیت پر ہے

آخرۃ اور اُس کی تکمیل

اب رہا امر آخرۃ۔ اُس کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ کوئی شخص اپنے تمام کاروبار دنیوی و دینی کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے وابستہ نہیں کر دیتا جو لوگ اللہ پاک کی آستان کو چھوڑ کر اَور اَور کو اپنا کارساز جانتے ہیں۔ جو لوگ دوسروں کو اپنا ولی و نصیر سمجھتے ہیں۔ وہ خسرانِ دارین کے مستوجب ٹھہرتے ہیں۔

مسلم ہو کر مرنے کی آرزو کس شخص کو زیب دیتی ہے

جس شخص نے اپنی زندگی کو مندرجہ بالا اعتقادِ درست۔ اور عمل صالح اور نیّتِ خالص کے ساتھ پورا کیا ہو۔ اُسی کو زیب دیتا ہے۔ کہ اسلام پر جان دینے اور مسلم ہو کر مرنے کا خواستگار ہو۔ اور اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ بندوں کے پاک دربار میں شامل ہونے کی آرزو کیا کرے۔ اے مالک۔ اے رب۔ اے کارساز۔ اے ولی۔ اے والی۔ اے وکیل۔ اے نصیر۔ ہم

دعا بحق اہل اسلام

سب تجھ سے یہی دعا کرتے ہیں۔ کہ اپنے بندۂ صدیق کی اس دعا کو ہماری دعا بنا دے۔ اور ہمارے لئے اس کی منظوری عطا فرمائے۔

دعا پر نظر مکرر

سیّدنا یوسف علیہ السلام کی دعا پر ایک بار پھر نظر ڈالو۔ کہ اللہ تعالےٰ کے ہر ایک نبی و رسول نے اپنی اپنی ضروریات و حاجات دنیوی و اُخروی کی دعا اللہ تعالےٰ ہی سے مانگی ہے۔ جب کسی انسان کے دل میں دعا مانگنے کی نیت پیدا ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ شاہراہ کامیابی نظر آ گیا۔ اور جب بندہ مصروفِ دعا

قصد دعا شاہراہ کامیابی ہے

بھی ہو گیا۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ طلسم کامیابی کی لوح پر اُس کا قبضہ ہو گیا۔

مصروفیت دعا اولین علامت اجابت ہے

بندہ کا مصروفِ دعا ہونا ہی اولین علامتِ اجابت ہے۔ پھر دعا میں جس قدر زیادہ انہماک بڑھتا جاتا ہے۔ اُسی قدر زیادہ بندہ قربِ الٰہی میں ترقی کرتا جاتا ہے۔

جو کہتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی اُنہوں نے دعا مانگی ہی نہیں

بے سمجھ لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ اُنہوں نے دعا مانگی۔ مگر قبول نہ ہوئی۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اُنہوں نے دعا مانگی ہی نہیں اگر کسی ایماندار کو دعا مانگنا آ گیا ہے۔ تو پھر اُس کی زبان سے یہ ہرگز نہیں نکلیگا کہ دعا منظور نہ ہوئی۔ ذرا رب العالمین ارحم الراحمین کے ارشاد اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ پر غور تو کرو۔ کہ ہماری استدعاؤں کے وقوع و ظہور سے بھی پیشتر پروردگار عالم کی طرف سے فرمانِ قبولیت نافذ ہو چکا ہے۔

مبارک ہیں جن کو دعا مانگنا آگیا ہے

مبارک ہیں وہ لوگ۔ جن کو دعا مانگنا آگیا ہے۔ کہ اُن کے دل کا تعلق ہر وقت اپنے مالک و کارساز۔ مولیٰ و بندہ نواز سے لگا رہتا ہے۔ اُسے ہر وقت اپنی بے چارگی و درماندگی پیش نظر رہتی ہے۔ اُسے ہر وقت مالک کے افضال و الطاف پر اعتماد رہتا ہے۔

بندہ کا اعتماد مالک پر بندہ کا یہ اعتماد ہی اعلیٰ کامیابی ہے۔ کہ وہ ایک مالک رکھتا ہے۔ جو وسیع قدرتوں اور لامحدود طاقتوں کے ساتھ بے انتہا رافت و محبّت والا بھی ہے۔ جس کا پیار بندوں سے اُس محبّت و تعلق سے بہت بڑھا ہؤا ہے۔ جو والدین کو اپنے بیکس بچّہ سے ہوتا ہے۔ وہ جس کی محبّت کا ظہور اُس کے اسماءِ حُسنیٰ رحمٰن الرحیم علیم الحکیم۔ غفور الودود۔ رؤف الکریم۔ ولی الحمید۔ سے بخوبی ہوتا ہے۔

حمد الٰہی جس کی رحمت کا نور اُس کے اسماء پاک خالق الباری۔ فاطر المصور حنان المنان اور حی القیوم سے روشن ہے۔ وہ جس کی ہیبت آمیز رافت ذوالجلال والاکرام سے نمایاں ہے۔ وہ جس کی شفقت آمیز عطا اُس کے بزرگ ناموں رب الکریم۔ مالک الملک۔ وہاب البر۔ قیوم السلام۔ حفیظ النافع۔ لطیف الرزاق۔ غفور الشکور۔ فتاح المجیب۔ سمیع الرافع۔ سلام المومن۔ ہادی الباقی۔ علی المغنی۔ قوی المحصی سے بخوبی واضح ہے۔

وہ۔ جس کی بے نیازی و استغنا۔ غنی المغنی۔ احد الصمد۔ ظاہر القادر۔ عزیز المقتدر۔ خافض القابض۔ خالق الجلیل۔ الحق العظیم سے آشکار ہے۔

ایسے مالک ایسے آقا ایسے ولی۔ ایسے مولیٰ کا غلام کیونکر مایوس المرام اور محبوس المرام رہ سکتا ہے۔ خدا دارم چہ غم دارم محمّد راہ بر دارم۔

یہ نہ سمجھو کہ یوسف نے دعاء موت مانگی حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ اُنہوں نے اس جگہ موت کی دعا مانگی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اُنہوں نے تو ایسی زندگی کی دعا مانگی ہے۔ جس کا خاتمہ اسلام پر ہو۔ ابن جریر نے ضحاک سے بھی یہی معنی بیان کئے ہیں۔

دعاء موت مانگنا منع ہے مسلم کے لئے عموماً موت کی دعا مانگنا منع ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ بِضُرٍّ نَزَلَ بِہٖ فَاِنْ کَانَ وَلَا بُدَّ مُتَمَنِّیًا لِلْمَوْتِ فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ

تم میں سے کوئی بھی کسی مصیبت یا نقصان کی وجہ سے موت کی آرزو نہ کرے۔ اور اگر حالت ایسی ہی ضروری ہو تو یہ کہا کرے الٰہی مجھے زندہ رکھ۔ جب تک جینا میرے لئے بہتر ہو۔ اور مجھے پورا کر دے۔ جب کہ پورا ہو جانا میرے لئے بہتر ہو۔

ابو امامہ و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی ایسی ہی روایات مروی ہیں۔

نقصان دین کے وقت دعاء موت مگر نقصان دین کے وقت تمنائے موت کرنا جائز ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا ہے۔

اِثْنَتَانِ یَکْرَھُھُمَا ابْنُ اٰدَمَ۔ یَکْرَہُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَیْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتَنِ۔ وَیَکْرَہُ قِلَّۃَ الْمَالِ۔ وَقِلَّۃُ الْمَالِ اَقَلُّ لِلْحِسَابِ

دو چیزیں ہیں جن کو ابن آدم بُرا سمجھتا ہے (۱) موت۔ حالانکہ مومن کے لئے موت فتنوں سے بہتر ہے۔

(۲) کمی مال۔ حالانکہ مال کا کم ہونا کمی حساب کا سبب ہے۔

امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کی دعا امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا۔ کہ انتظام میں جمعیت پیدا نہیں ہوتی۔ اور مشکلات بڑھتی جاتی ہیں۔ اُس وقت بایں الفاظ دعا کی تھی۔

اَللّٰھُمَّ خُذْ لِیْ اِلَیْکَ فَقَدْ سَئِمْتُھُمْ وَسَاَمُوْنِیْ اے اللہ مجھے اپنی طرف بُلالے۔ میں نے اُن کو دشواری میں ڈال دیا ہے۔ اور اُنھوں نے مجھے تکلیف میں ڈال دیا۔

امام المحدثین بخاری کی دعا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (جب ان کو شاہ بخارا نے نکال دیا) دعا کی تھی۔

اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنِیْ اِلَیْکَ۔ الٰہی مجھے اپنی طرف بُلالے۔

اِن ادعیہ کا مقصد حفاظتِ دین تھا۔ نہ کہ قلتِ صبر و استقلال۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ اللّٰهِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ج وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝

یہ وہ چھپی باتیں ہیں جن کی وحی ہم نے تیری طرف کی ہے۔ اور تو اُن کے پاس نہ تھا جب اُنہوں نے اپنی بات پر اتفاق کر لیا تھا۔ اور وہ چپکے چپکے اپنی تدبیریں کرتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اقوام ماضیہ کے تاریخی حالات اس لئے اخبارِ غیب تھے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمی تھے۔ حضور نے نہ کسی سے کچھ پڑھا نہ سُنا۔ ایسا شخص جو کچھ بیان کر سکتا ہے۔ وہ عالم الغیب ہی کی وحی سے بیان کر سکتا ہے۔

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور بہت لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ گو تجھے اُن کے مومن ہونے کی بڑی خواہش ہے۔

حَرَصْتَ۔ حرص یحرص کسی شے کا کوشش کے ساتھ طلب کرنا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی آرزو

مطلب یہ ہے۔ کہ یہود اور مشرکین مکہ نے جو یہ سوال کیا تھا۔ کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں۔ تو بتلائیں۔ کہ بنی اسرائیل کیونکر مصر جا پہنچے تھے۔ اس سوال کا جواب اس سورہ مبارکہ میں دے دیا گیا ہے۔ لازم تھا۔ کہ اب تو یہ لوگ مسلمان ہو جاتے۔ لیکن اب بھی وہ اپنی پہلی ضد۔ ہٹ پر قائم ہی رہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آرزو اور تمنا لوگوں کو مسلمان دیکھنے کی تھی۔ اُسے اللہ تعالیٰ نے لفظ حرص سے بیان فرمایا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی آرزو

اور اس سے ظاہر ہے۔ کہ حضور کی رغبت نہ اموال و زخارفِ دنیا کی جانب تھی۔ نہ حکومت و امارت پر حضور کا دل مائل تھا۔ اور نہ کوئی اور شے ایسی تھی۔ جدھر کبھی حضور کا میلانِ خاطر معلوم ہوا ہو۔ حضور کی سب سے بڑی آرزو اور تمام تر ہمت اگر مقصود تھی۔ تو صرف اس ایک امر پر۔ کہ سب لوگ

کے سر اور دل خدا کی حضور میں جھکے ہوئے دیکھ لیں۔

حدیث نبوی | حدیث میں ہے۔ اَنْتُمْ تَتَهَافَتُوْنَ كَتَهَافُتِ الْفَرَاشِ عَلَى النَّارِ وَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ۔ تم تو آگ میں اس طرح گرے پڑتے ہو۔ جیسے پروانے گرا کرتے ہیں۔ اور میں تم کو کمر سے پکڑ پکڑ کر جہنم سے پرے ہٹا رہا ہوں۔

وَمَا تَسْاَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ تو تو ان سے کوئی بدلہ بھی نہیں چاہتا۔

عَلَيْهِ۔ کی ضمیر ایمان یا قرآن کی طرف ہے۔

کسی نبی نے اجر نبوت نہیں مانگا | واضح ہو۔ کہ ہر ایک نبی نے اپنی قوم کے سامنے یہی ظاہر کیا ہے۔ کہ وہ اپنی تعلیم اور تبلیغ پر لوگوں سے کچھ بھی اجر نہیں چاہتا۔

انبیاء کے مقولے | سورہ شعراء کو دیکھو۔ رکوع پنجم میں حضرت نوح۔ ششم میں حضرت ہود۔ ہفتم میں صالح۔ ہشتم میں لوط۔ نہم میں شعیب علیہم السلام کی زبان سے یہی آیت بار بار دہرائی گئی ہے۔ وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ۔ سورہ ہود میں (ع ۳) لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا بزبان نوح علیہ السلام۔ اور لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا بزبان ہود علیہ السلام فرمایا گیا ہے۔ سورہ انعام ع ۱۰ میں قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ

نبی صلعم کو فرمان | اَجْرًا کہہ دینے کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا ہے۔ اور یہی حکم سورہ فرقان ع ۵ سورہ ص ع ۵ میں حضور کو دیا گیا ہے۔ سورہ یٰسین میں ہے۔ اِتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ اس آیت میں اجر نہ لینے کو انبیاء علیہم السلام کی ذات مبارک کے لئے صفت لازم قرار دیا گیا ہے۔

ان تمام حوالجات سے آشکار ہو جاتا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان دعوت۔ تعلیم شریعت۔ اور تبلیغ احکام رب العزت پر ہرگز ہرگز کسی قسم کے اجر کا سوال بھی کسی شخص سے نہیں کیا۔ بس یہی صفت ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام

کی حیات طیبہ کو اہل دنیا کی غرض آلود۔ و مصلحت آمود زندگی سے بالاتر و اعلیٰ تر ثابت کر دیتی ہے۔ اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جملہ اہل اسلام پر اپنی حجت کو قائم فرمایا ہے۔ و للہ الحمد۔ؔ

قرآن پاک نصیحت کی صفت

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (۰) یہ تو اہل عالم کے لئے ذکر ہے۔

ذِكْرٌ۔ قرآن مجید کا نام ذکر بھی ہے۔ حدیث پاک میں ہے اَلْقُرْاٰنُ ذِكْرٌ فَذَكِّرُوْهُ یعنی قرآن پاک واجب التعظیم ہے۔ ہمیشہ اس کی تعظیم کیا کرو۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ اور بہت سی نشانیاں ہیں۔ جو زمین و آسمان میں پائی جاتی ہیں۔ یہ لوگ اُن نشانیوں پر سے گزرتے ہیں۔ اور پھر بھی اُن نشانیوں سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

كَاَيِّنْ۔ کَ تشبیہ اور اَیِّن سے مرکب ہے۔ اور اب معنی واحد بمعنی کَم مستعمل ہے۔

اٰيَةٍ۔ اصل میں اَوَيَةٌ تھا۔ لغت میں آیت بمعنی جماعت آتا ہے۔ محاورہ ہے۔ خَرَجُوْا بِاٰيَتِهِمْ" اور ہر ایک کلام منفصل بفصل لفظی کو آیت کہتے ہیں۔ آیت کے معنی

لہ واضح ہو کہ سورہ شوریٰ کی آیت قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى میں بھی کسی شے کا سوال اس تعلیم و تبلیغ و ہدایت راہ نمائی پر نہیں کیا گیا۔
ء یہ آیت دیگر متعدد آیات کی ناسخ ہے۔ البتہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک دیگر دیگر انبیاء سے جُدا رنگ رکھتی ہے۔ اس آیت کی تفسیر لطیف انشاء اللہ اُس کی مقام پر کی جاویگی۔

کیونکہ اس میں بھی حروف و کلمات کی ایک جماعت مجتمع موجود ہوتی ہے۔ کلام اللہ میں جب اس کا استعمال کسی فقرۂ قرآن مجید کے لیئے ہوتا ہے۔ تو اُس کا استعمال بسا اوقات الف لام کے ساتھ ہوتا ہے۔ یا بحالت مضاف۔

اور جب لفظ آیت کا استعمال بمعنی نشان قدرت یا دلیل و بُرہان ہوتا ہے تب ایسا نہیں۔

آیت بمعنی نشان قدرت کے لیئے مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ۔ خدا کی آیات میں سے ہے کہ تم کو مٹی سے بنایا۔ (سورہ روم)

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا خدا کی آیات میں سے ہے کہ تمہارے لیئے تمہاری جنس سے جوڑے بنایا (سورہ روم)

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ خدا کی آیات میں سے زمین و آسمان کی پیدائش ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۔ خدا کی آیات میں سے وہ جہاز ہیں۔ جو سمندر میں چلتے ہیں۔ بڑے بڑے جھنڈے کی طرح نظر آتے ہیں۔

واقعۂ یوسف علیہ السلام کا ظہور مکرر

اس جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام کے واقعات کو صرف ایک داستان نہ سمجھو۔ یہ تو آیت الٰہی ہے۔ اور ان سوال کرنے والوں کے اندر خود وہی ہونے والا ہے۔ جو برادران یوسف کے ساتھ ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے عبد اور رسول محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وبارک وسلم کی شان رفیع اور منصب جلیل کا ظہور اُسی طرح ہونے والا ہے۔ جیسے اللہ کے نبی و صدیق یوسف علیہ و علیٰ آبائہ السلام کی شان کا ظہور ہُوا تھا۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ ان میں سے اکثر لوگ ایسے ہیں۔ کہ اللہ پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور وہ شرک بھی کیا کرتے ہیں۔

بُت پرستانِ عرب کے معتقدات"

واضح ہو۔ کہ بُت پرستانِ عرب جن کی ہدایت وارشاد کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ وہ وجودِ باری کے مُنکر نہ تھے۔ اور صفاتِ باری کا بھی اُن کو انکار نہ تھا۔ وہ باری تعالیٰ کی کبریائی وعلوشان کا اقرار رکھتے تھے۔ لیکن بایں ہمہ اُن میں شرک پایا جاتا تھا۔ اور وہ ٹھیک ٹھیک مشرک تھے۔

مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو۔

(۱) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (لقمان ع۳) اگر تو ان سے سوال کریگا کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ مشرک کہدینگے کہ اللہ نے۔

(۲) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (عنکبوت ع۶) اگر تو ان سے پوچھیگا کہ اُوپر سے پانی کون اُتارتا ہے جس سے زمین مردہ کو زندہ کرتا ہے تب یہ مشرک لوگ جواب دینگے کہ اللہ۔

اِن اعتقادات واعترافات پر بھی اُن کو مشرک بنانے کی وجہ یہ ہے۔ جو قرآن پاک نے خود بیان کردی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (زمر ع۱)۔ مشرک وہ ہیں جنہوں نے خدا سے ورے ورے دوسروں کو بھی اپنا کارساز اور حمائتی بنا رکھا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ہم تو اُن کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے قریب کردینگے۔

مشرکینِ عرب کیوں مشرک تھے

اس سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ مشرکین عرب اس لئے اصلی اور قطعی مشرک تھے۔ کہ اُنہوں نے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کو نہ سمجھا تھا۔ اور وہ لوگ عبادت واستعانت میں دوسروں کو اللہ کے ساتھ شامل کرلینے کی وجہ سے مشرک تھے۔ اب بھی ہزاروں مسلمان ایسے موجود ہیں۔ جنہوں نے

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے معانی کو بخوبی نہیں سمجھا۔ یہ لوگ اپنے مانے ہوئے بزرگوں کی قبروں اور استھانوں پہ جاکر وہی کام وہی افعال کرتے ہیں۔ جو مشرکین مکہ اپنے اپنے مانے ہوئے بزرگوں کے بتوں اور تصویروں اور استھانوں پر کیا کرتے تھے۔

مسلمان اپنے اپنے مشرکانہ افعال پر غور کریں

مسلمانوں بھائیوں کو لازم ہے۔ کہ وہ یہ سمجھ لیں۔ کہ یہ تو وہی شرک ہے۔ جس میں مشرکین مکہ آلودہ تھے۔ یہ تو وہی شرک ہے۔ جسے تباہ و باطل کرنے کے لئے سیّد المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلّم تشریف لائے تھے۔

خالص دین پاک

مسلمان بھائی تب ہی خالص باایمان ہو سکتے ہیں۔ جب ایسے افعال سے وہ خود کو پاک وصاف بنالیں گے۔ ورنہ اُن پر یہی آیت وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ صادق آئیگی۔ کہ اللہ پر ایمان کا دعویٰ بھی ہے۔ اور شرک بھی ساتھ ساتھ ہے۔

اللہ کے سوا اوروں سے مدد کا سوال بھی کیا جاتا ہے۔

اللہ کے سوا۔ اوروں کو بھی اللہ کی طرح پکارا جاتا ہے۔

اللہ کے سوا۔ اوروں کو بھی اللہ کی طرح پکارا جاتا ہے۔

اللہ کے سوا۔ اوروں کو بھی اللہ کی طرح ہر جگہ حاضر و ناظر مانا جاتا ہے۔

نتیجہ یہ ہے۔ کہ توحید کامل نہیں ہوتی۔ اور اللہ تعالےٰ کے ہاں ایسے لوگوں کے اعمال کچھ بھی وقعت و منزلت نہیں پاتے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک بھائی کو اس بُرے انجام سے بچائے۔ اور اسلام خالص۔ دین قیم پر قائم رکھے۔

اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِیَھُمْ غَاشِیَۃٌ — کیا وہ اللہ کے عذاب سے جو سب چیزوں پر چھا جانے والا ہے۔ نڈر ہو گئے ہیں

مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ

یا اُن کو ڈر نہیں رہا۔ کہ قیامت اُن کے لئے یکبارگی آ جائے۔ جبکہ اُنہیں اس کا سان و گمان بھی نہ ہو۔

اَفَاَمِنُوْا - اَمِنَ اَمْنًا و اَمَانًا - اطمینان -

غَاشِيَة - غاشی کا مؤنث ہے۔ ڈھانپ لینے والی شے ۔

واضح ہو۔ کہ اس آیت میں اُنہی لوگوں کا ذکر ہے۔ جن کا ذکر پہلی آیت میں ہے۔ کہ اللہ پر ایمان بھی ہے۔ اور شرک پر عمل بھی ہے۔

لہٰذا اِن دونوں آیات کو نہایت غور سے پڑھنا۔ سوچنا اور تدبر کرنا ضروری ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ

اے رسول ان لوگوں کو بتا دیجئے۔ کہ میرا طریقہ تو یہی ہے۔ میں سب کو اللہ ہی کی طرف بلاتا ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رستہ

یہ ظاہر ہے۔ کہ ہر شخص اُسی کی دعوت دوسروں کو دیا کرتا ہے۔ جس کی عظمت خود اُس کے دل میں ہوتی ہے۔ نبی اللہ کے دل میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عظمت و جلال ہوتا ہے۔ اس لئے وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی جانب دنیا کو بلایا کرتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام اسی لئے دَاعِيًا بِاِذْنِ اللّٰهِ بتلایا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت الی الحق کے حکم

قرآن مجید پر غور کرو۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار اسی دعوت کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (نحل ع ۱۶)[1]

فرمایا۔ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (شوریٰ ع ۲)[2]۔

فرمایا۔ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ (حج ع ۹)[3]۔

---

[1] اپنے رب کے راہ کی طرف لوگوں کو زیرکی و دانائی اور پاکیزہ نصیحت کے ساتھ بلایا کر۔ ۱۲

[2] لوگوں کو دعوت دیا کر۔ اور اس کام میں ویسا ہی مضبوط رہ۔ جیسا کہ حکم دیا گیا ہے۔ ۱۲

[3] اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلایا کر تو ہی ہے۔ جو سیدھی اور مضبوط ہدایت پر ہے۔ ۱۲

فرمایا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِکُ بِهٖٓ اَحَدًا۔ (جن ع ۲)[۱]

اِن احکام کی تعمیل میں دیکھو۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر

مکہ کے کوچہ کوچہ میں اپنی آواز کو بلند کیا۔

عقبات کی پہاڑیوں میں راہ گیروں اور مسافروں کو اللہ کا پیغام سُنایا۔

عُکاظ اور مجنہ۔ اور ذی المجاز کی منڈیوں میں جا جا کر غافلوں کے کان میں

ہادی برحق کا فرمان ڈالا۔

عرب کے بے آب و گیاہ میدانوں میں خانہ بدوش قبائل کا پتہ لگا لگا کر

اُن کو پیام ربّانی پہنچایا۔

طائف کے کوہسار پر تشریف لے جا کر جواہر توحید لٹائے اور خود پتھر کھائے۔

دنیا کے تمام مشہور حکمران بادشاہوں کے نام فرمان لکھے اور سفیر روانہ کئے۔

اہل اسلام میں سلسلہ تبلیغ و دعوت کو فرض انسانی و وجوب دینی قرار دیا

یہ تمام جد و جہد اُسی مالک الملک کے حکم کی تعمیل میں تھی جس کی محبت

جس کی عظمت جس کا جلال حضورؐ کی رگ رگ اور بال بال میں تھا۔

عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ میں اور جو کوئی میری پیروی کرتا ہے۔ بصیرت پر ہیں۔

بَصِیْرَت۔ فطنت۔ حجت۔ استدلال۔ خُبرت۔ دانائی۔ روشنئ دل۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بصیرت پر ہونا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بصیرت پر ہونا اس لئے ہے۔ کہ

(الف) حضورؐ عواقب امور کو اُسی طرح دیکھ لیا کرتے۔ جیسا کہ لوگ اعمال ماضیہ کے ناظر ہوتے ہیں

(ب) رب العالمین نے حضورؐ کے سامنے سے اُن تمام واقعات کا جو بعد از

مرگ انسان کو پیش آنے والے ہیں۔ پردہ اُٹھا لیا۔ احوال برزخ اور بہشت و

---

[۱] ان کو بتادے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کو پکارا کرتا ہوں۔ اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

دوزخ اور ملکوت السمٰوات والارض کے مشاہدات حضور کے چشم دید تھے۔

متبعین کا بصیرۃ پر ہونا اس لئے ہے۔ کہ

اہل اسلام کا تعلیم نبوی کی وجہ سے بصیرت پر ہونا

انہوں نے ایسے رسول کو ہادی بنایا۔ ایسے معصوم کی ہدایت پر چلے۔ ایسے شاہد حق کے فرمودہ پر کاربند ہوئے۔ ایسے داعی الی الحق کی آواز پر گوش جان لگایا۔ ایسے رہبر کو امام بنایا جس کی اتباع کے طفیل سے ان میں نیت صحیح اعتقاد درست پیدا ہوگیا۔ اعمال میں نورانیت۔ اور قلب میں روحانیت پیدا ہوگئی۔ عالم روح۔ اور عالم قلب کے انوار و اسرار اُن پر کھل گئے۔ حلاوت ایمان سے چاشنی گیر ہوئے۔

وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ خدا پاک ہے۔ اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

سُبحان۔ تسبیح سے بنایا ہے۔ جیسا تسخیر سے سخرہ۔

سبحان اللہ کے معنی

سُبحان اللہ کہنے کا مقصد۔ تنزیہ و تقدیس و تبریہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جملہ عیوب اور نقائص۔ اور ادناس اور ارجاس سے پاک ہے۔ ذکر الٰہی کے موقعہ پر سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ دونوں اکٹھے آتے ہیں۔

الحمد للہ کے معنی یہ ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ جملہ محامد جلال اور صفات کمال کا مالک ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ نِصْفُ الْمِيْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَؤُهٗ یعنی سبحان اللہ میزان عمل کو نصف بھر دیتا ہے۔ اور الحمد للہ اُسے بھرپور کر دیتا ہے۔ آیت زیر تفسیر میں سبحان اللہ صرف تنزیہ کے لئے ہے۔

حدیث

آیت کا تعلق پہلی آیت سے یہ ہے۔ کہ وہ بصیرت جو رب العالمین اپنے بندگان مخلصین کو عطا فرماتا ہے۔ اُسی کی نور و ضیاء میں اہل ایمان کو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اہل شرک اپنے افعال و اقوال میں جن نقائص و عیوب کو بارگاہ

باری تعالیٰ سے منسوب کیا کرتے ہیں۔ وہ پاک قدوس ان سب سے پاک و برتر ہے۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى تجھ سے پہلے ہم نے بستی کے رہنے والوں ہی میں سے مردوں پر وحی بھیجی تھی۔

رِجَال - رجل کی جمع ہے۔ اور اس سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ نبوت مردوں سے خصوصیت رکھتی ہے جنس نساء میں سے کسی کو نبوت نہیں ملی۔ اُمِّ موسیٰ و اُمِّ عیسیٰ و ہاجرہ علیھن السلام کے پاس فرشتگان آسمانی کا آنا۔ کسی خاص واقعہ کے متعلق منجانب اللہ کچھ سمجھا جانا نبوت اور رسالت کے مفہوم میں داخل نہیں۔

(حاشیہ: نبوت مختص برجال سے خاص مردوں سے)

(حاشیہ: نبی کیوں فرشتہ نہیں ہوتا) یہ آیت مشرکین کے اس اعتراض کے جواب میں ہے۔ کہ نبی انسان کیوں ہوتا ہے۔ فرشتہ کو نبی بنا کر کیوں نہیں بھیجا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے۔ کہ جملہ انبیاء ہمیشہ سے نبی ہی ہوتے رہے ہیں۔

قرآن مجید کے دوسرے مقام پر یہ جواب بھی دیا گیا ہے۔ کہ اگر یہاں فرشتے آباد ہوتے۔ تو اُن کے لئے رسول بھی فرشتہ ہی ہوتا۔

اعتراض کرنے والے وہ تھے۔ جو جنس بشر کی فضیلت سے ناواقف تھے۔ اگر وہ یہ جانتے ہوتے۔ کہ انسان ہی اشرف مخلوقات ہے۔ اور خلافتِ الٰہیہ کا تاج آدم ہی کے سر پر رکھا گیا ہے۔ تو کبھی یہ اعتراض زبان پر نہ لاتے۔ لیکن شرک وہ بُری بلا ہے۔ جو انسان کو خود اُس کی نگاہوں میں ذلیل بنا دیتا ہے۔ جب کوئی مشرک کسی جانور۔ یا درخت یا استھان یا نشان کی پوجا کرتا ہے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ وہ ان اشیاء کو اپنے سے برتر و اعلیٰ قرار دیتا ہے حالانکہ رب العالمین نے تو انسان کو سب سے برتر بنایا ہے۔

(حاشیہ: اعتراض کی بنا فضیلتِ انسانی سے لاعلمی پر مبنی ہے)

نبی کے انسان ہونے میں حکمت و مصلحت

اب اصل وجہ بشر کو نوع بشر کی طرف رسول بنا کر بھیجنے کی یہ ہے۔ کہ نبی اپنے جملہ افعال و اعمال میں تمام دنیا کے لئے اُسوہ حسنہ اور کمالات انسانیہ کا صحیح نمونہ ہوا کرتا ہے۔ اگر نبی کسی دوسری جنس یا نوع سے ہوتا۔ اگر وہ فرشتہ یا جن ہوتا۔ تو اُس کے اعمال و افعال نسل انسانی کے لئے نمونہ نہ بن سکتے۔

اُسوہ و نمونہ

جب کسی شخص سے کہا جاتا۔ کہ تم بھی نبی اللہ کی سُنت کے مطابق عمل کرو۔ تو وہ جواب دے سکتا تھا۔ کہ وہ تو فرشتہ تھے۔ ہم انسان ہیں۔ اس لئے ہم ویسے اعمال و افعال کیونکر بجا لا سکتے ہیں۔ قدرت الٰہیہ نے اب کسی شخص کے لئے یہ عذر قائم نہیں رہنے دیا۔

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ط

کیا یہ لوگ ملک میں چلتے پھرتے نہیں۔ کہ وہ دیکھیں۔ کہ ان سے پہلی قوموں کا انجام کیا ہُوا۔

اقوام ماضیہ کے انجام سے ہمارے لئے عبرت ہے

مکہ کا قافلہ جب مصر کو۔ یا شام کو جاتا۔ تو اُن کی راہ میں ثمود اور اصحاب ایکہ کے تباہ شدہ شہر اور قلعے آیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ اُن کو آگاہ کرتا ہے۔ کہ ان اقوام کے ایسے انجام اس لئے ہوئے کہ اُنہوں نے اپنے اپنے وقت کے نبی کو حقیر سمجھا۔ اور اطاعت نہ کی۔ اب اگر اہل مکہ بھی نبی آخر الزمان کی اطاعت نہ کریں گے۔ تو وہ بھی اُسی انجام کے مستوجب ٹھہرینگے۔

وَلَدَارُ الْاٰخِرَۃِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ط

اور آخرۃ کا گھر تو تقوےٰ والوں کے لئے بہت بہتر ہے۔ کیا تم اس بات کو نہیں سمجھتے

پہلی آیت میں بتلایا تھا۔ کہ نبی اللہ کی نافرمانی موجب بربادی اور سبب تباہی ہوتی ہے۔ اُن پر دنیا میں بھی تباہی آیا کرتی ہے۔

اس آیت میں بتلایا۔ کہ اُن کی آخرت بھی تباہ ہوتی ہے۔ کیونکہ عالم آخرت تو اہل تقویٰ کے لئے ہے۔ اور اہل تقویٰ وہی ہوتے ہیں۔ جو نبی پر ایمان لانے والے ہوتے ہیں۔

عالم آخرت کیوں دنیا سے بہتر ہے

اب رہا عالم آخرت کا عالم دُنیا سے بہتر ہونا۔

(الف) وہ اس لئے بھی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اُس جگہ انسان کو خلود عطا فرمایا ہے۔ اور یہاں انسان ہر روز ہر ساعت۔ ہر لحظہ فنا کی جانب جا رہا ہے۔ اور اس لئے فنا کا روگ ہر وقت انسان کے جسم اور جان سے لگا ہُوا ہے۔

(ب) دنیا سے عالم آخرۃ اس لئے بھی بہتر ہے۔ کہ وہاں کی نعمت و اقبال کو نقص و زوال نہیں۔ حالانکہ دنیا میں ہر ایک شے انہی عوارض کی تحت میں پائی جاتی ہے۔

موازنہ کی مختصر تدبیر

مختصراً غور کرو۔ کہ ہر ایک نعمت و دولت سے محظوظ ہونے کا انحصار انسان کی اپنی صحت بدن پر ہے۔ مگر صحت انسانی سینکڑوں عوارض و امراض سے گھری ہوئی ہے۔ صحت قوی اور اعتدال عناصر اول تو کسی شخص کو حقیقی معنی میں حاصل ہی نہیں ہوتے۔ اور اگر کسی کو تھوڑے دنوں کے لئے یہ بات کچھ مل بھی گئی۔ تب بھی جوانی کو بقا کہاں؟

آخرت کی برتری کا سمجھنا عقل سے تعلق رکھتا ہے

الغرض عالم آخرۃ کی برتری کے بیسیوں دلائل ہیں۔ لیکن اُن کا تعلق فہم اذہام و تفہیم عقل پر منحصر ہے۔ اسی لئے آیت کو اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ پر ختم فرمایا گیا ہے۔ جو لوگ عقل نہیں رکھتے۔ وہ عواقب امور پر نہ بحث کر سکتے ہیں۔ نہ تدبر و غور سے کام لے سکتے ہیں۔ اور نہ کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔

✣

حَتّٰۤی اِذَا اسْتَایْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ	اور جب رسول (منکروں سے) مایوس ہو گئے اور سمجھنے لگے۔ کہ یہ لوگ ہم کو جھوٹا ہی سمجھے ہیں تب ہماری مدد رسولوں کے لئے آتی ہے۔ اُس وقت اُسی کو نجات ملتی ہے۔ جسے ہم چاہتے ہیں ۰

اِسْتَایْئَسَ - یئس - یئاس - یاسًا دیاسۃً سے ہے۔ اس کے معنی قطع امل ہیں۔ آیت کا جو ترجمہ کیا گیا ہے۔ وہ صحیح بخاری کی روایت عروہ عن ام المومنین عائشہ صدیقہ رضہ کی تفسیر کے مطابق ہے۔

تفسیر آیت۔ از ام المومنین رضی اللہ عنہا

معاذ اللہ۔ آیت کے یہ معنی ہرگز نہیں۔ کہ رسولوں کو رحمتِ الٰہی سے کبھی مایوسی ہو جایا کرتی ہے۔ یا اُن کو وعدۂ ربانی میں تخلّف کا وہم بھی کبھی ہو جایا کرتا ہے۔

اس معنی کی صحت خود اس سورۂ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔ ذرا غور کرو۔ یعقوب علیہ السلام پر کبھی یاس چھائی۔ کبھی اُن کے کلام سے ناامیدی کی بُو بھی آئی ؟

الف۔ جب پہلی دفعہ اُن کے لڑکوں نے خبر دی۔ کہ یوسف کو بھیڑیے نے کھا لیا تب بھی انہوں نے یہی فرمایا۔ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا (نہیں۔ تم نے خود ایک بات بنالی ہے)۔

(ب) جب دوسری بار انہوں نے بن یامین کے قید اور روبن کے ترکِ وطن کی اطلاع دی۔ تب بھی یعقوب علیہ السلام نے عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا فرمایا تھا۔

(ج) جب بیٹوں نے اُن کی یادِ یوسفؑ کو ضلالت قدیم تبلایا۔ تب بھی انہوں نے

معنی کی صحت آیۃ سورہ مبارکہ سے

اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ بتلایا تھا۔ (مجھے اللہ کی ذات کا وہ علم ہے جو تم کو نہیں)۔

(د) جب یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو بار سوم مصر روانہ کیا۔ اور تلاش یوسفؑ کا حکم دیا تھا۔ تب فرمایا تھا۔ فَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ (یعنی رحمت الٰہی سے ناامید نہ ہونا۔ نیز فرمایا تھا اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ (یعنی رحمت الٰہی سے تو کافر لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں)۔

(ہ) جب اُن کو حیات یوسف کی بشارت اور اپنی گئی ہوئی بصارت ملی۔ تب بھی اُنہوں نے اپنے اسی اعتقاد محکم کی یاد اپنی اولاد کو تازہ کرائی تھی۔ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا۔ کہ میں اللہ کی بابت جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے)۔

ان واقعات سے ثابت ہو گیا۔ کہ سخت سے سخت مصیبت میں بھی نبی اللہ کے اعتماد و توکل اور اُمید فضل الٰہی میں ذرا بھی فرق نہیں آیا تھا۔ یہی وہ تعلیم ہے۔ جو اس سورۂ مبارکہ میں دی گئی ہے۔

ہاں اسی سورۂ مبارکہ میں ظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا کا نمونہ بھی دیکھ لو۔ یعقوب علیہ السلام کو یہ گمان ضرور ہو گیا تھا۔ کہ اب اُن کی اولاد اُن کی بات پر اعتماد نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب اُنہوں نے نکہت یوسفی کو سونگھا۔ اور اُس کی اطلاع اپنی اولاد کو دینے لگے۔ تو اُنہوں نے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا تھا۔ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ۔ (یہ نہ سمجھنا کہ بڈھا سٹھیا گیا)۔

الغرض یعقوب علیہ السلام اور فرزندان یعقوبؑ کے حالات پر تدبر کرنے سے اس معنی کی جو بحوالہ حدیث بخاری کئے گئے ہیں۔ بخوبی توثیق و تنصیص ہو جاتی ہے

وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ اور ہمارا عذاب تو مجرم قوم سے لوٹایا نہیں جاتا

آیت میں دو اصول بتائے گئے ہیں

اس آیت میں دو اصول بتلائے گئے ہیں۔

اوّل عذابِ الٰہی صرف مجرمین پر نازل ہوتا ہے۔

دوم۔ نزولِ عذاب کے بعد پھر اُسے کوئی روک نہیں سکتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ — ان کے حالات میں دانش مندوں کے لئے بڑی نصیحت ہے۔

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ ع — یہ بنائی ہوئی بات نہیں ہے۔ یہ تو اپنے سے پہلی کی تصدیق کرتی ہے۔ اور ہر شے کی تفصیل ہے — اور ہدایت ہے۔ اور رحمت ہے۔ ایمان والی قوم کے لئے۔

عِبْرَةٌ۔ معاملات پر غور کرنا۔ دوسرے کے حالات سے نصیحت حاصل کرنا۔

أَلْبَاب۔ لُب کی جمع ہے۔ لُب بمعنی عقل۔ ہر ایک وہ شے جو خالص عن الشوائب ہو۔ میوہ جات کا وہ اندرونی حصّہ جو کھایا جاتا ہے۔ ہر شے کا مغز۔

يُفْتَرَىٰ۔ فری فریا سے ہے۔ جس کے معنی خراب کرنا۔ چمڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا ہے۔

افتراء جھوٹ بنانا۔ جھوٹ سے کسی کو تباہ کرنا۔

تَصْدِيق۔ قائل کی نسبت دل و زبان سے صدق کا استعمال۔

قَصَصِهِمْ۔ کی ضمیر میں انبیاء اور نجات یافتہ قومیں اور جرائم پیشہ لوگ شامل ہیں جن کا ذکر آیت إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ میں آیا ہے۔ بعض نے اسے

خاندان اسرائیل کی طرف بتایا ہے۔

حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی - بنائی ہوئی بات۔

کفار مکہ جو قرآن مجید کو کلام الٰہی نہ مانتے تھے۔ وہ یہ کہہ دیا کرتے تھے۔ کہ یہ کلام تو محمدؐ کا خود ساختہ ہے۔ سورہ سبا میں ہے۔ کہ کفار نے قرآن مجید کو اِفْکٌ مُّفْتَرًی (ساختہ پرداختہ) بھی کہا تھا۔

قرآن مجید نے اس الزام کا جواب ایک جگہ یہ دیا ہے۔

نادرِ ک پارۂ افتراء

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ	کیا یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ قرآن محمدؐ نے بنالیا ہے
فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ	ان سے کہدو۔ کہ تم بھی ایسی ہی دس سورتیں
وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ	بنالو۔ اور خدا کے سوا جس سے مدد لے سکتے
دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ	ہو۔ اُسے بلالو۔ اگر تم یہ بات کہنے میں سچے ہو۔
فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ	اگر یہ لوگ اس بات کو قبول نہ کریں تب
فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ	سب کو جان لینا چاہیئے۔ کہ اس قرآن
وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	کو تو اللہ ہی نے اپنے علم سے اُتارا ہے۔
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔	اور اُس کے سوا تو اور کوئی بھی معبود نہیں ہے۔
(ہود ع ۲)	کیا تم اُس کی فرمانبرداری کرو گے۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ جو آیت زیر تفسیر میں دیا گیا ہے۔

یعنی کلام اللہ کی مندرجہ ذیل صفات پر غور کرو۔

کلام اللہ کے اوصاف عبرت و تصدیق

(۱) یہ اُولوا الالباب کے لئے عبرۃ ہے۔ اور اہل دانش کے سامنے زمان ماضی کو ایسی صورت میں پیش کرتا ہے۔ جس سے زمان مستقبل میں فائدہ اور نفع اور نصیحت حاصل کی جاسکے۔

(۲) یہ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ ہے۔ یہ صفت قرآن مجید کی ایسی خاص و اعلیٰ

ہے۔ جو اُسے دیگر کتب سماویہ سے ممتاز و برتر ثابت کرتی ہے۔

الف۔ اہل ہند کا دعویٰ ہے۔ کہ ہندوستان کے سوا اور کسی قوم پر اکاش بانی نہیں اُتری

ب۔ بنی اسرائیل نے کہا۔ کہ اسرائیلیوں کے سوا اور کسی کو نبوّت نہیں ملی۔

ج۔ ایرانیوں کا پندار ہے۔ کہ پارسیوں کے سوا سروش یزدانی سے کوئی آشنا نہیں ہوا۔

د۔ مصریوں کو اصرار ہے۔ کہ جملہ علوم روحانی و مادی اُنہی نے نکالے۔ اور اہرام پر لکھے۔

ہ۔ چینیوں نے بتلایا۔ کہ آسمانی خدا کے فرزند وہی ہیں۔ اب ہر ایک کے دعویٰ پر غور کرو۔ ہر ایک قوم اپنے دعوی کے ساتھ ساتھ کل اقوام عالم کی تکذیب بھی کر رہی ہے۔

تکذیب و ابطال ادیان میں ہر ایک قوم دوسری اقوام کے مقابلہ میں حصہ دار

ہندو اسرائیلیوں کو جھوٹا بتاتے ہیں۔

اور اسرائیلی ہندوؤں کو۔

ایرانی ان دونوں کو کاذب کہتے ہیں۔

اور یہ دونوں ایرانیوں کو لاف باف بتلاتے ہیں۔

علیٰ ہذا مصری ان تینوں کو دروغ گو کہہ رہے ہیں۔

اور چینی ان چاروں کی بطلان پر اصرار رکھتے ہیں۔

الغرض یہ تکذیب و ابطال کا سلسلہ اتنا وسیع ہو جاتا ہے۔ کہ کوئی قوم بھی اُس کے اثر سے باہر نہیں رہتی۔

قرآن مجید کی تعلیم ... صلح کل

قرآن مجید ہی وہ پاک کتاب ہے جس نے کل دنیا کو یہ بتلایا ہے۔ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ۔ یعنی دنیا کی ہر ایک قوم میں ایک نذیر آیا ہے۔

یہ اصول دنیا کو محبّت و اتفاق۔ یک جہتی و اتحاد کی تعلیم دینے والا ہے۔ اور

یہی اصول واضح کر دیتا ہے۔ کہ ایسی پاکیزہ تعلیم کا پیش کرنے والا ہرگز ہرگز مفتری نہیں ہو سکتا۔

(۳) - یہ کتاب تفصیل کل شیئ ہے۔ یعنی ہر ایک وہ شے جس کا تعلق تزکیۂ قلب اور تنویر روح - اور نجات اُخروی - اور تمدن انسانی - اور حیات بشری - حقوق العباد - اور فرائض الٰہی سے ہے۔ اُسے نہایت جامعیت اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔" یہی وجہ ہے کہ"

تفصیل کل شیئ

الف۔ قرآن مجید عدالت ہائے فوجداری - و دیوانی ومال کے لئے ایک بہترین قانون بھی ہے۔

قرآن مجید کی چند خصوصیات

ب- اور ایام اللہ کے بیان میں ایک صحیح ترین تاریخ بھی۔

ج - وہ ہدایت نامہ ہے۔ اور کتاب اخلاق بھی۔

د - وہ مواعظ و امثال بھی بیان کرتا ہے۔ اور انداز و بشارت بھی۔

ہ - اس میں علوم اُخروی و دنیوی کے دو دریائے ذخار پہلو بہ پہلو جوش زن نظر آتے ہیں۔

و - وہ بُرہان کو پیش کرتا ہے۔ اور فطرت سلیمہ کو بیدار بناتا ہے۔

ز - وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور صحیح صحیح طریق پر اللہ کے کام بتاتا ہے۔

ح- وہ کُتب سماویہ کا مہیمن ہے۔ اور اُن کے مطالب کا جامع ہے۔

توراۃ میں صرف حلال و حرام کے احکام تھے۔

زبور مجموعہ مناجات ہے۔

انجیل میں صرف اخلاقی سبق ہیں۔ اور اُس کی تعلیم ایسی مثالوں میں دی گئی ہے جسے اکثر اوقات مسیح کے خاص شاگرد بھی نہ سمجھا کرتے تھے۔ لیکن اقسام ہدایت کی ہر ایک قسم کو اپنی ذات میں جمع کر لینا صرف قرآن پاک ہی کا خاصہ ہے۔

(۴) - قرآن مجید سراپا ہدایت اور کامل رہنما ہے۔

قرآن ہدایت ہے

ہر ایک کتاب پر غور کرو۔ کہ اُس کی تعلیم نے کیا کیا اثر پیدا کئے۔

الف - کیا وید کی تعلیم نے ہندوستان سے باہر کسی قوم میں کوئی وقعت پائی؟

ب - کیا ژندو اُستا نے اولاد ایرج کی حدود سے باہر کبھی قدم نکالا؟

ج - کیا توراۃ کی تعلیم سے اسباط کے سوا اور کسی نے کچھ استفادہ کیا؟

صحف اولین کی تعلیم اور حلقہ اثر

د - کیا انجیل نے توراۃ سے علیحدہ ہوکر اپنے آپ کو کبھی مستقل کتاب کہلانے کا دعویٰ کیا۔

ہ - کیا مسیح کے بارہ منتخب کردہ اور تیار کردہ شاگردوں نے انجیل کو کبھی اقوام غیر کے سامنے پیش کرنے کی سبقت کی؟

و - ہاں یہ قرآن مجید ہی ہے جس نے شروع ہی سے اپنے آپ کو کل مخلوق کا رہنما بتلایا ہے۔

قرآن مجید کا فیض عام

ز - یہ قرآن حکیم ہی ہے جس نے دنیا کے تمام ملکوں اور قوموں کو اپنا فیض پہنچایا ہے۔

ح - یہ قرآن مبین ہی ہے جس نے زبانوں کے اختلاف، رنگتوں کے تبائن، اور نسل ونسب کے امتیازات کو الگ کرکے سب کے دلوں میں ایک ہی عقیدہ اور سب کے دماغوں میں ایک ہی ولولہ اور سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کردیا ہے۔

فیض عام قرآن از ابتدائے زمانہ نزول

ط - قرآن پاک کا یہ فیض عام اُسی ابتدائی زمانہ سے جاری ہے جب کہ نزول قرآن کی ابتداء ہوئی۔ یہودی۔ عیسائی۔ صابی۔ بُت پرست۔ دہریہ سب ہی اقسام کے لوگ اس آب حیات سے سیراب ہوئے۔ شاہ وگدا کو برابر اس کا فیضان ہُوا۔

بلال و صہیب کے ساتھ اکیدر و جیفر ایک صف میں بیٹھے۔ سلمان و ابوذر

جیسے بے سروسامانوں کو عمرو خزاعی اور عبد یالیل ثقفی جیسے حکمرانوں نے اپنا مقتدا تسلیم کیا۔

ی۔ الغرض قرآن مجید کا رہ نمائے کامل ہونا ایشیاء و افریقہ و یوروپ میں اسی ابتدائی عہد میں مسلم ہو گیا تھا۔ جب کہ قرآن پاک کا نزول ہو رہا تھا۔

(۵) قرآن مجید رحمت ہے۔

قرآن مجید رحمت ہے

بنی اسرائیل نے نجات کے دروازے صرف اسرائیلیوں ہی کے لئے کھولے۔ ہندوؤں نے صرف برہمنوں کو مکتی پانے والا قرار دیا۔

اسرائیلیوں اور ہندوؤں کی تحدید شکنی

اسی طرح ہر ایک مذہب نے نجات کے لئے ایسی ایسی قومی۔ اور ملکی اور نسلی۔ خصوصیات کی قیود کا اضافہ کیا جس سے اس مذہب کا فیض بالکل محدود ہو گیا قرآن مجید نے اِن قیود کو توڑا۔ اور اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کا فرمان جاری کیا۔ (یعنی تم میں زیادہ عزت والا وہی جو تقویٰ میں زیادہ ہے۔)

حقوق نسواں

حقوق نسواں کے حامی آنکھیں کھول کر دیکھیں۔ کہ وَلَهُنَّ مِثْلُ مَا عَلَيْهِنَّ کا حکم قرآن پاک کے سوا اور کونسی کتاب نے دیا ہے۔ ترجمہ آیت یہ ہے۔ "عورتوں کے حقوق مردوں پر ویسے ہی ہیں۔ جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں" ایمان سے کہو۔ کہ قرآن پاک تمام جنس اناث کے لئے کس قدر رحمت ہے۔ بلکہ زوجین کے حقوق معین کر دینے کی وجہ سے اناث و رجال دونوں کے لئے کس قدر رحمت ہے۔

حقوق انسانیت

حقوق انسانیت کی حمایت کرنے والے غور کریں۔ کہ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً کا حکم قرآن پاک کے سوا کسی نے اسیرانِ جنگ کے حق میں دیا ہے۔ ترجمہ آیت یہ ہے۔ "جب لڑنے والوں کو پکڑ لو۔ تب یا تو بطورِ احسان چھوڑ دو یا فدیہ لیکر چھوڑ دو۔

حالانکہ توراۃ میں اور وید میں جو سخت ترین احکام اسیرانِ جنگ کے لئے ہیں۔ انہیں کل دنیا خود جانتی ہے۔

(۳)۔ اخلاقِ حسنہ کے شیدائی بتلائیں۔ کہ شراب کو رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ[1] کس کتاب نے قرآن پاک کے سوا فرمایا ہے۔ اور مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ[2] کا حکم سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ کے سوا اور کس نبی نے دیا۔ اور آج جنگِ عظیم کے تجربہ کے بعد امریکہ و فرانس وغیرہ ممالک شراب چھوڑنے میں کس ہادی برحق کی ہدایت پر عمل کر رہے ہیں؟

اخلاقِ حسنہ و حرمتِ شراب

(۴)۔ حامیانِ عدل و انصاف ذیل کی آیات پر تدبر کریں۔ اور انصاف سے کہیں۔ کہ عدل کی حمائت اور انصاف کے استحکام میں قرآن پاک سے بڑھ کر کس کتاب میں تاکید موجود ہے۔

حمائتِ عدل و انصاف

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَنْ لَّا تَعْدِلُوا ۚ اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ — کسی قوم سے نفرت کا ہونا تم کو ناانصافی کی جانب نہ لیجائے۔ عدل ہی کرو۔ اِسی میں تقویٰ و خداترسی ہے۔

(ب) وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا ۘ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ — قوم سے یہ نفرت کہ انہوں نے تم کو خانہ کعبہ سے روک دیا تھا۔ تم کو اُن پر زیادتی کرنے کی طرف نہ لے جائے۔ تم کو نیکی اور تقویٰ میں اُن کی بھی مدد کیا کرو۔

ج۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ — اے ایمان والو۔ حقوق کی حفاظت کرو۔ خدا لگتی گواہی دیا کرو۔ خواہ تمہاری گواہی خود تمہارے خلاف یا تمہارے والدین اور اقربا کے بھی خلاف ہو۔

شہادت کی حفاظت اور عظمت

[1] پلید۔ شیطان کا کام ۱۲ [2] جس شے کا بڑا حصہ نشہ آور ہو اُس کا قلیل حصہ بھی حرام ہے ۱۲

(۵) - عفو و درگذر کی تعلیم دینے والے اِن آیات پر غور کریں۔ ایک گال پر تھپڑ کھا کر دوسری گال پر تھپڑ کھانا، اعلیٰ تعلیم ہے؟ یا بدی کرنے والے کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہنا اعلیٰ تعلیم ہے؟

عفو و درگذر کی اعلیٰ تعلیم

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَ بَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ — بدی کے بدلہ میں نیکی کرو۔ جس سے تمہاری عداوت ہوگی۔ وہ بھی اس طریق سے تمہارا گرم جوش حامی بن جائے گا۔

(ب) وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ — تم کو لازم ہے کہ معافی دیا کرو۔ تم کو لازم ہے کہ درگذر کیا کرو۔ کیا تم خود یہ پسند نہیں کرتے ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا کرے۔

(۶) - پاکیزہ عادات اور بہترین صفات کے شیدائی اس تعلیم کی قدر و قیمت اور وسعت کا اندازہ کریں۔

اعلیٰ تعلیم

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ — اللہ نے فحش کی تمام اقسام کو حرام کر دیا ہے۔ خواہ وہ فحش کھلا ہو۔ یا چھپا ہو۔

(ب) اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی — اللہ نے اپنے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ یہ ہیں (۱) عدل (۲) احسان (۳) اور اہل قرابت کے ساتھ داد و دہش۔

(ج) وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ — اللہ جن کاموں سے روکتا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ (۱) بدکاریاں۔ (۲) ایسے کام جن کا انکار کیا جاتا ہے۔ (۳) بغاوت۔ یہ خدا کی نصیحت ہے۔ تاکہ یاد رکھو۔

(۷) - حکومت جمہوریہ کے فدائی اور آمارت شخصیہ کے منکر غور کریں۔ کہ اِنَّمَا اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ کا زبردست حکم اور کس کتاب نے دیا ہے"

حکومت جمہوری

حکومت کی بابت صرف یہی ایک صورت ہے۔ کہ وہ باہمی شوریٰ پر ہوگی۔"

(۸) ۔ تمدّن و آزادی و انسانیت کے ثناخوان غور کریں ۔ کہ

تمدّن و حریت

رَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوهَا کا حکم کس طرح دنیا کو ان لوگوں کے وجود سے پاک کرتا ہے۔ جو نن ۔ منک ۔ اور جوگی و تیاگی کے بھیس میں ہو کر انسانیت کے لئے باعث ننگ و عار ۔ اور تمدّن کے لئے دشمن صریح بن رہے ہیں۔

یہ جملہ احکام ۔ اور ان کے اشباہ ونظائر دیگر احکام صاف طور پر واضح کرتے ہیں ۔ کہ قرآن مجید جملہ نسل انسانی کے لئے رحمت ہے۔

قرآن پاک نہ ماننے والوں اور ماننے والوں دونوں کے لئے رحمت ثابت ہوتا ہے

قرآن پاک اپنے نہ ماننے والوں کے لئے بھی فیض بخش وفیض رساں ہے۔ اور ماننے والوں کے حق میں تو وہ سراسر ہدایت ۔ اور سراپا رحمت ہے۔

مبارک ہیں وہ انسان ۔ جنہوں نے قرآن کو اپنے لئے ہدایت بنایا ۔ اور اس کی رحمت سے فائدہ اٹھایا ہے۔

وہ انسان مبارک ہے۔ جو قرآن سے ہدایت لیتا ہے

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِىْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِىَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِىَّ قَضَاءُكَ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِىْ كِتَابِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِىْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِىْ وَنُوْرَ بَصَرِىْ وَذَهَابَ هَمِّىْ وَغَمِّىْ ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

احقر محمد سلیمان کان اللہ لہٗ۔

خاتمہ

سورہ یوسفؑ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ذَالِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ ۔ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے۔

یہ بھی فرمایا ہے۔

اِنَّ فِي ذَالِكَ لَعِبْرَةً لِاُولِي الْاَلْبَاب ۔ اہل دانش کے لئے اس میں عبرت ہے۔

ہر دو آیات سے یہ مستنبط ہوتا ہے۔ کہ احوال یوسف صدیق کو احوال محمدّی سے گونہ مماثلت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے اور یوسف صدیق علیہ السلام کے حالات میں مطابقت

یعنی جو معاملات یوسفؑ و برادران یوسفؑ کے درمیان ہوئے۔ وہی معاملات قریش اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہونے والے ہیں۔

سورۂ یوسفؑ کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا تھا۔ اس لئے یہ سورہ مبارکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے لئے فی الواقع اِخْبَارٌ عَنِ الْغَيْب ہے۔ اور واضح پیشگوئی ہے۔ ہم اختصار کے ساتھ چند واقعاتِ مماثلت کو ذیل میں قلم بند کرینگے۔

اوّل

اوّل

یوسف علیہ السلام کی روحانی زندگی کا آغاز خواب سے ہوا تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا آغاز بھی رویائے صادقہ سے ہوا تھا۔

خواب صادقہ

صحیح بخاری باب کیف بدء الوحی میں ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے ہے۔

اَوَّلَ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتداء شروع شروع میں سچے خوابوں سے ہوئی تھی۔ جو کچھ حضور خواب میں دیکھ لیتے۔

اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ - وہی نور سحر کی طرح صبح کو آشکار ہو جاتا۔

دوم

یوسف علیہ السلام کے خواب کو سُن کر یعقوب علیہ السلام سمجھ گئے تھے۔ کہ اخوان یوسف اُن سے کید و مکر کرینگے۔

یعقوب علیہ السلام و ورقہ بن نوفل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نزول وحی کی کیفیت سُن کر پیر فرزانہ ورقہ بن نوفل نے کہا تھا۔

لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِيَ | کوئی شخص بھی وہ شے قوم کے پاس لیکر نہیں آیا جو تو لایا ہے۔ مگر یہ کہ اُس سے عداوت کی جاتی ہے

اسی بزرگوار کا ایک فقرہ یہ ہے۔

يَا لَيْتَنِيْ اَكُوْنُ حَيًّا اِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ | کاش وہ اُس وقت تک زندہ رہے۔ جب تیری قوم تجھے نکالدیگی (بخاری باب بدء الوحی)۔

سوم

ابتہاء | یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو بتلایا تھا۔ کہ اللہ تعالے ان کو درجہ اجتباء عطا فرمائیگا۔ اُمّت محمدیہ کے لئے بھی اللہ تعالے نے فرمایا ہے وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اُسی نے تم کو اجتبا بخشا ہے۔

یہ ظاہر ہے۔ کہ یہ درجہ اُمّت کو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کے طفیل ملا ہے۔

چہارم

یوسف علیہ السلام کو بتایا گیا تھا۔ کہ اُن کو علم تاویل الاحادیث دیا جائیگا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اللہ تعالےٰ نے اِس طرح ظاہر کی ہے۔

وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ نبی سب کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

پنجم

اتمام نعمت

یوسف علیہ السلام کو بتایا گیا تھا۔ وَیُتِمُّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ اس سے مُراد عطاءِ نبوّت تھی۔ اور اس کے تحت میں یہ بھی اشارہ تھا۔ کہ نبوّت کا جو تسلسل سیّدنا ابراہیم و اسماعیل و اسحٰق و یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہو کر ذات گرامی یوسف علیہ السلام تک پہنچا ہے۔ وہ اُنہی کی ذات پر ختم ہو جاویگا۔ چنانچہ اُن کے بعد اُن کی نسل میں پھر کسی کو نبوّت نہیں ملی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں یہ اتمام نعمت بدرجہ اتم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ — محمدؐ تم مردوں میں کسی کا باپ نہیں ہے

مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ — وہ تو اللہ کا رسولؐ ہے۔ اور سب

اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ — انبیاء کا خاتم ہے۔

صحیحین کی حدیث اور ختم نبوت

صحیح بُخاری و صحیح مسلم کی متّفقہ حدیث ہے۔

اِنَّ لِیْ اَسْمَآءَ اَنَا مُحَمَّدٌ — میرے کئی نام ہیں۔ (۱) میں محمدؐ ہوں

اَنَا اَحْمَدُ — (۲) میں احمدؐ ہوں۔

اَنَا الْمَاحِیْ الَّذِیْ یَمْحِیْ بِہِ الْکُفْر — (۳) میں ماحی ہوں جس کے ذریعہ کفر محو کیا گیا۔

وَاَنَا الحَاشِرُ الذی یحشر الناس علیٰ قدمی (۴) میں حاشر ہوں قیامت کو سب لوگ مجھ سے پیچھے اُٹھیں گے۔

وَاَنَا العَاقب الذی لا نبی بعدہ (۵) میں عاقب ہوں۔ عاقب وہ ہے جس کے بعد اور کوئی نبی نہ ہو۔

اتمام نعمت کی ایک قسم یہ بھی تھی۔ کہ دین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے کمال حاصل ہُوا۔

شریعت کا آغاز آدم علیہ السلام سے ہوا

یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جس طرح نسل انسان کی ابتداء ابو البشر آدم علیہ السلام سے ہوئی ہے۔ اسی طرح شریعت کا آغاز بھی اُنہی کی ذات سے ہوتا ہے۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ فطرتِ انسان ہی بالطبع متقاضی شریعت ہے۔ شریعت مجموعہ امر و نہی کا نام ہے۔ مختصر یا مفصل ہونا اس کلیہ میں کچھ تفاوت نہیں پیدا کرتا۔

امر و نہی نوح علیہ السلام

غور کرو۔ کہ آدم علیہ السلام کے لئے جنّت میں بھی اَمر و نَہی موجود تھے۔ یعنی جنت کے سب میوجات کو کھا سکنا۔ اور ایک درخت خاص سے دور رہنا۔ نوح علیہ السلام پر دمِ مسفوح حرام ہُوا۔ اسی طرح ترقّی ہوتے ہوتے ایک دن

موسیٰ علیہ السلام اور احکام عشرہ

وہ ہُوا۔ کہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو احکام عشرہ ملے۔ اور اُن کے بعد شریعت کے دیگر احکام بھی وقتاً فوقتاً ملتے رہے۔

داؤد علیہ السلام اور ابواب مناجات

اُن کے بعد داؤد علیہ السلام پر ابواب مناجات و دعا کھولے گئے۔ اور اُن کے بعد مسیح عیسیٰ علیہ السلام کو محاسن اخلاق کی تعلیم کے لئے مثال اور نظائر کے طریقہ کا استعمال سکھایا گیا۔ اور بالآخر نزول قرآن مجید کا آغاز ہُوا ۲۳ سال تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ اور آخر میں یہ فرمان واجب الاذعان شایع کر دیا گیا۔

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اتمام نعمت وتکمیل دین"

آج تم پر میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ آج میں نے اپنی نعمت بھرپور تم کو دیدی۔ میری خوشنودی یہی ہے۔ کہ یہی اسلام تمہارا دین ہو۔

خلاصہ یہ ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام پر بھی نعمت کا اتمام ہُوا۔ وہ ان کی اپنی نسل میں تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اتمام نعمت ہُوا۔ اور یہ کل دنیا کے لئے تھا۔

ششم

قتل۔ وقید۔ اور طرح ارض

حضرت یوسف کے قتل اور طرح ارض کے مشورے ہوئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی ایسا ہی مشورہ ہُوا۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ (انفال)

"جب کافر تیرے خلاف چھُپ چھُپ کر تدبیریں کرتے تھے۔ کہ تجھے قید کریں۔ یا قتل کریں۔ یا ملک بدر کریں"۔

یوسف علیہ السلام کے خلاف ۱۰ بھائی شامل مشورہ تھے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشورہ کرنے میں قریش کے ۱۴ سردار شامل تھے۔ ان میں سے گیارہ تو جنگ بدر میں باحال تباہ ہلاک ہوئے۔ اور تین کو امن ملا۔ سب وہ اسلام کی پناہ میں داخل ہو گئے۔

دار الندوہ کا انجام

وہ دار الندوہ جہاں یہ ناپاک مشورت کی گئی تھی۔ آج صحن کعبہ میں حنفی مصلی کے نام سے موسوم ہے۔ جہاں شب و روز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا۔ اور حضور کے دین کی اشاعت کی جاتی ہے۔

ہفتم

چاہ اور غار

یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ظلم سے غیابت الجب (کوئیں کی تہ میں) ٹھہرنا پڑا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی قریش کے ظلم سے غار ثور کی تہ میں پناہ گیر ہوئے تھے۔

ہشتم

قافلہ سیارہ کو جب یوسف علیہ السلام یکایک مل گئے تھے۔ تو انہوں نے اس پر بہت بہت اظہارِ مسرت کیا تھا۔

قافلہ مدنانیاں وقافلہ انصاریاں

اوس و خزرج کا قافلہ بھی جب بمقام عقبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پرُانوار سے مشرف ہوا تھا۔ تو انہوں نے بھی اس شرفِ خداداد کے ملنے پر نہایت شکر و امتنان کا اظہار کیا تھا۔

نہم

حسن یوسفی۔ وجمال محمدی

یوسف علیہ السلام کے حسن کا اندازہ کرنے کے لئے یہ واقعہ موجود ہے کہ ایک باجمال و ذومال عورت نے اُن سے خود درخواست کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے براعت جمال کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ جیسی خاتون نے جو صاحب مال بھی تھی۔ اور صاحب جمال بھی۔ جو بہت سے سرداروں کی درخواست ازدواج کو رد کر چکی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی خود التجا کی تھی۔

دہم

تہمت

یوسف علیہ السلام پر امراۃ العزیز نے ارادہ بد کی تہمت لگائی۔ اور دشمنانِ دین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کو جو زید رضی اللہ عنہ کی زن مطلقہ سے تھا۔ مطعون ٹھرایا۔

یازدہم

یوسف علیہ السلام کے خواب کا مذکور قرآن پاک میں ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی دو خوابوں کا ذکر اس پاک کتاب میں فرمایا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب

الف - وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ -

ب - لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ -

دوازدہم

وعظ زندان یوسف

یوسف علیہ السلام کے وعظ زندانی کو دیکھو۔ کہ اثبات توحید اور رد شرک کے متعلق کیسے زبردست دلائل کا استعمال کیا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مواعظ پاک بھی ایسے ہی واضح۔ دل نشین اور کامل ہوا کرتے تھے۔ سورہ جن کا رکوع ۲ ملاحظہ ہو۔

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا کہدے۔ میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں۔ اور

الف - جو خواب ہم نے تجھے دکھایا تھا۔ وہ لوگوں کے لئے ایک آزمائش تھا۔

ب - خدا نے اپنے رسول کا خواب راستی کے ساتھ سچا کر دکھایا۔ جو یہ تھا۔ کہ تم انشاءاللہ ضرور مسجد الحرام میں امن وامان کے داخل ہوگے۔ تم کو کسی کا خوف نہ ہوگا۔ تمہارے سر منڈے ہونگے۔ یا بال کٹے ہوئے۔

تعلیم محمد مصطفےٰ ؐ — اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا - کہدے - میں تمہارے نقصان اور نفع کا مالک نہیں ہوں۔

قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ کہدے۔ مجھے اللہ کے سوا اور کوئی بھی پناہ نہیں دے سکتا۔ اور مجھے اُس کے سوا اور کوئی بھی
وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا
پناہ کی جگہ نہیں ملتی۔

سیزدہم

مصر پر حکومت یوسف و مصر پر حکومت خلافتِ نبوی

اللہ تعالےٰ نے یوسف علیہ السلام کو ملک مصر کی حکمرانی عطا فرمائی تھی۔
وہی ملک مصر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ راشد عمر فاروق کے تحت فرمان آیا تھا۔ جن کے حسن انتظام سے تمام مُلک میں اسلام پھیل گیا تھا۔
خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں حجاز۔ نجد۔ یمن۔ حضرموت۔ تحت حکومت اسلام تھے۔ بحرین خراج گذار تھا۔ شام و حبش میں حضور کا کلمہ پڑھا جاتا تھا۔ اور اسم ستودہ کا اعلان ہر تکبیر و اذان میں کیا جاتا تھا۔

قصور قیصر و کنوز کسریٰ کی فتح

حضور نے اپنے خلفائے کو مغانم کثیرہ کی بشارت عطا فرمائی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے کنوز کسریٰ۔ اور قصور قیصر کی کنجیاں ان کے ہاتھوں میں سپرد کردی تھیں۔ دین کو تمکنت اور امن عامہ کو استحکام۔ اور توحید خالص کو نفاذ تام حاصل ہو گیا تھا دین مبین اپنے جمال دلفریب کے ساتھ جلوہ افروز عالم تھا۔

چاردہم

حضرت یوسف کے بعد برادران یوسف قحط شدید میں مبتلا ہوئے تھے۔

قحط مکہ و قحط مصر — نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت از مکہ معظمہ کے بعد بھی قریش ایسے قحط سخت

میں گرفتار ہوئے تھے۔ کہ انہوں نے ایسا قحط شدید کبھی سنا بھی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے
پہلے سے بطور پیشگوئی فرما دیا تھا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ — اللہ ان کو عذاب نہ دیگا۔ جب تک کہ
أَنْتَ فِيْهِمْ — خدا کا رسول ان میں ہے۔

پانزدہم

درخواست ترحم از برادران

برادران یوسفؑ کو یوسف صدیقؑ کے سامنے ذلیل ہو کر درخواست ترحم کرنی
پڑی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور میں بھی ابوسفیان اموی نے منجانب
قوم خود حاضر ہو کر زاری و خواری کے ساتھ رحم کی التجا کی تھی۔ اور حضور کی دعا سے
قحط رفع ہوا تھا۔

شانزدہم

قوم کے لیے غلہ کی بہم رسانی

یوسف علیہ السلام نے پیداوار مصر کا غلہ بھائیوں کو دلایا تھا۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم ثمامہ بن اثال حاکم نجد کو حکم بھیج کر مکہ
میں غلہ بھجوایا تھا۔

ہفدہم

الزامات بنو اسرائیل۔ اور الزامات قریش کا خاتمہ

یوسف علیہ السلام پر جو الزامات خاندان عزیز مصر نے لگائے تھے۔ یا
بھائیوں نے جن مصائب کا آماج صدیق علیہ السلام کو بنایا تھا۔ ان سب کا خاتمہ
اس وقت ہوا۔ جب حضور مصر کی وزارت عظمےٰ کے تخت پر شاہانہ اقتدار سے
رونق افروز ہوئے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بھی جو الزامات قریش نے قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت چسپاں کئے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اُن سب کو بھی فتح مکہ کے بعد معدوم فرما دیا تھا۔

ہژدہم

یوسف صدیق کے سامنے اُن کے دس بھائیوں نے مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ کہا تھا۔ اور تَصَدَّقْ عَلَيْنَا کے الفاظ میں درخواست کی تھی۔ اور نبی صلعم کی خدمت میں جنگ حنین کے بعد جب قبیلہ بنو سعد بن بکر نے اسیران جنگ کے لئے رحم کی درخواست کی تھی۔ (اسی قبیلہ میں حضور نے ایام رضاع پورے کئے تھے) تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ ہزار زن و مرد کو آزاد فرما دیا۔ اور اُن کو زادِ راہ بھی مرحمت فرمایا تھا۔

[illegible]

نوزدہم

لا تثریب علیکم

یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کے مژدہ سے خورسند فرمایا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جملہ معاندین ومخالفین کو (جنھوں نے بیسیوں مسلمانوں کو قتل کیا۔ سینکڑوں کو ستایا۔ اور اُن کا گھر بار چھین کر اُن کو آوارہ بنایا تھا)۔ ازراہ کمال رحمت و عفو یہی آیت تلاوت فرما کر اُن کو حیات تازہ کی تہنیت سے شادکام فرمایا تھا۔

بستم

برادران یوسف علیہ السلام بالآخر اپنے جملہ اہل و عیال کو لے کر مصر میں یوسف صدیقؑ

(نصاریٰ اور یہود یوں میں ہجرت خاندان)

کے پاس جا آباد ہوئے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک نیں قریش اور جملہ قبائل عدنان نے مکہ سے نکل کر مدینہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔

بست و یکم

یوسف صدیق نے اپنے وعظ میں یعقوب و اسحٰق و ابراہیم علیہم السلام کی نبوّت کی تصدیق فرمائی تھی۔

(تصدیق)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے بعد یوسف صدیق کے فرزند عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت کی تصدیق فرمائی تھی۔ اور مجمع عام میں مشرف بایمان تازہ ہوئے تھے۔

یہ بزرگوار وہ تھے۔ جن کو یہودیان حجاز سیّدنا و ابن سیّدنا مولانا و ابن مولانا کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ انہی کی صفت میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ (وہ شخص جس کے پاس توراۃ کا علم ہے)۔

بست و دوم

(خالہ اور انّا کی عزت بمنزلہ والدہ)

یوسف صدیق کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ تاہم اُنہوں نے اپنی خالہ کا جو اہلیہ یعقوب علیہ السلام بھی ہیں۔ اُتنا ہی ادب و احترام کیا۔ جتنا کہ حقیقی والدہ کا کرنا چاہیئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کریمہ کا انتقال بھی اُس وقت ہو گیا تھا۔ جب حضور کی عمر ۶ سال کی تھی۔ مائی اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے حضور کو گود میں کھلایا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی کمال عزّت فرماتے۔ اور اُن کو اُمّی بَعْدَ اُمّی فرمایا کرتے تھے (ماں کے بعد یہ ماں ہے)۔

بست و سوم

یوسف صدیق کے دل صداقت منزل پر دولت و اقبال دُنیوی اور حکومت شہی کا کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ وہ اس حکمرانی و فرمان دہی کے عالم میں بھی تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ہی زبان پر جاری رکھتے تھے۔

(یوسف صدیق کا حکومت اور دولت سے دل نہ لگانا)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے مختار فرمادیا تھا۔ کہ خواہ قیام دنیا کو پسند فرمائیں۔ یا سفر آخرت منظور کریں۔ لیکن حضورؐ نے (فداہ ابی و امی) اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی ہی کو ورد زبان بنایا۔ اور اسی وصال سے فائز مرام ہونے کو دنیا و مافیہا سے ارفع و اعلیٰ قرار دیا۔

اللہ اکبر۔ یہ نعوت جلال اور محامد کمال صرف انبیاء کرام ہی میں پائے جاتے ہیں۔ جن کا ہر ایک فعل ہر ایک قول غور کرنے والے کے لئے ایک نور اور ہدایت ہے

ہم لوگ سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی پاک تعلیم کے موافق اللہ تعالےٰ کے ہر ایک نبی پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اپنے آقا کو ہادی و منجی و داعی الی الحق۔ رحمۃ للعالمین۔ خاتم النبیین۔ اور سید المرسلین جانتے ہیں۔ اور ختم کتاب سے پیشتر اس کلمہ شہادت سے اپنے دل و زبان کو پاک اور ایمان کو تازہ کرتے ہیں۔

(کلمہ شہادت) اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

(درود بر محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ ۔ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَّغْبِطُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ

عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ ۔ ۔ ۔
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ
وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ
وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ
وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ۞

آخری گذارش

یہ تفسیر مکہ معظمہ میں جہاں سورہ مبارکہ کا نزول ہوا تھا۔ بتوفیق الٰہی لکھی گئی۔ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ کو ختم ہوئی۔ خاتمہ بوقت واپسی جہاز موسومہ جدہ میں ۳ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ کو لکھا گیا۔ ناظرین کرام سے امید ہے۔ کہ غلطی و لغزش کو معاف فرمائینگے۔ اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ بھی میری لغزشوں کو معاف فرمائے۔

دوران تفسیر میں اگر کوئی لفظ یا فقرہ ایسا لکھا گیا ہے۔ جو اللہ عزوجل کی مراد اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کے موافق نہیں۔ میں خود اس سے بیزاری کا اعتراف کرتا اور رجوع الی اللہ کرتا ہوں۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ ۔

خاکسار

ثُمَّ الصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ فَاِنَّهٗ یُبْدِئُ بِهِ الذِّکْرُ الْجَمِیْلُ وَیُخْتَمُ

حاجی شفاعت و غفران قاضی محمد سلیمان سلیمان منصورپوری
خلف مولوی حاجی قاضی احمد شاہ صاحب مرحوم و مغفور

باب ذکر المشاہیر

جن ابرار کرام کے نام سورہ یوسف کی تفسیر کے دوران میں آگئے ہیں۔ اُن کی مختصر یادداشت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ تاکہ ناظرین فی الجملہ اُن کے احوال سے اطلاع حاصل کر سکیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

اِن کا نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معد بن عدنان میں جا کر شامل ہوتا ہے ربیع سنہ ۱۶۴ھ کو بغداد میں پیدا۔ اور جمعہ ۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۲۴۱ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ مسئلہ خلق قرآن کی بابت سخت امتحان دینا پڑا۔ امام بخاریؒ و امام مسلمؒ ان کے شاگرد ہیں۔ اور یہ امام شافعیؒ کے تلامیذ خاص میں سے ہیں۔

احمد بن یحییٰ ثعلب

ابو العباس۔ امام لغت تھے۔ اِن کی کتاب معانی القرآن نہایت مشہور ہے تفسیر کشاف میں اُس سے بہت استفادہ کیا گیا ہے۔ سنہ ۲۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اور شنبہ ۱۷ جمادی الاوّل سنہ ۲۹۱ھ کو بغداد میں وفات پائی۔

انس رضی اللہ عنہ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ الانصاری الخزرجی دس سال تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ ۱۰۰ سے زیادہ بیٹے پوتے دیکھے۔ بصرہ

میں ۹۱ھ کو وفات پائی۔

ایاس بن معاویہ

تابعین میں سے ہیں۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو قاضی بصرہ مقرر کیا تھا۔ ان کے فیصلجات ان کی حیات ہی میں مدوّن کر لئے گئے تھے۔ ۱۲۲ھ کو بعمر ۷۶ سال وفات پائی۔

بریرہ رضی اللہ عنہا

یہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی لونڈی تھیں۔ اُس کا شوہر مُغیث تھا۔ جو بنو مطیع کا غلام تھا۔ بریرہ آزاد ہوگئی۔ تو اُس نے نکاح مغیث میں رہنے سے آزادی کو پسند کیا۔

عبدالملک اُموی کا (جو خاندان بنو اُمیہ کا مشہور بادشاہ ہے) بیان ہے۔ کہ مجھے بریرہ نے کہا تھا۔ کہ تجھ میں قابلیتِ سلطنت نظر آتی ہے۔ اگر تو بادشاہ ہوگیا۔ تو خوں ریزی سے اجتناب کرنا۔

اللہ اکبر۔ اہل بیت پاک کی لونڈیوں میں بھی کتنی فراست صادقہ اور نصیحت حقہ کی استعداد تھی۔

زُبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھیرے بھائی۔ ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے داماد۔ یکے از عشرہ مبشرہ ہیں۔

پنجشنبہ ۱۰ جمادی الاول ۳۶ھ کو شہید ہوئے۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نے اُن کے قاتل کو منجا تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ کی بشارت پہنچائی ۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

لوگ ان کو ابتدا میں زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا کرتے ۔ جب آیت اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ کا نزول ہوا تب زید بن حارثہ صحیح پتہ سے معروف ہوئے یہ ام ایمن (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آیا) کے شوہر ہیں ۔

اور اُسامہ (حِبِّ رسول) کے والد ہیں ۔ غزوہ مُوتہ کے اولین سردار ہی تھے ۔ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان کی ماتحتی میں تھے ۔ ان کی لاش کو دیکھا گیا ۔ تو (۹۰) زخم سامنے کی طرف تھے ۔ غزوہ مُوتہ ۸ھ میں شہید ہوئے ۔ ان کے فضائل میں سے اعلیٰ خصوصیّت یہ ہے ۔ کہ مومنین امت محمدیہ میں سے صرف ان ہی کا نام قرآن پاک میں آیا ہے ۔

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ

قبیلہ لخم بن عدی سے ہیں ۔ بدر و حُدَیبیہ میں شامل تھے ۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو بطور سفارت مصر بھیجا تھا ۔ ۳۰ھ کو بعمر ۶۵ سال مدینہ منورہ میں وفات پائی ۔ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی ۔

امام حسن علیہ السلام

سبط النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ نصف رمضان ۳ھ کو پیدا ہوئے ۔ ۴۹ھ میں اثر سم سے شہید ہوئے ۔ مدینہ منورہ میں سیدہ بتول زہرا علیہا السّلام کے پہلو میں مدفون ہوئے ۔ ان کی فضائل و محاسن نہایت مشہور ہیں ۔

امام حسین علیہ السلام سبط النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۵ - شعبان ۴ھ کو پیدا ہوئے - ۱۰ محرم ۶۱ھ یوم الجمعہ میدان طف میں شہید ہوئے - وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ -

ہر دو شہزادوں کے مفصل حالات رحمۃ للعالمین ج ۲ میں درج ہیں - میں نے سال ولادت و وفات میں یہ قطعہ لکھا ہے -

حسین آن زبدۂ آلِ محمدؐ — بزیر ظل احمدؐ شد مباہی
ہمہ کرب و بلا برداشت از صبر — شہادت یافت در یادِ الٰہی

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

سید الانصار تھے - اور قبیلہ اوس کے مسلّمہ سردار - غزوہ خندق سے ایک ماہ بعد شہید ہوئے - بنو قریظہ نے انہی کو ثالث مقرر کیا تھا - انہوں نے وہ فیصلہ دیا - جو فیصلہ آسمانی کے مطابق تھا - اِھْتَزَّ لَہٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ ان کی صفت ہے - یعنی رحمٰن کا عرش ان کے لئے جھوما -

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

امام مجتہد تھے - ثور بن عبد مناۃ کی نسل سے ہیں - امام الحدیث سفیان بن عیینہ کا قول ہے - کہ میری آنکھ نے سفیان سے بڑھ کر علم و تقویٰ میں کوئی شخص نہیں دیکھا - ۹۵ھ میں پیدا ہوئے - اور ۱۶۱ھ میں بصرہ میں وفات پائی - سلطنت کی طرف سے ان کو قاضی القضاۃ بنایا جاتا تھا - اور ان کو حکومت سے نفرت تھی - اس لئے مخفی رہ کر زندگی بسر کی -

قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ

شریح بن الحارث - ابو اُمیہ - کبار تابعین سے ہیں - ایام جاہلیت بھی دیکھے - عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو قاضی کوفہ مقرر کیا تھا - جہاں ۷۵ سال تک قاضی رہے - ۸۷ھ میں بعمر یک صد سال وفات پائی -

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سب سے پہلے اسلام لائے - یار غار کے معزز لقب سے ملقب ہوئے - سب سے پہلے خلیفہ رسول اللہ کے لقب سے پکارے گئے - دو سال ۳ ماہ کی خلافت کے بعد شب جمعہ ۷ جمادی الآخر ۱۳ھ کو بعمر ۶۳ سال انتقال فرمایا - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوئے - اصلی نام عبداللہ بن عثمان (ابو قحافہ) ہے -

قفال مروزی رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ بن احمد - بن عبداللہ الفقیہ الشافعی - ابوبکر کنیت - پہلے قفل سازی میں نام پایا - پھر ۳۰ سال کی عمر میں علم کی جانب متوجہ ہوئے - اور امام کہلائے - ۹۰ سال کی عمر میں ۴۱۷ھ کو بمقام سجستان وفات پائی - امام الحرمین کے والد شیخ ابو محمد جوینی ان کے شاگرد ہیں - فخر رازی نے تفسیر کبیر میں ان کی تفسیر سے بہت کچھ لیا ہے -

عبادہ بن الصامت الانصاری رضی اللہ عنہ

بزرگ صحابہ اور نُقبائے محمدیہ میں سے ہیں - مقام عقبہ کی ہر سہ بیعت ہائے

میں حاضر تھے۔ یہ جامع کمالات ہیں۔ فاضل معلم۔ قاضی۔ فاتح تھے۔

عبدالرحمٰن بن ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ

انصاری۔ فقیہ۔ ابوعیسیٰ کنیت۔ مشہور بزرگ تابعین سے ہیں۔ عثمان ذوالنورین۔ مولیٰ علی مرتضیٰ۔ اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ شعبی و مجاہد وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ۸۱ھ میں وفات پائی۔

امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

چار واسطے سے عبد مناف کو جا ملتے ہیں۔ جو تین واسطہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے نواسے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو دختران کے دیکے بعد دیگرے شوہر ہیں۔ یکم محرم ۲۴ھ کو خلیفہ ہوئے۔ اور ۱۷ ذی الحجہ ۳۵ھ یوم الجمعہ کو اپنے گھر میں محصور رہ کر۔ بحالت صوم و تلاوت قرآن مجید شہید ہوئے۔ اس وقت ۸۲ سال عمر تھی۔

عثمان بن جنی

ابوالفتح۔ لغت کے امام۔ ابوعلی فارسی کے شاگرد تھے۔ متنبی ان کی فہم و ذکاء کا مداح تھا۔ ۳۳۰ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۲۸ صفر ۳۹۲ھ کو وفات پائی۔ ان کی کتاب الخصائص ہمارے پاس ہے۔

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچیرے بھائی نبوت کا پہلا دن تھا۔ کہ دس سال کی

عمر میں اسلام لائے۔
یوم الجمعہ ۱۷ ار ذی الحجہ ۳۵ھ کو خلیفہ ہوئے۔ چار سال ۹ ماہ کی خلافت کے بعد یوم الجمعہ ۱۷ ار رمضان ۴۰ھ کو بعمر ۶۳ سال مسجد کوفہ میں زخمی ہوکر شہید ہوئے۔ سیدہ زہرا بتول علیہ السلام کے شوہر۔ ابوالحسنین۔ اور خیر اہلبیت ہیں۔

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ

علی بن احمد بن حزم الاندلسی۔ ابو محمد۔ ان کی تصنیف سے اسی ہزار ورق خود قلم لکھے ہوئے پائے گئے۔ ان کے والد سلطنتِ اُندلس کے وزیر تھے۔ اوّل شافعی المذہب تھے۔ پھر ظاہری المذہب ہوئے۔ ولادت چار شنبہ سلخ رمضان ۳۸۴ھ وفات شنبہ دوم رمضان ۴۵۶ھ مشہور کتاب اَلفِصَلُ انہی کی تصنیف سے ہے جو بغایت نافع ہے۔

خازن رحمۃ اللہ علیہ

علی بن محمدؐ بن ابراہیم البغدادی۔ الصوفی۔ علاء الدّین۔
تفسیر خازن کے مصنّف ہیں۔ یہ تفسیر معالم البغوی کا خلاصہ بحذف اسناد ہے۔ مؤلف نے احادیث صحیحہ کے حوالہ ایزاد کردینے سے اس تفسیر کو معالم سے زیادہ مفید بنا دیا ہے۔ چار شنبہ رمضان ۷۲۵ھ کو تفسیر سے فارغ ہوئے۔ ۷۴۱ھ میں وفات پائی۔

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

آٹھ واسطے سے ان کا نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں شامل ہو جاتا ہے ابوحفص کنیت۔ ۸ر جمادی الاُخری ۱۳ھ کو خلیفہ ہوئے۔

شب چہارشنبہ ۳۰ ذی الحجہ ۲۳ھ کو مسجد نبوی میں بحالتِ نماز صبح مجروح ہو کر شہید ہوئے۔ دس سال ۶ ماہ ۵ دن خلافت کی۔

خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ

فضیل بن عیاض بن مسعود بن بشر التمیمی الطالقانی۔ ابو علی کنیت۔ سمرقند یا ابیورد میں پیدا ہوئے۔ کوفہ میں تکمیل حدیث کی۔ پھر مکہ معظمہ میں رہے۔ اور اُسی جگہ محرم ۱۸۷ھ میں جان بحق ہوئے۔ امام عبداللہ بن مبارک اور امام ابو علی الرازی وغیرہ ائمہ حدیث نے ان کی بہت مدح کی ہے۔ قدوۂ صوفیان چشت ہیں۔

ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ

قاسم بن سَلّام۔ ابو عُبَید۔ حدیث و فقہ اور تفسیر میں امام ہیں۔ فن غریب الحدیث میں سب سے پہلے انہوں نے الگ تصنیف کی۔

ان کی تصانیف ۲۰ و ۳۰ کتابوں کے درمیان ملتی ہیں۔ عبداللہ بن طاہر ان کو ۱۰ ہزار درم ماہوار کا وظیفہ دیا کرتا۔ کہ فراغِ خاطر سے تصنیف میں مشغول رہیں۔ امام اسحٰق بن راہویہ کہا کرتے تھے۔ کہ ہم کو ابو عُبَید کی ضرورت ہے۔ اُسے ہماری ضرورت نہیں۔ وہ ہم سے زیادہ وسیع العلم ہیں۔

ولادت ۱۵۰ھ وفات ۲۲۴ھ مدینہ طیبہ میں مدفون ہوئے۔

کعب بن سور اَزدِی رضی اللہ علیہ

صحابی ہیں۔ امیر المؤمنین عمر فاروقؓ نے ان کو قاضی بصرہ مقرر کیا تھا یوم الجمل میں فریقین کو سمجھاتے ہوئے قبل از جنگ تیر ناگہانی سے شہید ہوئے۔

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

یکے از ائمہ اربعہ۔ سنہ ۱۵۰ھ کو بمقام غزہ پیدا ہوئے۔ وہ ۲ سال کے تھے۔ جب مکہ معظمہ میں آئے۔ سنہ ۱۹۵ھ کو بغداد میں آئے۔ دو ۲ سال ٹھیرے۔ پھر مکہ معظمہ آئے۔ پھر سنہ ۱۹۸ھ میں بغداد آئے۔ اور ایک ماہ ٹھیرے۔ پھر سنہ ۱۹۹ھ کو مصر گئے۔ اور آخر وفات تک وہاں ہی رہے۔ وفات یوم الجمعہ سنہ ۲۰۴ھ کو ہوئی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد۔ اور مجتہد مطلق ہیں۔

جملہ ائمہ حدیث وفقہ واصول ونحو ولغت کا اُن کی ثقاہت وامانت وعدالت وزہد۔ وورع ونزاہت ذات وعفت نفس وحسن سیرت وعلو قدر وجود وسخا پر اتفاق ہے۔ ابو ثور رح کا قول ہے۔ آج اگر کوئی یہہ کہے۔ کہ اُس نے کوئی شخص علم وفصاحت اور معرفت وثبات میں مثل شافعی رح دیکھا ہے۔ تو اُسے جھوٹا سمجھو۔

محمد بن جریر الطبری رح

محمد بن جریر بن یزید بن خالد الطبری۔ "ابو جعفر" تفسیر وتاریخ اور حدیث وفقہ میں امام تھے۔ سنہ ۲۲۴ھ کو آمل طبرستان میں پیدا ہوئے۔ یوم السبت ۲۶ شوال سنہ ۳۱۰ھ کو بغداد میں وفات پائی۔

امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

کتاب الصحیح الجامع کے مصنف ہیں۔ ۱۶ سال میں ۶ لاکھ احادیث میں سے انتخاب کر کے اس کتاب کو تیار کیا۔ صدق (یوم الجمعہ ۱۳ شوال سنہ ۱۹۴ھ) میں پیدا ہوئے اور نور (یوم الفطر سنہ ۲۵۶ھ) میں وفات پائی۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن مسلم القرشی الزہری - ابن شہاب - اعلام تابعین سے ہیں - دس اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کیا - ۵۱ھ میں پیدا ہوئے - اور ۱۷ رمضان ۱۲۴ھ کو وفات پائی -

سیدنا محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ

ابو القاسم محمدؒ - سیدنا علی المرتضیٰ کے فرزند ہیں - ان کی والدہ کا نام خولہ ہے - شیخ ابو اسحاق شیرازی رحؒ نے ان کو بذیل فقہاء شمار کیا ہے -

ولادت ۲۱ھ وفات یکم محرم ۸۱ھ طائف میں مدفون ہیں - فرقہ کیانیہ کا اعتقاد ہے - کہ علی مرتضیٰ کے بعد یہی امام اہل بیت ہوئے - ان کے بعد ہاشم عبد اللہ پھر محمد بن علی بن ابن عباسؓ -

کیانیہ کا اعتقاد ہے - کہ وہ جبل رضوی میں مختفی ہیں - اور وہی مہدی آخر الزمان ہیں -

فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علی التیمی البکری - علم نحو - وطب - و فقہ - اصول منطق میں تصانیف عدیدہ و مفیدہ کے مصنف ہیں - تفسیر کبیر انہی کی تصنیف ہے - ان کا سلسلہ شاگردی ۸ واسطہ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو جا ملتا ہے عربی و فارسی میں قادر الکلام تھے - ولادت ۲۵ رمضان ۵۴۴ھ وفات یوم عید الفطر ۶۰۶ھ ہرات میں مدفون ہیں -

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

محمود بن سبکتگین۔ شب عاشورا ۳۶۱ھ کو پیدا ہوئے۔ ۱۱ صفر ۴۲۱ھ کو وفات پائی۔ یمین الدولہ۔ امین الامۃ۔ لقب ہے۔ سلطان غزنی۔ فاتح ہند۔ ان کا دربار مرجع فضلاء و علماء تھا۔ قفال مروزی اس کے دربار کے شیخ الاسلام تھے۔ نہایت مشہور بادشاہوں میں سے ہیں۔ متقی و پرہیزگار۔ متبع سنّت تھے۔

علامہ محمود زمخشری

تفسیر کشاف کے مصنّف ہیں۔ معتزلی المذہب۔ ان کی تصنیف لغت و معانی و ادب کے لحاظ سے اس قدر مفید ہے۔ کہ اس تفسیر کے بعد جس قدر تفاسیر لکھی گئیں۔ سب نے علوم بالا میں اس سے استفادہ اُٹھایا ہے۔ ان کی رائے و فہم کو عقائد میں تسلیم نہیں کیا جاتا۔ نحو و لغت۔ فقہ۔ و تفسیر میں نہایت مفید کتابوں کے مصنّف ہیں۔ ولادت چہارشنبہ ۲۷ رجب ۴۶۷ھ وفات شب عرفہ ۵۳۸ھ

مرثد رضی اللہ عنہ

مرثد بن ابی المرثد الغنوی۔ باپ بیٹا دونوں مہاجر اور بدری ہیں۔ سیّدنا امیر حمزہ کے حلیف۔ مرثد رضی اللہ عنہ سریہ رجیع میں شہید ہوئے۔

مسلمہ بن مخلّد رضی اللہ عنہ

انصاری ہیں۔ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم کے وقت ۱۴ سال کے تھے۔ شجعانِ عرب میں سے ہیں۔ ۱۶ سال تک مصر و افریقہ کے حاکم واحد رہے۔ مجاہدؒ کا قول ہے۔ کہ یہ نہایت صحیح قرآن مجید پڑھنے والے تھے۔ مساجد مصر میں سب سے پہلے انہی نے مینار تعمیر کر دئے تھے۔ ۶۲ھ میں وفات پائی۔

مسلم بن الحجاج صاحب الصحیح رحمۃ اللہ علیہ

حدیث کے لئے حجاز و عراق اور شام و مصر میں سفر کئے۔ اور موجودہ کتاب کو تین لاکھ احادیث میں سے منتخب کر کے جمع کیا۔ ۲۵ رجب ۲۶۱ھ کو نیشا پور میں بعمر ۵۵ سال انتقال کیا۔

مقداد بن الاسود الزہری رضی اللہ علیہ

یہ ولادت کے اعتبار سے مقداد بن عمرو بن مالک البہراوی (من قضاعہ) ہیں۔ وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے پوتے اسود نے ان کو متبنیٰ بنا لیا تھا۔ اس لئے بن الاسود مشہور ہو گئے تھے۔ اظہار اسلام میں ساتویں شخص ہیں۔ بدر اور جملہ مشاہد میں ہمرکاب نبوی تھے۔ ان کا شمار فضلاء و نجباء و کبار الخیار صحابہ میں ہے۔ ۳۳ھ میں بعمر ۷۰ سال ملک مصر میں وفات پائی۔ لاش

مدینہ منوّرہ میں لائی گئی۔ عثمان ذوالنّورین نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

فراءِ نحوی

یحییٰ بن زیاد الاسلمی الدیلمی۔ ابوزکریا۔ کوفہ میں پیدا ہوئے۔ بغداد میں قیام کیا۔ ۲۰۷ھ میں براہ مکہّ معظّمہ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

امام لغت ثعلب کا قول ہے۔ کہ اگر فراء نہ ہوتا۔ تو عربیت جاتی رہتی۔

امام الفقہ محمد بن حسن رحمہ ان کے خالہ زاد بھائی تھے۔

رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

احقر محمد سلیمان عُفی عنہ

غائت المرام

عقائد مرزائیہ کی اصلیت ۸ر

تائید الاسلام

عقائد مرزائیہ کی اصلیت ۔ حصہ دوم ۸ر دونوں لاجواب کتابیں ہیں

الصّلوٰۃ والسّلام

درود شریف کے متعلق جملہ احادیث کا مجموعہ ۔ درود شریف کے متعلق جملہ مسائل اور مباحث علمیہ کا ذخیرہ ۔ قیمت عہر

"حافظ عبدالرحمٰن صاحب سیاح امرتسری کی کتابیں"

کتاب الصرف

کتاب النحو

ہندوستان کے تمام مکاتب و مدارس میں داخل تعلیم ہیں ۔
قیمت فی کتاب ۸ر

قاضی محمد سلیمان سلمان پٹیالہ { ریاست گاہ پنجاب